مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، یونیورسٹی آف جموں، جموں

ایم۔اے اردو

سمسٹر اوّل

مضمون: جموں و کشمیر میں اُردو زبان و ادب

کورس نمبر: 105

یونٹ: I - IV

اسباق: 1-18

پروفیسر (ڈاکٹر) شہاب عنایت ملک
کورس کوآرڈی نیٹر، ایم اے اردو، سی، ڈی، او، ای
صدر شعبہ اردو، جموں یونیورسٹی، جموں

ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ اسسٹنٹ پروفیسر
انچارج ٹیچر، اردو
سی، ڈی، او، ای، جموں یونیورسٹی، جموں

© جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اس کتاب کا کوئی حصہ کسی شکل میں جموں یونیورسٹی کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

زیراہتمام مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم، جموں یونیورسٹی، جموں

مضمون نگار:

ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، سی، ڈی، او، ای، جموں یونیورسٹی، جموّں

اڈیٹنگ/ پروف ریڈنگ

ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سی، ڈی، او، ای، جموں یونیورسٹی، جموں۔

استقبالیہ پیغام

عزیز متعلّم!

سمسٹر سوم کے کورس ''جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب'' میں آپ کا خیر مقدم ہے۔ یہ کورس آپ کو جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کے تاریخی، تہذیبی، لسانی اور ادبی ارتقا سے روشناس کرانے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کے مطالعے کے ذریعے آپ اس خطے کی تہذیبی و لسانی صورتِ حال، اردو زبان کے آغاز وفروغ اور اس کی تشکیل وترقی میں مختلف تاریخی وسماجی عوامل کے کردار سے واقف ہوں گے۔ اس کورس میں برصغیر میں اردو زبان کے پس منظر کے ساتھ جموں وکشمیر میں اردو کی آمد وفروغ کا جائزہ لیا جائے گا۔ صوفیائے کرام کی خدمات، مغلیہ تہذیب وزبان کے اثرات اور مختلف ادوار میں اردو زبان کی ترقی کو تاریخی تناظر میں سمجھنے کا موقع ملے گا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ، مہاراجہ رنبیر سنگھ اور مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے ادوار میں اردو زبان وادب کی صورتِ حال اور اس کے فروغ کے مختلف ذرائع کا بھی مطالعہ کیا جائے گا۔

یہ کورس آپ کو جموں وکشمیر میں اردو کی سرکاری ودرباری زبان کی حیثیت، اس کے تاریخی ارتقا اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے اردو کے فروغ سے بھی واقف کرائے گا۔ آزادی سے قبل مختلف غیر سرکاری اداروں کی ادبی ولسانی خدمات اور اردو زبان کے فروغ میں ان کے کردار کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ آپ اس خطے میں اردو صحافت اور دیگر ذرائع کی اہمیت سے بھی آگاہ ہوں گے۔

اس کتاب کے ذریعے آپ جموں وکشمیر میں اردو شاعری کے آغاز وارتقا، اہم شعراء اور افسانوی وغیر افسانوی ادب کی مختلف اصناف کا مطالعہ کریں گے۔ ناول، افسانہ، انشائیہ، سفرنامہ، خاکہ اور خودنوشت کے ساتھ دورِ جدید میں اردو کے فروغ کے لیے یونیورسٹیوں، دوردرشن اور دیگر اداروں کی خدمات کا بھی جائزہ لے سکیں گے۔ اس طرح یہ کورس آپ کو جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی مکمل تاریخی وادبی تصویر سمجھنے میں مدد دے گا۔

مجھے امید ہے کہ اس خود آموز مواد (Self Learning Materi)al کے بغور مطالعہ کے بعد آپ جموں وکشمیر میں اردو کی تاریخی

روایت، لسانی پس منظر، ادبی ارتقا، مہاراجا گلاب سنگھ، مہاراجا رنبیر سنگھ، مہاراجا پرتاپ سنگھ کے عہد اور مختلف ادوار میں اردو زبان وادب کی ترقی کے اسباب وعوامل کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے۔ مزید معلومات اور بہتر تفہیم مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم کے کتب خانے میں موجود متعلقہ حوالہ جاتی کتب سے بھی استفادہ کریں۔

آپ کی علمی ترقی اور کامیابی کے لیے نیک خواہشات۔

ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو

مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم

جموں یونیورسٹی، جموں

Syllabus and Courses of Studyin the Subject of Urdu under
NON-CBCS Scheme (CDOE)

SEMESTER- I
COURSE CODE URD-105

Examination to be held in December 2025,2026 and 2027

Title : Development of urdu language and literature in JK — Credits :4

(جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب)

Duration of Examination 2:30 hours — Maximum Marks : 100

a) Semester Exam : 70

b) Internal Assessment : 30

Objectives:

The purpose of this course is to acquaint thestudents with the development of urdu language and literature in the j&k state .An effort shall be made to make th estudents conversant with the various socio- cultural imperatives which led to the development of urdu language in the state.

Unit-I

۱۔جموں وکشمیر کا تہذیبی ولسانیاتی پس منظر

۲۔برصغیر میں اُردو زبان

۳۔جموں وکشمیر میں اُردو زبان

۴۔اُردو زبان کے فروغ میں صوفیائے اکرام کا حصہ

۵۔اُردو زبان پر مغلیہ تہذیب اور فارسی کے اثرات

Unit - II

۱۔مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد (1846-1857) میں مقامی زبانوں کا منظرنامہ

۲۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد (1857-1885) اور اُردو زبان وادب

۳۔اُردو زبان وادب کے فروغ میں بدیا بلاس سبھا اور بدیا بلاس اخبار کی خدمات

Unit-III

۱۔مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا عہد اور اُردو زبان

۲۔اُردو زبان کے فروغ میں بزمِ سخن جموں کا حصہ

۳۔اُردو جموں وکشمیر کی درباری وسرکاری زبان

۴۔جموں وکشمیر کی سرکاری زبان: تاریخی ارتقاء

۵۔آزادی سے قبل غیر سرکاری اداروں کی خدمات

Unit-IV

۱۔ریاست جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا آغاز وارتقاء

۲۔جموں وکشمیر کے نامور اُردو شعراء (رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی، حکیم منظور، عرش صہبائی)

۳۔جموں وکشمیر میں اُردو افسانوی ادب (ناول اور افسانہ)

۴۔جموں وکشمیر میں غیر افسانوی ادب (انشائیہ، سفرنامہ، خاکہ، خودنوشت)

۵۔جموں وکشمیر میں اُردو کے فروغ میں دوردرشن، یونیورسٹی کے اُردو شعبوں، کلچرل اکیڈمی اور مختلف غیر سرکاری انجمنوں کی خدمات

Internal Assessment carry 30% marks in each course .The format of the Internal Assessment Assignments is given below:

ASSIGNMENT 1:Long Answer Questions

Two questions : one each from unit 1 and unit 11 shall be given.And the learner has to attempt any one question in 800-1000 words.

Assignment 2;Short Answer Questions.

Three questions;one each from unit III,unit IV shall be given. And the learner has to attemt ant twwo questions one from unit III, Unit IV and one from Unit V in 350-450 words.

Mode of examination:-

There are four units in the course No:-201

Mode of the examination:-The term end examination shall carry 70%marks in each course.The format of the question paper is given below.

Term End Examination would be of 70marks.Two short type questions from unit I and II having 7marks each be asked.Two descriptive type questions from unit III and IV of 14marks each be asked .Two short type questions from unit III and IV having 7marks each be asked.14objectives type questions of 14 marks carrying 1 mark each be also asked from Unit III and IV.

حوالہ جاتی کتب:۔Books Recommended

۱۔	کشمیر میں اردو	عبدالقادر سروری
۲۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما	ڈاکٹر برج پریمی
۳۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۴۔	جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری
۵۔	ریاست میں اردو صحافت	صوفی محی الدین
۶۔	ڈاکٹر برج پریمی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر چمن لعل بھگت
۷۔	جموں وکشمیر میں اردو خودنوشت کی سمت ورفتار	ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ
۸۔	آج کل کشمیر نمبر	دہلی
۹۔	ماہنامہ تعمیر: جموں وکشمیر میں اردو ادب نمبر	جموں
۱۰۔	جموں وکشمیر میں اردو افسانہ	ڈاکٹر افتخار احمد
۱۱۔	ادب کے معمار (جموں وکشمیر اور اردو)	پروفیسر قدوس جاوید

فہرست

Unit-I

۱۔ جموں وکشمیر کا تہذیبی ولسانیاتی پس منظر ________ 8

۲۔ برصغیر میں اُردو زبان ________ 19

۳۔ جموں وکشمیر میں اُردو زبان ________ 32

۴۔ اُردو زبان کے فروغ میں صوفیائے اکرام کا حصہ ________ 45

۵۔ اُردو زبان پر مغلیہ تہذیب اور فارسی کے اثرات ________ 62

Unit - II

۶۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد (1857-1846) میں مقامی زبانوں کا منظر نامہ ________ 71

۷۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد (1885-1857) اور اُردو زبان وادب ________ 87

۸۔ اُردو زبان وادب کے فروغ میں بدیا بلاس سبھا اور بدیا بلاس اخبار کی خدمات ________ 97

Unit-III

۹۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا عہد اور اُردو زبان ________ 108

۱۰۔ اُردو زبان کے فروغ میں بزمِ سخن جموں کا حصہ ________ 121

۱۱۔ اُردو جموں وکشمیر کی درباری وسرکاری زبان ________ 130

۱۲۔ جموں وکشمیر کی سرکاری زبان: تاریخی ارتقاء ________ 142

۱۳۔ آزادی سے قبل غیر سرکاری اداروں کی خدمات ________ 154

Unit-IV

۱۴۔ ریاست جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا آغاز وارتقاء ________ 167

۱۵۔ جموں وکشمیر کے نامور اُردو شعراء (رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی، حکیم منظور، عرش صہبائی) ________ 178

۱۶۔ جموں وکشمیر میں اُردو افسانوی ادب (ناول اور افسانہ) ________ 192

۱۷۔ جموں وکشمیر میں غیر افسانوی ادب (انشائیہ، سفرنامہ، خاکہ، خودنوشت) ________ 215

۱۸۔ جموں وکشمیر میں اُردو کے فروغ میں دوردرشن، یونیورسٹی کے اُردو شعبوں،
کلچرل اکیڈمی اور مختلف غیر سرکاری انجمنوں کی خدمات ________ 228

سبق نمبر:ا:۔ جموں وکشمیر کا تہذیبی ولسانیاتی پس منظر

ساخت:۔

1.0۔اغراض ومقاصد

1.1۔تعارف

1.2۔جموں وکشمیر کا تہذیبی پس منظر

1.3۔جموں وکشمیر کا لسانیاتی پس منظر

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

1.4۔عمومی جائزہ

1.5۔فرہنگ

1.6۔نمونہ امتحانی سوالات

1.7۔مشقی سوالات

1.8۔مشقی سوالات کے جوابات

1.9۔امدادی کتب

1.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر کے تہذیبی ولسانیاتی پس منظر سے واقف ہوں گے۔ خطے کے قدیم تہذیبی اور لسانی روابط کو جانیں گے۔ آریائی تہذیب اور

ہندآریائی زبانوں کے باہمی تعلق کو سمجھیں گے۔ کشمیر کی قدیم تہذیبی روایت، ویدی اور بدھ مت کے اثرات سے آگاہ ہوں گے۔ راج ترنگنی کی تاریخی اور تہذیبی اہمیت کو سمجھیں گے اور کشمیر میں صوفیاء، ریشیوں، علماء اور ادباء کی علمی، دینی، اخلاقی اور تہذیبی خدمات سے واقف ہوں گے۔ فارسی اور کشمیری زبان وادب کے فروغ میں ان کے کردار کو جانیں گے۔ جموں وکشمیر کے مختلف علاقوں میں اسلامی تہذیب وثقافت کے اثرات کو سمجھیں گے۔ اردو زبان کے تہذیبی اور لسانی کردار سے آگاہ ہوں گے، گنگا جمنی تہذیب کی خصوصیات اور اس کی اہمیت کو سمجھیں گے اور جموں و کشمیر کی مشترکہ تہذیبی ولسانی میراث کے تحفظ اور فروغ کی ضرورت سے واقف ہوں گے۔

1.1۔تعارف:۔

جموں وکشمیر برصغیر کی ایک ایسی سرزمین ہے جس کی تہذیبی اور لسانی تاریخ نہایت قدیم، متنوع اور رنگا رنگ رہی ہے۔ اس خطے کے تہذیبی روابط ہندوستان کے مختلف علاقوں کے ساتھ قدیم زمانے سے قائم رہے ہیں، جس کے نتیجے میں یہاں مختلف تہذیبی، مذہبی اور لسانی اثرات باہم مل کر ایک منفرد تہذیبی شناخت کی تشکیل کرتے رہے۔ ویدی عہد، بدھ مت، ہندو مت اور بعد ازاں اسلامی تہذیب وثقافت نے کشمیر کی سماجی زندگی، رسم ورواج، فکر ونظر اور زبان وادب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ فارسی اور کشمیری زبان وادب کی ترقی کے ساتھ ساتھ صوفیاء، ریشیوں، علماء اور ادباء کی علمی وادبی خدمات نے بھی اس خطے کی تہذیبی زندگی کو وسعت اور گہرائی عطا کی۔

جموں وکشمیر کی تہذیبی شناخت کی ایک نمایاں خصوصیت اس کی ملی جلی اور ہم آہنگ ثقافت ہے، جس میں مختلف مذاہب، زبانوں اور تہذیبی روایات کے عناصر باہم پیوست نظر آتے ہیں۔ صوفیاء اور ریشیوں کی انسان دوستی، رواداری، اخوت اور امن وآشتی کی تعلیمات نے اس مشترکہ تہذیب کو مزید مضبوط کیا، جب کہ اردو زبان نے مختلف علاقوں اور تہذیبی گروہوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اردو، فارسی، کشمیری، ہندی اور دیگر لسانی اثرات کے باہمی امتزاج نے جموں وکشمیر کے ادبی اور تہذیبی منظر نامے کو ایک منفرد رنگ عطا کیا۔ اسی لیے جموں وکشمیر کے تہذیبی ولسانیاتی پس منظر کا مطالعہ اس خطے کی تاریخی شناخت، مشترکہ ثقافتی ورثے اور باہمی رواداری کی روایت کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم ہے۔

1.2۔جموں وکشمیر کا تہذیبی پس منظر:۔

ریاست جموں وکشمیر کا برصغیر کی دیگر ریاستوں کے ساتھ تہذیبی اور لسانی رشتہ بہت ہی قدیم زمانے سے رہا ہے، جو بہت دل چسپ بھی

ہے اور رنگین بھی، اس لیے شمالی ہندوستان کی دوسری بہت ساری ریاستوں کی طرح اس ریاست میں بھی زیادہ تر آرین خاندان کے لوگ آباد ہیں۔ایک ہی محنتی، حسین اور ذہین نسل سے تعلق رکھنے کے سبب ہماچل پردیش، پنجاب، ہریانہ اور اتر پردیش کے لوگوں کی زبانیں بھی ہند ایرانی زبانوں کی کسی نہ کسی شاخ سے رشتہ رکھتی ہیں، جو ان تمام ریاستوں میں پھیلے ہوئے قدیم آریوں کے اُس مشترکہ گھر اور تہذیب کی یاد تازہ کرتی ہیں، جسے قدیم تاریخوں اور تذکروں میں ایرانو یج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

''ایرانو یج'' سے نکل کر افغانستان کے ہندوکش پہاڑی سلسلوں سے ہوتے ہوئے آریوں کا کون سا خاندان کب پنجاب میں آ کر آباد ہوا اور کب کشمیر میں، اس حوالے سے قطعیت کے ساتھ کچھ کلام کرنا مشکل ہے۔مشہور یورپی محقق سر جارج گریرسن نے اپنی تصنیف "Linguistic Survey Of India" میں کشمیری، اردو، ہندی، پنجابی اور بنگالی وغیرہ کو شورسینی اوراپ بھرنش کی بیٹیاں بتایا ہے۔ ان کے نظریے کے مطابق ان زبانوں کا تعلق ہند آریائی زبانوں کے گروہ کے ساتھ ہے۔ڈاکٹر چڑجی اور ڈاکٹر سدھیشور ورما جیسے محققین بھی اس حوالے سے گریرسن کی ہی تائید کرتے معلوم ہوتے ہیں۔جمیل جالبی نے بھی اپنی مشہور کتاب ''تاریخ ادب اردو'' میں گریرسن کی تائید کی ہے۔

اس لسانی تعلق پر بعد کے تجارتی اور تہذیبی اثرات کیا پڑے، اس پر بحث چھیڑنے سے پہلے یہ امر ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ شمالی علاقوں کی مشترکہ تہذیبی میراث اور ماقبل تاریخ رشتوں پر جو روشنی چاروں ویدوں کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے، اُس کو برصغیر ہند کی پہلی قابلِ قدر تاریخی دستاویز ''راج ترنگنی'' مزید واضح کرتی ہے۔کشمیری نژاد کلہن پنڈت کی یہ تصنیف ہندوستان کی دیگر ریاستوں کے باشندوں اور قدیم کشمیریوں کی ملی جلی تہذیب اور مشترکہ عقائد و اوہام کے علاوہ کشمیریوں کی عادات و رسومات کا بھی مفصل بیان کرتی ہے۔اس اعتبار سے اس تاریخی کتاب کی اہمیت وافادیت کشمیر کی قدیم ترین دستیاب تحریر ''نیل مت پوران'' سے بھی دوچند ہو جاتی ہے۔یہ بات دوسری ہے کہ راج ترنگنی کی عبارت تاریخی نثر سے ہٹ کر سنسکرت شاعری کے اُن مشہور نمونوں میں شامل کی جاتی ہے جن کو اُس دور کے ذہین ترین کشمیریوں کی دین سمجھا جاتا ہے۔

جب سارے ہندوستان میں سنسکرت کا طوطی بول رہا تھا، اعلیٰ پایہ کا سنسکرت لٹریچر نصف سے زیادہ حصہ صرف کشمیر میں تیار کیا گیا۔اس تاریخی و تحقیقی کام میں آنند وردھن، ابھنو گپت اور مَمّٹ کے کارنامے آج بھی پوری دنیا میں عزت کی نگاہوں سے صرف دیکھے ہی نہیں جاتے بلکہ سراہائے بھی جاتے ہیں۔یہاں تک کہ آنند وردھن کی تصنیف ''دھونیہ لوک'' سے دنیا بھر کے اہم ماہرین لسانیات نے اثرات بھی قبول کیے ہیں۔ اُس عہد میں کشمیر کو علم کا ایک عظیم مرکز مان کر شاردا پیٹھ کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا۔صرف یہی نہیں بلکہ ''شاردا پیٹھ'' کہلانے سے کئی صدیاں پہلے بھی کشمیر کو بدھ دھرم کی تعلیمات و اشاعت کا ایک بڑا مرکز ہونے کا اعزاز حاصل رہا ہے۔اس وقت مہاراجہ اشوک اعظم کا عہد دل پذیر تھا۔

اس اعزاز کی اہمیت مہاراجہ کنشک کے زمانے میں اور بھی بڑھ گئی جب چوتھی صدی عیسوی میں عالمی سطح کی چوتھی کانفرنس کشمیر میں منعقد کی گئی۔اس کانفرنس میں پڑوسی ممالک سے آنے والے بودھ عالموں کے ساتھ دیگر لوگوں کے علاوہ فاہیان جیسے چینی سیاح بھی شامل ہوئے تھے۔

مہاتما بدھ کے اہنسا پرمبنی عدم تشدد کے نظریے پر مشتمل تعلیمات کا مرکز بن جانے کے بعد کشمیر کے بدھ پرچارک چین، جاپان، افغانستان، ترکستان، جاوااور سماٹرا جیسے دور اور نزدیک علاقوں میں جاتے رہے۔ان کا کام تھا کہ وہ ان علاقوں میں جا کر اہسپتال کھولتے تھے اور رفاہِ عام کے دیگر کاموں سے ہزاروں انسانوں کے دل کسی طرح جیت لیتے تھے۔اس حوالے سے کئی تحقیقی مقالے رقم ہوئے ہیں۔ان مقالوں میں اور بحثوں کے علاوہ قدیم ہندوستان کے پرانے کول اور دراوڑ نام کے باشندوں کی مانندان قدیم کشمیری خاندانوں کی تہذیب اور رہن سہن پر بھی بہت سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے،جن کو ایران کے نقشِ رستم کے ساتھ بڑی حد تک ملتے جلتے آثارِ قدیمہ کے ناتے برزہ ہامہ اور ہاپتھ نار میں پائے گئے۔آثار کو ترک کرنے والا سمجھ کرناگ اور پشاچ جیسے قدیم ناموں سے یاد کیا گیا ہے اور انہیں کشمیر کے اصلی باشندے سمجھا گیا ہے۔سانپوں کی پوجا کرنے اور کچا گوشت کھانے والے ناگوں اور پشاچوں کے ساتھ آسام جیسے علاقوں کے باشندے کتنا قدیم اور گہرا تعلق رکھتے ہیں۔بالخصوص اس لحاظ سے کہ بدھ مت اور شومت سے گزر کر بھی ہندوستان کی دوسری ریاستوں کے موقعے پر ہی مچھلی اور گوشت کثرت سے نہیں کھاتے بلکہ عام دنوں میں بھی انڈا، گوشت، مچھلی اور مرغ کھاتے رہتے ہیں۔

1.3۔جموں وکشمیر کا لسانیاتی پس منظر

لگ بھگ دسویں صدی عیسوی کے بعد جب ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے تہذیبی وثقافتی اور تجارتی تعلقات مسلمانوں کی زیرِ حکومت عرب، ایران اور ترکستان کے بعض علاقوں کے ساتھ بہت بڑھ گئے تو اُن ہندوستانی علاقوں پر مسلمان صوفیوں، مبلغوں، عالموں، فاضلوں اور دانشوروں کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ گویا وہ ریاستیں بڑی حد تک اسلامی تہذیب وثقافت کے رنگ میں ہی رنگ گئیں۔اگلی تین چار صدیوں سے پورے ہندوستان، خصوصیت کے ساتھ دکن، لاہور، دہلی اور پنجاب جیسے علاقہ جات اُسی طرح سے اسلامی تعلیمات کے روشن مرکز بن گئے جس طرح پہلے زمانوں میں وہ بدھ مت اور ہندومت کی تعلیمات کے مرکز رہ چکے تھے۔اُن تمام زرخیز اور مردم خیز علاقوں میں انسان دوستی، آپسی بھائی چارہ اور ملنساری کی جو روشنی خاص طور پر حضرت داتا گنج علی ہجویری، حضرت معین الدین چشتی خواجہ اجمیری، نظام الدین اولیاء دہلوی، حضرت شیخ سلیم چشتی، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور حضرت شاہ بوعلی قلندر جیسے بلند پایہ روحانی مرشدوں اور بزرگ صوفیوں نے پھیلائی، انہیں صوفیاء کی تعلیمات کو بھگتی تحریک سے وابستہ بابا فرید، بلے شاہ، گرونانک اور کبیر جیسے سادھوؤں اور سنتوں نے کئی نئی جہتوں سے ہم کنار کیا۔

جموں و کشمیر میں یہ روشنی قدرے تاخیر سے پہنچی۔ جب کشمیر میں حضرت سید عبدالرحمٰن بلبل شاہ، حضرت سید حسین سمنانی اور شاہ ہمدان، حضرت میر سید علی ہمدانی جیسے دینی عالم و فاضل اور مبلغ و صوفیا چودھویں صدی عیسوی کی پہلی چار دہائیوں کے دوران یکے بعد دیگرے کشمیر میں وارد ہوئے۔ ان بزرگوں کے بعد اگلی دو صدیوں تک اُن کے تبلیغی مشن کو یہاں شیخ العالم نورالدین ریشی، حضرت سلطان العارفین، شیخ حمزہ مخدوم اور شیخ یعقوب صرفی جیسے روحانی کمالات والے بزرگوں نے اعلیٰ پایہ انسانیت آموز، ذہن ساز اور دل نواز مشن جان کر اس قدر مقبول بنادیا کہ فارسی زبان وادب کو رواج اور ترقی بخشنے والے عالموں اور شاعروں کی بدولت شاردا پیٹھ نام سے موسوم کشمیر اب ایرانِ صغیر کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ان ہی کے شانہ بہ شانہ، انسان دوستی اور امن و آشتی کی آبیاری کرنے والے مذکورہ صوفیوں اور ریشیوں کی دل نوازی سے کشمیر اب پیرہ وار اور ریشی وار یعنی پیرو مرشد قسم کے لوگوں کا تربیت کردہ علاقہ اور ریشیوں کی خدمتِ انسانی کا آئینہ دار علاقہ بھی کہلانے لگا۔

لسانی پیش رفت کی رو سے اور ادبی کارناموں کے اعتبار سے بھی جو خدمات طوطیِ ہند امیر خسرو، بلبلِ ہند مرزا غالب، سرسید احمد خان اور شمس العلماء مولانا حالی اور مولانا شبلی جیسے شاعروں اور عالموں نے ہندوستان کی دوسری ریاستوں میں انجام دی ہیں، ویسی ہی خدمات کشمیر میں لال عارفہ اور شیخ العالم کے بعد خواجہ حبیب اللہ حبی، ملا حسن فانی۔ غنی کشمیری، محمود گامی، مومن صاحب اور شمس فقیر جیسے صوفی شاعروں نے فارسی اور کشمیری زبانوں کو اپنا ذریعہ اظہار بنایا اور اپنی لسانی اور اخلاقی وتہذیبی خدمات انجام دیں۔ صوبہ جموں کے مختلف اضلاع ڈوڈہ، ضلع پونچھ، ضلع راجوری وغیرہ میں بھی اسلامی صوفی اور عالموں نے اسلامی اور متصوفانہ تعلیمات کی تبلیغ کی ہے۔ ضلع کشتواڑ میں حضرت شاہ فریدالدین بغدادی، راجوری میں حضرت بابا غلام شاہ بادشاہ، حضرت بابا مستان شاہ غازی، اور ضلع جموں میں حضرت بابا روشن شاہ ولی، حضرت بابا بڈن شاہ وغیرہ نے خاص طور پر اسلامی اخلاقی تعلیمات کے فروغ میں ایک قابلِ قدر کام سرانجام دیا ہے۔

علاوہ ان کے شاہ عالم جیسے درجنوں مبلغوں اور درویشوں نے انسانی اقدار کو تقویت دینے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان تمام روحانی بزرگوں کی کوششوں سے جہاں مہاتما بدھ کے وہاروں کے حوالے سے بھارت ملک کو گنگا جمنی تہذیب جیسی روشن تہذیب وثقافت ملی ہے، وہاں اس تہذیب کی سب سے زندہ اور ملی جلی علامت کا درجہ رکھنے والی وہ اردو زبان بھی ملی ہے جو فارسی کی جانشین ہونے کے ساتھ سنسکرت اور ہندی الفاظ کو بھی اپنانے والی ایک زندہ، فعال اور سیکولر زبان ہے۔ شومیہ قسمت ہے کہ دنیا کو اہنسا کی تعلیم دینے، امن و آشتی کے گیت گانے اور صوفیوں کی درگاہوں میں قوالیوں پر وجد کرنے والے اس ملک کے باشندے آئے دن جنگی جنون کا شکار ہو جاتے ہیں۔ انگریز ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کے ایجنڈے پر عمل کر کے ہندوستان کو ایک صدی تک غلام بنائے رکھنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ لیکن آزادی کی آدھی صدی بعد

بھی دیوالی اور عید جیسی مقدس تقریبات مل جل کر منانے والے بھارت کے باشندے اپنے بزرگوں کی تعلیمات اور تہذیب وثقافت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ ہماری ریاست جموں وکشمیر کو لکھنپور سے لے کر لداخ تک اور کشتواڑ، ڈوڈہ سے لے کر راجوری، پونچھ اوراڑی، کرناہ وکپواڑہ تک کی تہذیب وثقافت کو اگر کوئی زبان جوڑنے والی ہے تو وہ صرف اور صرف اردو زبان ہے۔ ہندی اور اردو کوئی الگ نہیں ہیں بلکہ دونوں زبانیں بہنیں ہیں اور دونوں مل جل کر اپنی گنگا جمنی تہذیب کی حفاظت کی ضامن ہیں۔ ہمارے لیے یہ ناگزیر ہوگیا ہے کہ ہم سب سچے دل سے اپنے یہاں پروان چڑھی ہوئی ملی جلی ثقافت کو زندہ رکھنے اور آگے بڑھانے کی کوشش کریں تاکہ ہماری نئی نسلیں اپنی لسانی ساختوں، تہذیبی علامت کے ساتھ اپنے ملک کو مضبوط بنانے کے علاوہ امنِ عالم کو ممکن بنانے میں بھی اپنا گراں قدر حصہ شامل کرسکیں۔ ہمارے پاس اب بھی وقت ہے۔ عالمی سطح پر ہماری ملی جلی ثقافت وتہذیب کو ہمارے ہی ہاتھوں دفنانے والی سازشوں کو پہچان کر ہم اپنی مشترکہ تہذیب کے دل نواز اور تعمیری عناصر کو پہچانیں اور مختلف سطحوں پر اُن کو پہنچنے والے امکانی خطروں کا دوراندیشی سے کام لے کر ایسا پیشگی سدِّ باب کریں تاکہ نہ تو ترقی کی راہ پر ہمارے قدم رکنے پائیں اور نہ ہی تہذیبی قومیت کے نام پر بانٹی جانے والی نفرت یا علم کے نام پر پھیلائی جانے والی جہالت ہمیں اپنی لپیٹ میں لے سکے اور نہ ہی ہماری زبان وادب کو مالا مال کرنے والی غزل، مثنوی، رباعی، بھجن، قوالی اور گیت جیسی وراثت کی روشن قندیلیں ہمیں صرف اس لیے فرسودہ اور پرانی لگنے لگیں کہ وہ مفکرّت، عربی، فارسی یا اردو سے لی گئی ہے۔ اگر ہم انفرادی سطح پر اور اجتماعی سطح پر بھی اس بیش بہا تہذیبی میراث کا عرفان پائیں اور اس کے حوالے سے اپنی اپنی دانشمندانہ روش کا مظاہرہ کر پائیں تو ہم صرف اپنے دانشمند شعراء اور ادباء کی آواز میں آواز ملانے میں فخر محسوس کریں گے کہ:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہندوستاں ہمارا

یہاں تک ہی نہیں بلکہ خود کو روشن ضمیر اور زندہ دل صوفیوں اور سنتوں کی عطا کردہ انسان دوستی کی بصیرت کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی روحانی آواز کو سننے کی کوشش کرنی ہوگی۔

چشتی نے جس زمیں میں پیغامِ حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا

تا تاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا !
جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے
مرکزِ فتنہ سازوں کے مندر، مسجد، گرجا، گھر

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''جموں وکشمیر کا تہذیبی و لسانیاتی پس منظر'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 1.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

اس ۔۔۔۔۔تعلق پر بعد کے تجارتی اور تہذیبی اثرات کیا پڑے، اس پر بحث چھیڑنے سے پہلے یہ امر ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ ۔۔۔۔۔علاقوں کی مشترکہ تہذیبی میراث اور ماقبل تاریخ رشتوں پر جو روشنی چار ویدوں کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے، اُس کو ۔۔۔۔ ہند کی پہلی قابلِ قدر تاریخی دستاویز ''راج ترنگنی'' مزید واضح کرتی ہے۔

1.4۔عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر کا تہذیبی و لسانیاتی پس منظر نہایت قدیم، وسیع اور متنوع ہے۔ اس خطے کے ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے ساتھ تہذیبی اور لسانی روابط قدیم زمانے سے قائم رہے ہیں۔ مختلف ادوار میں آریائی تہذیب، ویدی روایات، ہندومت، بدھ مت اور اسلامی تہذیب و ثقافت نے کشمیر کی اجتماعی زندگی، رہن سہن، عقائد، رسوم و رواج، فکر و نظر اور زبان و ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہی مختلف تہذیبی اور لسانی اثرات باہم مل کر جموں وکشمیر کی ایک ایسی مشترکہ اور ملی جلی تہذیب کی تشکیل کا سبب بنے جس میں مختلف مذاہب، زبانوں اور ثقافتوں کے عناصر نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے کشمیر کی تہذیبی شناخت کسی ایک مذہب یا زبان تک محدود نہیں بلکہ صدیوں کے تاریخی میل جول اور

باہمی تعامل کا نتیجہ ہے۔قدیم کشمیر علمی اور تہذیبی اعتبار سے بھی برصغیر کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ویدی روایات سے لے کر راج ترنگنی تک کشمیر کی قدیم تاریخ اور تہذیبی زندگی کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں۔راج ترنگنی نہ صرف کشمیر کی تاریخ کو سمجھنے کے لیے اہم ہے بلکہ اس سے قدیم کشمیری معاشرے کے عقائد، عادات، رسومات اور تہذیبی زندگی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔کشمیر میں بدھ مت کے فروغ نے بھی اس خطے کو علم و تعلیم اور مذہبی افکار کا ایک اہم مرکز بنا دیا تھا۔اشوک اور کنشک کے ادوار میں کشمیر کی علمی و مذہبی اہمیت مزید بڑھی اور یہاں سے بدھ مت کی تعلیمات دوسرے علاقوں تک پہنچیں۔اسی طرح سنسکرت زبان و ادب کے فروغ میں بھی کشمیر کے اہلِ علم اور ادیبوں نے نمایاں خدمات انجام دیں، جن کے علمی و ادبی کارناموں کی اہمیت آج بھی تسلیم کی جاتی ہے۔

بعد کے زمانے میں عرب، ایران اور ترکستان کے ساتھ ہندوستان کے تجارتی، تہذیبی اور مذہبی روابط بڑھے تو اسلامی تہذیب و ثقافت کے اثرات بھی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیلنے لگے۔صوفیاء، علماء، مبلغین اور دانشوروں نے محبت، انسان دوستی، اخوت، رواداری اور امن و آشتی کی تعلیمات کو عام کیا۔جموں و کشمیر میں یہ اثرات خصوصاً چودھویں صدی عیسوی کے بعد نمایاں ہوئے۔بلبل شاہ، سید حسین سمنانی، میر سید علی ہمدانی، نورالدین ریشی، شیخ حمزہ مخدوم اور یعقوب صرفی جیسے بزرگوں نے مذہبی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور انسانی اقدار کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ان بزرگوں کی تعلیمات نے کشمیر کے معاشرے میں ایک ایسی روحانی اور اخلاقی فضا پیدا کی جس میں مذہبی رواداری، بھائی چارہ، انسان دوستی اور باہمی احترام کو اہمیت حاصل ہوئی۔کشمیر کی تہذیبی ترقی میں فارسی زبان و ادب کا بھی اہم مقام ہے۔صوفیاء، علماء اور شعراء نے فارسی کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا اور اسے علمی و ادبی زبان کے طور پر فروغ دیا۔بعد میں کشمیری زبان نے بھی ادبی اظہار کے میدان میں نمایاں ترقی کی اور مختلف صوفی شعراء اور ادباء نے اپنی فکری، اخلاقی اور تہذیبی اقدار کو زبان و ادب کے ذریعے عوام تک پہنچایا۔اسی تہذیبی اور لسانی امتزاج کے نتیجے میں کشمیر کو ایرانِ صغیر جیسے القاب سے بھی یاد کیا گیا۔جموں کے مختلف علاقوں، خصوصاً ڈوڈہ، کشتواڑ، راجوری اور پونچھ میں بھی صوفیاء اور علماء نے اسلامی اور اخلاقی تعلیمات کے فروغ میں اہم خدمات انجام دیں، جس سے پورے خطے کی تہذیبی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

اس پورے تہذیبی سفر میں اردو زبان کو بھی ایک خاص اہمیت حاصل ہوئی۔اردو نے فارسی، عربی، سنسکرت، ہندی اور دیگر مقامی زبانوں کے الفاظ اور اثرات کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسی زبان کی صورت اختیار کی جو مختلف تہذیبی اور لسانی گروہوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے کا ذریعہ بنی۔جموں و کشمیر کے مختلف علاقوں کے درمیان لسانی رابطے میں بھی اردو نے اہم کردار ادا کیا۔اس لیے اردو کو اس خطے کی ملی جلی تہذیب کی ایک اہم علامت قرار دیا جا سکتا ہے۔اردو کی یہی وسعتِ قلبی اور مختلف زبانوں سے استفادہ کرنے کی صلاحیت اسے گنگا جمنی تہذیب کے اظہار کا

موثر وسیلہ بناتی ہے۔

جموں وکشمیر کی تہذیب صدیوں کے تاریخی میل جول، مذہبی رواداری، لسانی تعامل اور مشترکہ انسانی اقدار کی پیداوار ہے۔ اس تہذیب میں ہندو، بدھ، اسلامی، صوفی اور ریشی روایات کے اثرات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ غزل، مثنوی، رباعی، بھجن، قوالی اور گیت جیسی ادبی وثقافتی اصناف اسی مشترکہ تہذیبی ورثے کی روشن علامتیں ہیں۔ موجودہ دور میں اس مشترکہ تہذیب اور لسانی ورثے کا تحفظ نہایت ضروری ہے، کیونکہ یہی ورثہ مختلف طبقوں اور علاقوں کے درمیان محبت، اخوت، رواداری اور باہمی احترام کو مضبوط کرتا ہے۔ نئی نسل کو اس تہذیبی اور لسانی میراث سے روشناس کرانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی تاریخ، زبان، ثقافت اور مشترکہ اقدار کو سمجھ سکے اور انہیں آئندہ نسلوں تک منتقل کر سکے۔ اس طرح جموں وکشمیر کی تہذیبی ولسانیاتی روایت نہ صرف اس خطے کی شناخت کو محفوظ رکھ سکتی ہے بلکہ ملک کی مشترکہ تہذیب، قومی یکجہتی اور امن وآشتی کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔

1.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
تہذیبی	:	ثقافتی، تمدنی
لسانیاتی	:	زبان سے متعلق
برصغیر	:	برصغیر ہندو پاک کا خطہ
آریائی	:	قدیم آریا نسل سے متعلق
مشترکہ	:	سب کا، ملی جلی
ماقبلِ تاریخ	:	تاریخ سے پہلے کا زمانہ
قطعیت	:	یقین، حتمیت
تصنیف	:	لکھی ہوئی کتاب
سیر حاصل	:	بھرپور، جامع
تہذیبی میراث	:	ثقافتی ورثہ

متصوفانہ : تصوف سے متعلق

تبلیغ : دین یا کسی نظریے کی تعلیم واشاعت

اخوت : بھائی چارہ

رواداری : برداشت، تحمل

سدِّ باب : روک تھام، راستہ بند کرنا

1.6 نمونہ امتحانی سوالات:۔

ا۔جموں وکشمیر کے تہذیبی ولسانیاتی پس منظر پر تفصیلی مضمون لکھیے؟

۲۔جموں وکشمیر کی تہذیبی تشکیل میں بدھ مت، ہندومت اور اسلامی تہذیب وثقافت کے اثرات پر تفصیل سے روشنی ڈالیے؟

۳۔جموں وکشمیر میں صوفیاء، ریشیوں، علماء اور ادباء کی تہذیبی ولسانی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیجیے؟

۴۔جموں وکشمیر کی مشترکہ تہذیب کے فروغ میں اردو زبان کے کردار پر تفصیلی بحث کیجیے؟

1.7 مشقی سوالات:۔

سوال:1 جموں وکشمیر کی تہذیبی ولسانیاتی شناخت کن مختلف تہذیبی اور لسانی اثرات کے باہمی امتزاج سے تشکیل پائی؟

سوال:2 جموں وکشمیر کی مشترکہ تہذیب کے فروغ میں صوفیاء اور اردو زبان نے کیا کردار ادا کیا؟

1.8_۔مشقی سوالات کے جوابات:۔

1۔ جموں وکشمیر کی تہذیبی ولسانیاتی شناخت ہندو، بدھ اور اسلامی تہذیبی روایات کے ساتھ فارسی، عربی، سنسکرت، ڈوگری، کشمیری اور اردو زبانوں کے باہمی اثرات سے تشکیل پائی۔ان مختلف اثرات نے یہاں کی تہذیب کوکثیر الثقافتی اور متنوع بنایا۔

2۔ صوفیا نے محبت، رواداری، امن اور انسان دوستی کے پیغام کے ذریعے مختلف طبقات کوقریب لانے میں اہم کردار ادا کیا۔اردو زبان نے مختلف لسانی وتہذیبی گروہوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بن کر مشترکہ تہذیب کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(جوابات سرگرمی:۔ا۔لسانی،۲۔شمالی،۳۔برصغیر)

1.9۔امدادی کتب:۔

۱۔ کشمیر میں اردو — عبدالقادر سروری

۲۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما — ڈاکٹر برج پریمی

۳۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل — پروفیسر شہاب عنایت ملک

۴۔ جموں وکشمیر میں اردو ادب — پروفیسر حامدی کاشمیری

۵۔ ریاست میں اردو صحافت — صوفی محی الدین

۶۔ ڈاکٹر برج پریمی کی ادبی خدمات — ڈاکٹر چمن لعل بھگت

۷۔ جموں وکشمیر میں اردو خودنوشت کی سمت ورفتار — ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ

۸۔ آج کل کشمیر نمبر — دہلی

۹۔ ماہنامہ تعمیر: جموں وکشمیر میں اردو ادب نمبر — جموں

۱۰۔ جموں وکشمیر میں اردو افسانہ — ڈاکٹر افتخار احمد

۱۱۔ ادب کے معمار (جموں وکشمیر اور اردو) — پروفیسر قدوس جاوید

سبق نمبر:۲:۔ برصغیر میں اُردو زبان

ساخت:

2.0 اغراض
2.1 تعارف
2.2 برصغیر میں اُردو زبان
2.3 آزادی کے بعد اردو ادب
سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)
2.4 عمومی جائزہ
2.5 فرہنگ
2.6 نمونہ امتحانی سوالات
2.7 مشقی سوالات
2.8 مشقی سوالات کے جوابات
2.9 امدادی کتب

2.0 اغراض ومقاصد :۔

اس سبق میں آپ:۔

برصغیر میں اردو زبان کی ابتدا، ارتقا اور تاریخی پس منظر سے واقف ہوں گے۔ اردو زبان کے وجود میں آنے کے اسباب اور اس کی

تشکیل میں عربی، فارسی، ترکی اور مقامی بولیوں کے باہمی میل جول کی اہمیت کو سمجھ جائیں گے۔ لفظ "اردو" کے معنی اور اس کے تاریخی استعمال کے بارے میں جان سکیں گے۔ دہلی اور اس کے آس پاس کی بولیوں کے اردو کی ابتدائی تشکیل پر اثرات سے آگاہ ہوں گے۔ ہندی، ہندوی، دہلوی، ریختہ اور اردو کے باہمی تعلق کو سمجھ سکیں گے۔ دکن اور گجرات میں اردو کی ابتدائی صورتوں اور وہاں اس کے فروغ کی مختلف منزلوں سے واقفیت حاصل کریں گے۔ صوفیائے کرام اور درویشوں کی خانقاہوں سے اردو کے فروغ میں ہونے والے اہم کردار کو جان سکیں گے۔ امیر خسرو اور دیگر ابتدائی شعراء کی خدمات اور اردو کی ترویج میں ان کی اہمیت کو سمجھ سکیں گے۔ شمالی ہند میں اردو کے ارتقاء اور دہلی کو اردو کے ابتدائی ادبی مرکز کی حیثیت حاصل ہونے کے اسباب سے واقف ہوں گے۔ حاتم، آبرو، مظہر جانِ جاناں، میر، سودا، درد اور سوز جیسے شعراء کی ادبی خدمات اور اردو شاعری کی ترقی میں ان کے کردار کو سمجھ سکیں گے۔ لکھنو کے اردو زبان و ادب کے اہم مرکز بننے اور آتش، ناسخ، انیس اور دبیر کی ادبی خدمات سے آگاہ ہوں گے۔ فورٹ ولیم کالج اور دیگر اداروں کے قیام سے اردو نثر کو ملنے والے فروغ کو جان سکیں گے۔ ذوق، غالب، مومن، شیفتہ، حالی، آزاد، سرسید، علامہ اقبال اور جوش کی اردو ادب کے ارتقا میں خدمات کو سمجھ سکیں گے۔ آزادی کے بعد اردو ادب میں ہجرت، تقسیمِ ہند، فسادات، اجتماعی کرب، ماضی پرستی، نئے وطن کے مسائل اور انسان دوستی جیسے موضوعات کے پیدا ہونے کی وجوہ سے واقف ہوں گے۔ پاکستان میں اردو کے قومی زبان کی حیثیت اور ہندوستان میں اس کے آئینی مقام کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں گے۔ اردو کی موجودہ صورتِ حال اور دنیا کے مختلف ممالک میں اس کے فروغ کو سمجھ سکیں گے اور اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے کہ اردو برصغیر کی مشترکہ تہذیب، ثقافتی وراثت، ادبی عظمت اور باہمی رابطے کی ایک اہم زبان ہے۔

2.1 تعارف:۔

اردو برصغیر ہند و پاک کی ایک اہم، قدیم اور تاریخی زبان ہے۔ اس زبان نے صدیوں کے دوران مختلف تہذیبوں، معاشرتی طبقات، مذاہب اور زبانوں کے باہمی میل جول سے ترقی کی اور اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی۔ اردو صرف اظہارِ خیال اور باہمی رابطے کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ اس نے برصغیر کی مشترکہ تہذیب، رواداری، محبت اور باہمی تعلقات کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس کی تاریخ برصغیر کی سیاسی، سماجی، مذہبی اور ثقافتی تاریخ سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اردو کی تشکیل کسی ایک فرد، ادارے یا مخصوص تحریک کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ یہ ایک طویل تاریخی اور سماجی عمل کے ذریعے وجود میں آئی۔ مسلمانوں کی آمد اور مختلف علاقوں میں ان کے قیام کے نتیجے میں عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا مقامی بولیوں کے ساتھ میل جول ہوا۔ دہلی اور اس کے گرد و نواح میں مختلف زبانیں بولنے والے افراد ایک دوسرے کے قریب آئے تو باہمی رابطے کے لیے ایک

ایسی زبان کی ضرورت پیدا ہوئی جسے مختلف طبقے آسانی سے سمجھ سکیں۔اسی معاشرتی ضرورت نے ایک ملی جلی زبان کی تشکیل کی، جومختلف ادوار سے گزرتی ہوئی آگے چل کراردو کے نام سے معروف ہوئی۔

اردو کی ابتدائی صورت کومختلف ادوار میں ہندی، ہندوی، دہلوی اور ریختہ جیسے ناموں سے بھی یاد کیا گیا۔اس کی تشکیل میں کھڑی بولی، برج بھاشا، پنجابی اور دوسری مقامی بولیوں کا اہم حصہ رہا، جبکہ عربی اور فارسی کے الفاظ نے اس کے ذخیرہ الفاظ کو وسعت دی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس زبان نے اپنی شکل وہیئت میں تبدیلیاں پیدا کیں اورمختلف علاقوں میں اس کی الگ الگ صورتیں سامنے آئیں۔دکن میں اسے دکنی کے نام سے فروغ ملا، جب کہ گجرات میں بھی اس کی ایک مخصوص صورت نے ترقی کی۔اُردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا کردار نہایت اہم رہا۔ ابتدائی دور میں درباروں اور امراء کے بجائے صوفیوں،فقیروں اور درویشوں نے عام لوگوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیےعوامی زبان کواختیار کیا۔خانقاہوں میں مختلف مذاہب اور طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ جمع ہوتے تھے،اس لیے ایسی زبان کی ضرورت تھی جسے عام لوگ سمجھ سکیں۔صوفیائے کرام نے اردو کواپنے روحانی،اخلاقی اورانسانی پیغام کے اظہار کا ذریعہ بنایا،جس سے اسےعوام میں مقبولیت اوروسعت حاصل ہوئی۔ بابا فرید، شیخ حمید الدین ناگوری،نصیر الدین چراغ دہلوی اور امیر خسرو جیسے بزرگوں اور اہلِ قلم کی خدمات نے اس زبان کی ابتدائی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔دکن میں اردو کےفروغ کے بعد شمالی ہند میں بھی اس زبان نے تیزی سے ترقی کی۔اٹھارہویں صدی میں دہلی اردو زبان و ادب کا اہم مرکز بن گیا۔حاتم،آبرو،مظہر جانِ جاناں،میر،سودا،درداورسوز جیسے شعراء نے اردوشاعری کوفنی اوراد بی اعتبار سے مضبوط بنایا۔فارسی شاعری کی روایات اورعربی وفارسی الفاظ کے اثرات نے اردوغزل کوایک مخصوص ادبی مزاج عطا کیا۔اس کے بعدلکھنواردوزبان وادب کا ایک اہم مرکز بن گیا، جہاں آتش،ناسخ،انیس اور دبیر جیسے شعراء نے زبان وادب کےمختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

اردونثر کی ترقی میں بھی مختلف تاریخی اداروں اور اہلِ علم نے اہم کردارادا کیا۔کلکتہ اور دہلی میں قائم ہونے والے کالجوں کے ذریعے اردونثرکوفروغ ملااوراس میں نئے موضوعات اوراسالیب پیدا ہوئے۔ بعد کے دور میں غالب،ذوق،مومن،شیفتہ،حالی،آزاداورسرسیداحمد خان جیسے اہلِ قلم نے اردوزبان وادب کونئی جہتیں عطا کیں۔جدید دور میں علامہ اقبال، جوش اورترقی پسند شعراوادباء نے اردو کے موضوعات،فکراور اظہار کے دائرے کومزید وسیع کیا۔قیامِ پاکستان اور تقسیمِ ہند کے بعداردوادب میں نئے موضوعات شامل ہوئے۔ہجرت،فسادات،تقسیمِ ملک، نئے وطن کے مسائل،اجتماعی کرب، ماضی سے وابستگی، بے جڑ ہونے کا احساس،انسانی المیےاورانسان دوستی جیسے موضوعات نے اردوافسانے، شاعری اورناول کومتاثر کیا۔خدیجہ مستور،انتظارحسین،عبداللہ حسین اور دیگر اہلِ قلم نے تقسیم اوراس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کواپنی

تخلیقات میں مختلف انداز سے پیش کیا۔ اس طرح اردو ادب نے برصغیر کی تاریخ کے ایک اہم دور کے دکھ، کرب، امید اور خوابوں کو محفوظ کیا۔ آزادی کے بعد پاکستان میں اردو کو قومی زبان کا درجہ حاصل ہوا، جب کہ ہندوستان میں بھی اسے آئینی طور پر تسلیم شدہ زبانوں میں شامل کیا گیا۔ آج اردو پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اردو ادب، صحافت، فلم، ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائعِ ابلاغ نے بھی اس زبان کو زندہ اور متحرک رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس اعتبار سے اردو صرف ایک زبان نہیں بلکہ برصغیر کی مشترکہ تہذیبی اور ادبی وراثت کی علامت ہے، جس نے مختلف مذاہب، قوموں اور زبانوں کے درمیان رابطے کا فریضہ انجام دیا اور محبت، اخوت، رواداری اور انسانیت کے جذبات کو فروغ دیا۔

2.2۔ برصغیر میں اُردو زبان:۔

اردو زبان برصغیر ہند و پاک کی ایک اہم اور تاریخی زبان ہے جس نے اپنی صدیوں کی ثقافتی، سماجی اور ادبی ارتقا میں اپنی انفرادیت برقرار رکھی۔ یہ زبان نہ صرف رابطے کا ذریعہ بنی بلکہ تہذیب، رواداری اور مشترکہ ثقافت کی علامت بھی بن گئی۔

اردو زبان کی ابتداء

اردو کی ابتداء بارہویں صدی عیسوی میں اس وقت ہوئی جب مسلمانوں کی فتوحات کے ساتھ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا میل مقامی بولیوں سے ہوا۔ دہلی سلطنت کے دور میں مختلف زبانوں کے بولنے والے لوگ ایک دوسرے سے رابطے میں آئے، چنانچہ ایک ملی جلی زبان وجود میں آئی جو بعد میں "اردو" کہلائی۔ لفظ اردو ترکی زبان کے لفظ اوردو (یعنی لشکر یا فوجی چھاؤنی) سے ماخوذ ہے۔ ابتداء میں اسے ریختہ کہا جاتا تھا، جس کا مطلب ہے ملی جلی زبان۔ برصغیر میں اردو زبان کے موضوع کے تحت ہم یہاں دکن، شمالی ہند میں دہلی، لکھنو اور لاہور وغیرہ میں اردو کی صورتِ حال کیا تھی، اس بات پر بحث کریں گے تا کہ برصغیر میں اردو زبان کا مکمل احاطہ کیا جا سکے۔ مغربی ہندی کی ایک شاخ کھڑی بولی اپنی شکل و ہیئت بدل کر اس درجے تک پہنچی جسے آج اردو کہا جاتا ہے۔ یہ تغیر کسی منظّم تحریک کے تحت نہیں ہوا بلکہ عوام کی ضرورتوں، ان کی سماجی زندگی اور تہذیبی تقاضوں کے پیشِ نظر ہوتا رہا ہے۔ اس کا ایک عام نام ہندی یا ہندوی بھی رہا ہے۔ محمود غزنوی کی فتوحات کے بعد جو زبان لاہور اور اس کے آس پاس بولی جاتی تھی، اسے بھی ہندی زبان کہا گیا۔ امیر خسرو نے ایک شاعر مسعود سعد سلمان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ہندی میں شعر کہتے تھے۔ محمد غوری کے حملہ کے بعد تک دوآبہ کے علاقہ میں عموماً برج بھاشا بولی جاتی رہی ہوگی۔ آہستہ آہستہ یہی زبان ہندوستانی اور اردو کی

شکل میں معرضِ وجود میں آ گئی۔ سولہویں صدی کی ابتداء میں بعض شاعروں نے اردو کو دہلوی زبان کا نام دیا۔ پروفیسر محمود شیرانی لکھتے ہیں کہ باجن پہلے شخص ہیں جنھوں نے اردو زبان کو زبانِ دہلوی کے نام سے یاد کیا، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اردو ان ایام میں برج سے علیحدہ مانی جاتی تھی۔ امیر خسرو نے بھی اپنی ایک مثنوی میں دہلوی نام کی زبان کا ذکر کیا ہے۔ وہ اس زبان کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے جو بعد میں اردو کہلائی جانے لگی۔ مختصر یہ کہ اردو کی بنیاد اور ابتدا دہلی اور اس کے آس پاس کی بولیوں کے اثر سے پیدا ہوئی۔ ابتداء اس پر پنجابی لب ولہجہ کا اثر بھی ملتا ہے۔ اردو کی پہلی ابتدائی شکل وہ تھی جو دوآبہ میں رائج تھی۔ دوسری منزل تب شروع ہوتی ہے جب دکن میں اس کے اثرات پھیلے اور اس کے بعد گجرات میں اس کا فروغ تیسری منزل پر شروع ہوتا ہے۔ دکن میں یہی زبان دکنی کے نام سے پکاری جانے لگی اور گجرات میں اس کا نام گجری پڑ گیا۔ شمالی ہندوستان سے دکن کی طرف جب محمد تغلق نے اپنا دارالسلطنت منتقل کیا تو اس وقت تک اردو اپنی غیر واضح شکل میں دہلی سے دکن منتقل ہو چکی تھی۔ 1347ء میں بہمنی حکومت کے قیام کے بعد شمالی و جنوبی ہند کے تعلقات میں کمی آ گئی جس کے سبب دوآبہ (شمالی ہند) اور دکن کی زبان میں اختلافات جنم لینے لگے۔ شمالی ہند کی زبان تیزی کے ساتھ ترقی کی جانب بڑھی کیوں کہ یہاں ان دیگر زبانوں سے بھی مدد ملتی رہی جو اردو کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اردو کی ابتداء کے بہت دنوں بعد تک بھی اردو زبان کو کوئی اہمیت نہ مل سکی اور امرا اور خاص حلقوں میں مقبول نہیں تھی۔ پروفیسر احتشام حسین اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اردو کو بادشاہوں اور امیروں نے منہ نہیں لگایا۔ اسے تہذیبی زبان کا درجہ نہیں دیا لیکن وہ جن ناگزیر تقاضوں کے تحت پیدا ہوئی تھی، انہوں نے اسے علاقہ جاتی حد بندیوں کو توڑ کر آگے بڑھ جانے کا موقع دیا۔ صوفی، فقیروں اور درویشوں نے اپنا روحانی پیغام پہنچانے کے لیے اس کو منتخب کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ابتدائی اردو کی شکل صوفیوں اور تصنیفات میں ہی ملتی ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب ''اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا حصہ'' میں اس کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ اردو کا آغاز درباروں میں نہیں بلکہ فقیروں اور صوفیوں کی خانقاہوں میں ہوا اور وہیں سے اسے مقبولیت اور وسعت حاصل ہوئی ہے۔ شیخ حمید الدین ناگوری اور نصیرالدین چراغ دہلوی یہ دو ایسے صوفی فقیر تیرھویں اور چودھویں صدی میں تھے جن کی کتابوں میں اردو کے چند الفاظ مل جاتے ہیں لیکن بابا گنج شکر کے اقوال اور اشعار میں یہ زبان پوری طرح سامنے آ جاتی ہے۔ ان میں وہی اقوال اور مسائل نظر آتے ہیں جن کی طرف ہندو بھگتوں نے زور دیا ہے۔ یہ خیالات اُس زمانے کے عوام میں بہت مقبول تھے جن میں مادی اور روحانی احساسات کی ترجمانی نظر آتی ہے۔

تیرھویں صدی کے اواخر میں امیر خسرو نے بہت سی پہیلیوں، کہہ مکرنیوں اور شعروں میں عوامی زبان کا برتاؤ کیا ہے۔ خسؔرو کی غزلیں بھی بہت مقبول تھیں جو اردو، ہندی دونوں زبانوں کی اساس سمجھی جاتی ہیں۔ 1635ء میں سب رس میں ملا وجہی نے بھی امیر خسؔرو کی شاعری کا تذکرہ کیا ہے۔ میر تقی میؔر نے نکات الشعراء میں بھی ان کے اشعار درج کیے ہیں۔ اس کے علاوہ محمد تغلق کے دربار میں بھی ہندی کے کئی شاعر موجود رہتے تھے۔ قرینِ قیاس یہی ہے کہ ان کی زبان وہی ہوگی جو امیر خسرو کے بعد دہلی میں بولی جاتی رہی ہوگی۔

جنوبی ہند میں اگر اردو کے حوالے سے بات کی جائے تو علاؤ الدین خلجی کا نام آتا ہے کہ دکن میں اردو کا رواج خلجی کی فوج کی آمد اور محمد تغلق کے دارالحکومت کے منتقل کرنے کے بعد ہی سے ہو چکا تھا۔ چنانچہ معراج العاشقین اس سلسلہ کی سب سے اہم کڑی معلوم ہوتی ہے جو تقریباً 1412ء اور 1422ء کے درمیان وجود میں آئی۔ اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں پنجابی، برج بھاشا اور کھڑی بولی ہر ایک بولی کا اثر ملتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کی زبان پر دہلی کا اثر دکن کے مقابلہ میں نظر آتا ہے۔ بیجاپور کے حکمراں ابراہیم عادل شاہ کی تصنیف ''نورس'' اس عہد کی ایک اہم کتاب ہے جو برج بھاشا میں لکھی گئی ہے۔ اسی طرح کی اور بہت سی کتابیں معرضِ وجود میں آئیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ دکن کے حکمرانوں کی سرپرستی ان مصنفوں کو حاصل رہی ہے۔ اس لیے اس زبان کے فروغ میں دکن میں دشواری پیش نہیں آئی۔ اردو کی ابتدائی شکلوں کو گجرات میں دیکھا جائے تو گجرات میں اردو کی ارتقائی منازل قریب قریب وہی ہیں جو دکن میں تھیں، چوں کہ برج بھاشا اور کھڑی بولی کے اثرات جب اردو کی شکل میں تغیر پذیر ہو رہے تھے، اس وقت یہ شمال سے سیاسی اعتبار سے الگ ہو گئے۔

دونوں مقامات پر آزادانہ طور سے زبان کا فروغ ہوتا رہا۔ سولہویں صدی کی ابتداء سے گجراتی میں جن لوگوں کی تصانیف کا پتہ چلتا ہے ان میں خوب محمد چشتی، باجن اور علی جیو کی کتابوں سے اردو کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ان کی زبان شمالی ہند اور دکن کی کتابوں سے بعض اعتبار سے الگ ہے۔ جب بابر نے 1527ء میں گجرات کے علاقے کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تو یہاں اردو کا جو الگ ماحول قائم ہو رہا تھا وہ باقی نہ رہ سکا اور بہت سے عالم و فاضل گجرات سے دکن کی جانب ہجرت کر گئے۔ وہاں ان کی قدر ہوئی۔ 1700ء سے اردو کا رخ پھر شمالی ہند کی طرف مڑ گیا اور فارسی زبان کے اثرات سے دہلی کے قرب و جوار میں دیسی زبانوں کا ایسا میل ہوا کہ ایک ملی جلی تہذیب کا رنگ پیدا ہو گیا جو ہندو مسلم دونوں بڑی قوموں کے لیے تہذیبی سرمایہ بن گیا جس سے گنگا جمنی تہذیب عروج کی طرف بڑھی۔ ڈاکٹر تاراچند رقم طراز ہیں کہ اٹھارہویں صدی میں ہندو اور مسلمان دونوں اردو کو اپنی مشترک زبان سمجھنے لگے تھے۔

اٹھارہویں صدی میں جب اردو کا مرکز شمالی ہند بن گیا تو اس کی ترقی کی رفتار تیز تر ہو گئی۔ شمالی ہند میں شروع میں برج بھاشا کے

اثرات کچھ زیادہ تھے۔ وجہ صاف یہ ہے کہ یہ زبان آگرہ کے قرب و جوار میں زیادہ عام تھی۔ خاص طور پر اکبر کے عہد میں اس شہر کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ دہلی کے دارالحکومت بننے کے بعد برج بھاشا کا اثر کم ہوتا گیا جس کے سبب کھڑی بولی کو زیادہ اہمیت حاصل ہوئی۔ جعفر زٹلی وغیرہ کا کلام دہلی کی سترھویں، اٹھارہویں صدی کی زبان کی مثال کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حاتم، آبرو، مظہر جانِ جاناں جیسے فنکاروں کا دور شروع ہوتا ہے۔ ان کے عہد سے اردو شعر و ادب کی باقاعدہ کتابوں کا پتہ چلتا ہے اور ادبی تاریخ کے اعتبار سے اسے دہلی کا پہلا ادبی دور مانا جاتا ہے۔ ان شعراء کا اختصاص یہ ہے کہ انھوں نے ابہام پر زور دیا۔ چنانچہ حاتم نے اس نئی زبان میں اپنا دیوان ''دیوان زادہ'' کے نام سے ترتیب دیا۔ اپنے دیوان کے دیباچے میں شاہ حاتم نے لسانی اختلافات پر بھی بحث کی ہے۔ اس طرح کھڑی بولی سے برج بھاشا کے اثرات کم ہوئے اور ایک نئی زبان اردو کی ابتدا ہوئی۔ زبان کی اصلاح کی تحریک میں یہ عمل ہوا کہ ان ہندی الفاظ کو کم کیا گیا جو برج بھاشا یا کسی دوسری بولی سے لیے گئے تھے، ان کی جگہ فارسی، عربی کے الفاظ کی آمیزش کا سلسلہ تیز ہو گیا۔ ایرانی شاعری کی رسومیات بھی اردو شاعری پر غالب آنے لگیں۔ اس لیے اردو غزل میں فارسی شاعری کی روایات نمایاں ہو گئیں جو آج بہت حد تک باقی ہیں۔ نتیجتاً اردو شاعری نے بہت جلد ترقی کر لی۔ بعد میں میر، سودا، درد، سوز وغیرہ کے تخیل اور شعری لسانیات نے اردو شاعری کا معیار و مرتبہ متعین کر دیا۔

شمالی ہند میں دہلی کے بعد اردو زبان کا مرکز لکھنو بن گیا۔ اس علاقے کی زبان اصل میں اودھی تھی۔ لیکن دہلی کے اثرات سے لکھنو میں بھی اس زبان کو ترقی حاصل ہوئی جو دہلی میں رائج تھی۔ زمانے کی کروٹوں کے ساتھ یہاں کی زبان میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن کے سبب دہلی اور لکھنو کی زبان میں قدرے امتیاز پیدا ہو گیا۔

لکھنو کو اردو زبان کے مرکز کا درجہ حاصل ہوا تو یہاں شعر و ادب میں غیر معمولی فروغ ہوا۔ انشا اور مصحفی کے بعد بعض ایسے شاعر پیدا ہوئے جنھوں نے اردو ادب میں بڑی حد تک اضافہ کیا۔ آتش اور ناسخ نے تغزل کے علاوہ زبان کی اصلاح کا بھی بیڑا اٹھایا۔ انیس و دبیر نے مرثیہ گوئی میں جس قادرالکلامی کا ثبوت پیش کیا، اُس کی مثال اردو میں کیا بلکہ عالمی شاعری میں کہیں نہیں ملتی۔ 1800ء سے کلکتہ اور دہلی میں انگریزوں کے کالجوں کے قیام سے بھی اردو نثر کو خصوصی طور پر فروغ حاصل ہوا۔ بعد میں دہلی اور لاہور میں ذوق، غالب، مومن، شیفتہ نے اردو شاعری، خاص طور پر غزل، اور حالی، آزاد نے نظم کے لیے نئی راہیں نکالیں۔ سرسید نے اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر اردو ادب کو ایک جلا بخشی۔ جدید دور میں علامہ اقبال، جوش اور ترقی پسند شعرا اور ادباء نے اردو کے نئے افق تلاش کیے۔

2.3۔آزادی کے بعد اردو ادب

ہجرت کی صورت میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے لوگ پاکستان پہنچے تو ان کے پاس ماضی کی یادوں کے علاوہ اپنی زبان، تہذیب، رسم و رواج اور فکر کا مخصوص زاویہ تھا۔اس طرح تہذیبی امتزاج کے جس عمل کا آغاز ہوا، اگر چہ وہ اب اتنا نمایاں نہیں رہا،لیکن اس کے اثرات آج بھی محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ تقسیمِ ملک کے بعد ادب میں فسادات کی آگ سے بہت سے نئے گوشے وجود میں آئے۔ 1947ء کے فوراً بعد افسانوں اور شاعری کے اہم ترین جو موضوعات ملتے ہیں وہ ہیں فسادات، مذہب کے نام پر انسان کے ظلم،تشدد اور جبر سے جنم لینے والے المیے، پھر ان موضوعات کے ردِعمل کے طور پر انسان دوستی، محبت اور بھائی چارے کے مظاہرے۔نئی زمین میں بے جڑ ہونے کا احساس، نئے وطن کے مسائل، انفرادی دُکھ، اجتماعی کرب، برصغیر کی تقسیم، ماضی سے کٹ جانے کا احساس اور اس کے نتیجہ میں جنم لینے والی ماضی پرستی، نئی مملکت میں اقدار کا ٹکراؤ، ہجرت سے پیدا ہونے والا اعصابی تناؤ، اس کے علاوہ جذباتی گھٹن اور ان پر اضافہ یہ کہ رزقِ خاک بنے افراد، یتیم بچے اور مغویہ عورتوں کے درد، یہ سب موضوعات چوتھی دہائی تک ہی محدود نہ رہے بلکہ آنے والی دو تین دہائیوں تک اہلِ قلم وفن ان مسائل اور موضوعات پر لکھتے رہے۔نظم، غزل اور افسانہ کی طرح فوری ردِعمل کے تحت ناول فوراً قلم بند نہیں کیا جا سکتا۔یہی وجہ ہے کہ قیامِ پاکستان سے وابستہ مسائل اور المیوں پر تقریباً ہر افسانہ نگار اور شاعر نے لکھا ہے،لیکن جذباتیت، غصہ، الم، جھنجھلاہٹ، کرب اور نوحہ کے اسلوب میں اظہار کیا، مگر خود پاکستان کے موضوع پر اچھے ناولوں کے لیے وقت لگا۔ یہ اور بات ہے کہ تقسیم کے فوراً بعد ایم اسلم کا ''رقصِ ابلیس''، رشید اختر ندوی کا ''15 اگست''، قدرت اللہ شہاب کا ''یا خدا''، نسیم حجازی کا ''خاک وخون'' اور اے حمید کا ''ڈربے'' طبع ہو چکے تھے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ تقسیم کے موضوع پر فن کارانہ ناول چھٹی، ساتویں بلکہ نویں دہائی تک لکھے جاتے رہے ہیں۔خدیجہ مستور نے ''آنگن'' لکھا، پھر ان کے انتقال کے بعد ''زمین'' شائع ہوا۔انتظار حسین نے ''بستی'' تخلیق کیا۔ پھر ''تذکرہ'' لکھا۔عبداللہ حسین کی تخلیقات ''اداس نسلیں'' اور ''نادار لوگ'' کا موضوع بھی پاکستان ہی ہے۔ان معروف فن کاروں نے لاتعداد افسانوں اور اشعار کی صورت میں تخلیقی سطح پر پاکستان کے جو نقوش اُجاگر کیے ہیں ان میں آس و پاس، خواب اور شکستِ خواب، احساسِ زیاں اور کھوئے ہوؤں کی جستجو پر المیہ کے رنگ پائے جاتے ہیں۔شعروں میں یہی بازگشت سنائی دیتی ہے۔

یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں

نجات دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی

چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

اردو نے برصغیر کے مختلف مذاہب، قوموں اور زبانوں کے درمیان رابطے کی زبان کے طور پر کام کیا۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سبھی نے اسے اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کو مشترکہ تہذیب کی زبان کہا جاتا ہے۔ آزادی کے بعد اردو کا مقام: پاکستان میں اردو کو قومی زبان کا درجہ حاصل ہوا۔ بھارت میں اردو آج بھی آئینی طور پر ایک تسلیم شدہ زبان ہے اور اتر پردیش، بہار، تلنگانہ، دہلی، وغیرہ میں بڑی تعداد میں بولی اور لکھی جاتی ہے۔ اردو کی موجودہ حیثیت: آج اردو دنیا کی بڑی زبانوں میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ نہ صرف پاکستان اور بھارت میں بلکہ خلیجی ممالک، برطانیہ، امریکا، اور کینیڈا میں بھی بولی جاتی ہے۔ اردو کا ادب، فلم، ٹیلی ویژن، اور صحافت آج بھی اسے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اردو زبان برصغیر کی ثقافتی وراثت، مشترکہ شناخت، اور ادبی عظمت کی ترجمان ہے۔ یہ زبان دلوں کو جوڑنے والی زبان ہے جو محبت، اخوت، اور انسانیت کا پیغام دیتی ہے۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''برصغیر میں اُردو زبان'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 2.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

۔۔۔۔۔کی ابتدائی شکلوں کو گجرات میں دیکھا جائے تو گجرات میں اردو کی ارتقائی منازل قریب قریب وہی ہیں جو دکن میں تھیں، چوں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کے اثرات جب اردو کی شکل میں تغیر پذیر ہو رہے تھے، اس وقت یہ ۔۔۔۔۔سے سیاسی اعتبار سے الگ ہو گئے۔

2.4۔عمومی جائزہ:۔

اردو برصغیر ہند و پاک کی ایک اہم تاریخی، تہذیبی اور ادبی زبان ہے۔اس کا وجود کسی ایک زمانے، علاقے یا طبقے کی کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ صدیوں پر محیط ایک مسلسل تاریخی اور سماجی عمل کا ثمر ہے۔مسلمانوں کی آمد کے بعد عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا مقامی بولیوں کے ساتھ میل جول ہوا اور مختلف علاقوں کے لوگوں کے باہمی رابطے کی ضرورت نے ایک ایسی ملی جلی زبان کو فروغ دیا جو وقت کے ساتھ مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی اردو کے نام سے معروف ہوئی۔ابتدا میں اسے ہندی، ہندوی، دہلوی اور ریختہ جیسے مختلف ناموں سے بھی پکارا گیا۔کھڑی بولی، برج بھاشا، پنجابی اور دیگر مقامی بولیوں نے اس کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا، جب کہ عربی اور فارسی نے اس کے ذخیرہ الفاظ اور ادبی اظہار کو وسعت عطا کی۔اردو کی ابتدائی تاریخ میں دہلی اور اس کے گرد و نواح کو بنیادی اہمیت حاصل رہی۔یہی وہ علاقہ تھا جہاں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ ایک دوسرے کے قریب آئے اور باہمی ضرورت کے تحت زبان کے ایک نئے انداز نے جنم لیا۔بعد میں سیاسی حالات اور انسانی نقل و حرکت کے باعث یہ زبان دکن اور گجرات تک پہنچی۔دکن میں اسے دکنی کے نام سے فروغ ملا اور وہاں کے حکمرانوں اور اہلِ قلم کی سرپرستی میں اس نے ادبی زبان کی حیثیت حاصل کی۔گجرات میں بھی اردو کی ایک الگ صورت نے ترقی کی۔یوں اردو کسی ایک علاقے تک محدود نہ رہی بلکہ مختلف علاقوں میں اپنے مخصوص اثرات قبول کرتے ہوئے آگے بڑھتی گئی۔اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ابتدائی دور میں بادشاہوں اور امرا کی طرف سے اس زبان کو زیادہ اہمیت نہ ملنے کے باوجود صوفیوں، فقیروں اور درویشوں نے اسے عام لوگوں تک اپنا روحانی اور اخلاقی پیغام پہنچانے کا ذریعہ بنایا۔خانقاہوں میں مختلف مذاہب اور طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد جمع ہوتے تھے،اس لیے عوامی زبان کے ذریعے پیغام رسانی زیادہ موثر ثابت ہوئی۔بابا گنج شکر، شیخ حمیدالدین ناگوری، نصیرالدین چراغ دہلوی اور امیر خسرو جیسے بزرگوں اور اہلِ قلم کی خدمات نے اردو کو عوام سے قریب کیا اور اس کے فروغ کی راہ ہموار کی۔اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اردو کی جڑیں عوامی زندگی اور مشترکہ تہذیبی ماحول میں گہری پیوست ہیں۔دکن میں ترقی کے بعد اردو نے شمالی ہند میں بھی ایک مضبوط ادبی مقام حاصل کیا۔اٹھارہویں صدی میں دہلی اردو زبان و ادب کا اہم مرکز بن گیا۔حاتم، آبرو، مظہر جانِ جاناں، میر، سودا، درد اور سوز جیسے شعرا نے اردو شاعری کو فنی اور ادبی اعتبار سے بلند مقام عطا کیا۔فارسی شاعری کی روایات اور عربی و فارسی الفاظ کے بڑھتے ہوئے استعمال نے اردو غزل کے مزاج کو ایک خاص رنگ دیا۔بعد میں لکھنو اردو زبان و ادب کا دوسرا بڑا مرکز بن کر سامنے آیا، جہاں آتش، ناسخ، انیس اور دبیر جیسے شعرا نے زبان، غزل اور مرثیہ گوئی میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔اس طرح دہلی اور لکھنو نے اردو شاعری کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

اردو نثر کے فروغ میں بھی مختلف تاریخی عوامل نے اہم کردار ادا کیا۔کلکتہ اور دہلی میں قائم ہونے والے کالجوں سے اردو نثر کو نئی سمتیں ملیں۔ بعد کے دور میں غالب، ذوق، مومن، شیفتہ، حالی، آزاد اور سرسید احمد خان جیسے اہلِ قلم نے اردو ادب کو فکری اور فنی اعتبار سے مالا مال کیا۔ جدید دور میں علامہ اقبال، جوش اور ترقی پسند شعراء و ادباء نے نئے موضوعات، نئے خیالات اور نئے اسالیب کو اردو ادب کا حصہ بنایا۔اس طرح اردو ادب نے بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ اپنے موضوعات اور اظہار کے دائرے کو وسیع کیا۔قیامِ پاکستان اور تقسیمِ ہند کے بعد اردو ادب میں ایک نئے تجربے اور احساس کا آغاز ہوا۔ ہجرت، فسادات، انسانی المیے، نئے وطن کے مسائل، ماضی سے کٹ جانے کا احساس، اجتماعی کرب، بے جڑ ہونے کا احساس اور انسان دوستی جیسے موضوعات نے اردو افسانے، شاعری اور ناول کو متاثر کیا۔اہلِ قلم نے تقسیم کے المیوں اور اس کے انسانی اثرات کو مختلف ادبی اصناف میں پیش کیا۔اس دور کے ادب میں ایک طرف دکھ، کرب، غصہ اور محرومی کے احساسات نمایاں ہوئے تو دوسری طرف محبت، بھائی چارے، انسان دوستی اور بہتر مستقبل کی امید بھی نظر آئی۔

اردو نے برصغیر میں مختلف مذاہب، قوموں اور زبانوں کے درمیان رابطے کا اہم فریضہ انجام دیا۔ ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی سبھی نے اس زبان کو اپنے خیالات اور جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔اسی مشترکہ استعمال اور تہذیبی میل جول کی وجہ سے اردو کو مشترکہ تہذیب کی زبان بھی کہا جاتا ہے۔اس زبان نے برصغیر کے مختلف معاشرتی اور ثقافتی عناصر کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں اہم کردار ادا کیا اور گنگا جمنی تہذیب کے فروغ میں بھی اپنا حصہ ڈالا۔آج اردو پاکستان میں قومی زبان کی حیثیت رکھتی ہے اور ہندوستان میں بھی اسے آئینی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں اردو بولنے اور سمجھنے والوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ادب، صحافت، فلم، ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائعِ ابلاغ نے اردو کو موجودہ دور میں بھی زندہ اور متحرک رکھا ہے۔اس پوری بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اردو محض الفاظ اور قواعد کا مجموعہ نہیں بلکہ برصغیر کی صدیوں پر محیط مشترکہ تاریخ، تہذیب، ثقافت اور ادبی روایت کی ترجمان ہے۔اس نے مختلف زبانوں اور تہذیبوں سے اثرات قبول کر کے اپنی شناخت قائم کی اور آج بھی محبت، اخوت، رواداری، انسانیت اور باہمی تعلق کا پیغام پہنچانے والی ایک زندہ اور توانا زبان ہے۔

2.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
ارتقا	:	ترقی، نشوونما

انفرادیت	:	الگ شناخت، امتیاز
معرضِ وجود	:	وجود میں آنا
تغیر	:	تبدیلی
قرینِ قیاس	:	اندازے کے مطابق، غالب امکان
ناگزیر	:	جس سے بچنا ممکن نہ ہو
ترویج	:	پھیلاؤ، فروغ
رسومیات	:	رسم و رواج، روایات
قادرالکلامی	:	عمدہ اور موثر کلام کہنے کی صلاحیت
تہذیبی امتزاج	:	تہذیبوں کا باہمی میل جول
ماضی پرستی	:	ماضی سے گہری وابستگی
اجتماعی کرب	:	اجتماعی دکھ اور تکلیف
المیہ	:	غم ناک واقعہ، دردناک صورتِ حال
ترجمان	:	نمائندہ، اظہار کرنے والا
مشترکہ تہذیب	:	باہمی میل جول سے بننے والی تہذیب

2.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

سوال: برصغیر میں اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا پر تفصیلی نوٹ لکھیں؟

سوال: اردو زبان کے فروغ میں صوفیائے کرام اور امیر خسرو کے کردار پر تفصیلی روشنی ڈالیں؟

سوال: دکن، گجرات، دہلی اور لکھنو میں اردو زبان و ادب کی ترقی کا جائزہ لیں؟

سوال: آزادی کے بعد اردو ادب کے موضوعات اور اردو کی موجودہ حیثیت پر تفصیلی بحث کریں؟

2.7۔ مشقی سوالات:۔

سوال: اردو زبان کی ابتدا کن زبانوں اور مقامی بولیوں کے باہمی میل جول سے ہوئی ؟

سوال: اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام نے کیا کردار ادا کیا؟

2.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

جواب: اردو زبان کی ابتدا عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے مقامی بولیوں کے ساتھ میل جول سے ہوئی اور وقت کے ساتھ یہ ایک مستقل زبان کی صورت اختیار کر گئی۔

جواب: صوفیائے کرام نے عام لوگوں تک اپنا روحانی اور اخلاقی پیغام پہنچانے کے لیے اردو کو ذریعہ اظہار بنایا، جس سے اس زبان کو مقبولیت اور وسعت حاصل ہوئی۔

(**جوابات سرگرمی**:۔ ا۔ اُردو، ۲۔ برج بھاشا اور کھڑی بولی، ۳۔ شمال)

2.9۔ امدادی کتب:۔

ا۔	اردو زبان کا ارتقاء	ڈاکٹر شوکت سبزواری
۲۔	داستان تاریخ اُردو	حامد حسن قادری
۳۔	مقدمہ تاریخ زبان اُردو	ڈاکٹر مسعود حسین خان
۴۔	اُردو زبان کی تاریخ کا خاکہ	ڈاکٹر مسعود حسین خان

سبق نمبر:۳:۔ جموں کشمیر میں اُردو زبان

ساخت:۔

3.0 اغراض ومقاصد

3.1 تعارف

3.2 جموں کشمیر میں اُردو زبان کے ابتدائی نقوش

3.3 جموں کشمیر میں اُردو زبان

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

3.4 عمومی جائزہ

3.5 فرہنگ

3.6 نمونہ امتحانی سوالات

3.7 مشقی سوالات

3.8 مشقی سوالات کے جوابات

3.9 امدادی کتب

3.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر میں اُردو زبان کے آغاز وارتقا سے واقف ہوں گے۔ ریاست میں اُردو زبان کے ابتدائی نقوش اوراس کے فروغ کے

مختلف مراحل کو سمجھ سکیں گے۔ ڈوگرہ عہد میں اُردو کی صورتِ حال اور مہاراجہ گلاب سنگھ، مہاراجہ رنبیر سنگھ اور مہاراجہ پرتاب سنگھ کے ادوار میں اس زبان کی ترقی سے آگاہ ہوں گے۔ فارسی سے اُردو کی طرف ہونے والی لسانی تبدیلی اور اُردو کو سرکاری، دفتری اور تعلیمی زبان کی حیثیت حاصل ہونے کے اسباب کو جان سکیں گے۔ ریاست میں دارالترجمہ، پریس، اخبارات اور تعلیمی اداروں کے ذریعے اُردو کی ترویج واشاعت کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ جموں وکشمیر میں اُردو صحافت کے آغاز اور اس کی ترقی سے واقف ہوں گے۔ اُردو زبان وادب کے فروغ میں مختلف ادبی، علمی اور ثقافتی اداروں کی خدمات کو سمجھ سکیں گے۔ ریاست کے اہم شاعروں، ادیبوں، صحافیوں اور اہلِ قلم کی ادبی خدمات سے واقفیت حاصل کریں گے۔ 1947ء سے قبل اور اس کے بعد جموں وکشمیر میں اُردو شعر وادب کی ترقی کے مختلف مراحل کو جان سکیں گے۔ اُردو شاعری، افسانوی ادب، غیر افسانوی نثر، تحقیق وتنقید اور صحافت کے ارتقا کو سمجھ سکیں گے اور مجموعی طور پر جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کی موجودہ صورتِ حال، اس کی اہمیت، وسعت اور ادبی وثقافتی مقام کا جائزہ لینے کے قابل ہو سکیں گے۔

3.1۔ تعارف:۔

جموں وکشمیر برصغیر کا ایک ایسا خطہ ہے جہاں مختلف تہذیبوں، زبانوں، مذاہب اور ثقافتوں نے صدیوں تک باہم میل جول کے ساتھ اپنی شناخت قائم کی ہے۔ اس خطے کی لسانی تاریخ بھی اسی تہذیبی تنوع کی عکاس ہے۔ کشمیری، ڈوگری، پہاڑی، گوجری، لداخی اور دیگر مقامی زبانوں اور بولیوں کے ساتھ فارسی اور بعد میں اُردو نے بھی یہاں کے علمی، ادبی، سرکاری اور معاشرتی معاملات میں اہم کردار ادا کیا۔ جموں و کشمیر میں اُردو زبان کی جڑیں کسی ایک دور یا کسی ایک شخصیت کی کوششوں تک محدود نہیں، بلکہ اس کے فروغ کے پیچھے ایک طویل تاریخی، سیاسی، سماجی، تعلیمی اور تہذیبی عمل کارفرما رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جموں وکشمیر میں اُردو کے آغاز اور ارتقا کا مطالعہ ریاست کی مجموعی تاریخ، تہذیب اور ادبی روایت کو سمجھنے کے لیے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ریاست جموں وکشمیر میں اُردو زبان کے ابتدائی نقوش اس زمانے میں نمایاں ہونا شروع ہوئے جب فارسی، جو طویل عرصے تک دربار اور سرکاری معاملات کی زبان رہی تھی، رفتہ رفتہ اپنی سابقہ حیثیت کھونے لگی۔ مغلیہ دور میں فارسی کو ریاست میں مضبوط مقام حاصل ہوا، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کے میل جول اور بدلتے ہوئے سیاسی وسماجی حالات نے ایک ایسی زبان کے لیے راہ ہموار کی جو مختلف علاقوں اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بن سکے۔ اُردو نے اس ضرورت کو پورا کیا اور رفتہ رفتہ ریاست کے مختلف طبقات میں اپنی جگہ بنانا شروع کر دی۔ ڈوگرہ عہد میں اُردو کی ترقی نے ایک نیا مرحلہ اختیار کیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے دور میں اگرچہ فارسی کو درباری زبان کی حیثیت حاصل تھی، لیکن ریاست کے مختلف علاقوں میں اُردو کا استعمال بڑھتا جا رہا تھا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ

کے زمانے میں اس رجحان کو مزید تقویت ملی۔ ریاست کے انتظامی معاملات، تعلیمی سرگرمیوں، تراجم اور علمی کاموں میں اُردو کا استعمال بڑھا اور اس کے نتیجے میں اُردو کو ریاست میں ایک مضبوط مقام حاصل ہونے لگا۔ دارالترجمہ کا قیام، مختلف علمی کتابوں کے تراجم، پریس کا اجرا اور اُردو اخبارات کی اشاعت اس بات کی واضح علامتیں ہیں کہ اُردو محض بول چال کی زبان نہیں رہی تھی بلکہ علمی اور ادبی اظہار کی زبان بھی بنتی جا رہی تھی۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد میں 1889ء میں اُردو کو ریاست کی سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہوا، جس کے بعد دفتری اور تعلیمی اداروں میں اس کا استعمال مزید وسیع ہو گیا۔ اس تبدیلی نے ریاست میں اُردو کے فروغ کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔ اسکولوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں اُردو ذریعہ تعلیم اور افہام و تفہیم کا وسیلہ بنی، جبکہ اخبارات اور رسائل نے اُردو ادب، صحافت اور فکری مباحث کو عام لوگوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس طرح اُردو نے سرکاری اور دفتری زبان ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی اور تہذیبی زبان کی حیثیت بھی حاصل کر لی۔ جموں و کشمیر میں اُردو صحافت کی تاریخ بھی اس زبان کی ترقی کا ایک اہم باب ہے۔ اخبارات اور رسائل کے ذریعے نہ صرف ادبی تخلیقات عوام تک پہنچیں بلکہ شاعروں، ادیبوں اور اہلِ قلم کو اپنے خیالات کے اظہار کا ایک مؤثر ذریعہ بھی میسر آیا۔ آزادی کے بعد اُردو صحافت نے مزید وسعت اختیار کی اور متعدد روزنامے، ہفتہ وار اخبارات، رسائل اور ادبی جرائد منظرِ عام پر آئے۔ ان ذرائع ابلاغ نے ریاست میں اُردو زبان و ادب کے فروغ، تحقیق و تنقید، ادبی مباحث اور تخلیقی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

جموں و کشمیر کے متعدد شاعروں، ادیبوں، صحافیوں، محققین اور نقادوں نے اُردو زبان و ادب کی ترقی میں اپنی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ڈوگرہ دور کے اہلِ قلم سے لے کر عصرِ حاضر کے شاعروں اور ادیبوں تک ایک طویل سلسلہ موجود ہے جس نے اُردو کے ادبی سرمائے میں اضافہ کیا۔ ان اہلِ قلم کی تخلیقات میں ریاست کی تاریخ، تہذیب، معاشرت، قدرتی حسن، عوامی زندگی، سیاسی حالات اور انسانی جذبات کی مختلف صورتیں نمایاں ہوتی ہیں۔ اس طرح جموں و کشمیر کی اُردو ادب نے نہ صرف اُردو کی عمومی ادبی روایت میں اپنا حصہ ڈالا بلکہ ریاست کی مخصوص تہذیبی شناخت کو بھی محفوظ کیا۔ جموں و کشمیر میں اُردو زبان کے آغاز سے لے کر اس کے موجودہ مقام تک کے مختلف مراحل کا مطالعہ کیا جائے گا۔ اس میں ڈوگرہ عہد میں اُردو کے ابتدائی نقوش، ریاستی سطح پر اُردو کی ترقی، سرکاری زبان کی حیثیت سے اس کا نفاذ، تعلیمی اداروں میں اس کا استعمال، دارالترجمہ اور پریس کی خدمات، اُردو صحافت کا آغاز و ارتقا اور مختلف شعراء و ادباء کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ بدلتے ہوئے سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالات نے جموں و کشمیر میں اُردو کے فروغ پر کس طرح اثر ڈالا۔ یوں یہ سبق ہمیں اس بات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ اُردو نے ایک کثیر اللسانی اور کثیر الثقافتی ریاست میں کس طرح اپنی جگہ بنائی، مختلف طبقات کے درمیان رابطے کا

ذریعہ بنی اور وقت گزرنے کے ساتھ جموں وکشمیر کی علمی، ادبی اور تہذیبی زندگی کا ایک اہم حصہ بن گئی۔

3.2۔جموں کشمیر میں اُردو زبان کے ابتدائی نقوش:۔

ریاست جموں وکشمیر میں اُردو کے اثرات اس وقت نمودار ہونے لگے جب فارسی کا شاہانہ بانکپن ضعیف ہونے لگا۔تقریباً چھ سو برس قبل اس دلفریب سرزمین پر ایک نیم جان تہذیب کے کھنڈرات پر فارسی عالموں نے ایک نئے اور تازہ دم معاشرے کی تعمیر کا آغاز کیا تھا،لیکن فارسی کی نئی امنگ کے باوجود وہ سنسکرت سے دامن نہ چھڑا سکے۔اس بات کی کئی داخلی شہادتیں دستیاب ہو رہی ہیں کہ ابتدا میں شاہمیری سلاطین فارسی کے بجائے سنسکرت ہی میں دربار کا کام کاج اور امورِ سلطنت انجام دیتے رہے ہیں،البتہ مغلوں کی عظیم سلطنت نے فارسی کی فرمانروائی کو یقینی بنا دیا۔یہاں تک کہ اسے مقامی زبان سے آمیز کرنے اور اسے ایک مقامی ریختہ کی شکل دینے کی کوشش کی گئی۔اگر کشمیر میں اُردو کی آمد اور اس کے اثرات،رسوخ وقبول کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ عوامی زندگی میں فارسی کی جگہ کب کی حاصل کر چکی تھی اور سرکاری اور درباری مقام پر اس کی تصدیق محض ایک رسم کی حد تک تھی۔1827ء میں ایک مشہور کشمیری شاعر،ادیب اور صحافی ہر گوپال خستہ اپنی تصنیف ''گلدستہ کشمیر'' میں لکھتے ہیں: ''گلی کوچوں اور بازاروں میں لوگ اُردو بولتے ہیں اور ہانجیوں وغیرہ طائفوں کے لوگ سیاح وسیلانیوں کے ساتھ اسی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔''

ریاست جموں وکشمیر میں پٹھان عہد کے خاتمے کے بعد سکھوں نے اپنی حکومت قائم کی۔سکھوں کے عہد میں ریاست کے لوگوں پر ظلم و زیادتیوں کی انتہا کردی گئی۔''گلگت بیگار'' کے حوالے سے مورخین نے کشمیری مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم کی جو تفصیلات پیش کی ہیں،انہیں پڑھ کر روح کانپ اٹھتی ہے۔وادی کشمیر کے علاوہ ریاست کے دیگر علاقوں میں بھی سکھوں کے مظالم،استحصالی اور غیر انسانی رویوں کے سبب لوگ بیزار ہو چکے تھے۔نتیجتاً سکھ حکمرانوں کی غیر انسانی حرکتوں اور رویوں کے خلاف عوام کی احتجاجی اور باغیانہ سرگرمیاں عمل میں آنا شروع ہوگئیں۔ان سرگرمیوں کو کچلنے کی غرض سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ایک ڈوگرہ فوجی افسر گلاب سنگھ کو بھیجا جاتا رہا تھا۔نہایت جدوجہد کے باوجود جب 1846ء تک ریاست کے حالات پُرامن نہ ہوئے تو 16 مارچ 1846ء کو انگریزوں نے عہد نامہ امرت سر کے تحت 70 لاکھ روپے کے بدلے ریاست جموں وکشمیر کی حکومتی باگ ڈور مہاراجہ گلاب سنگھ کو سونپ دی۔گلاب سنگھ نے ریاست جموں وکشمیر میں ''ڈوگرہ راج'' کا قیام عمل میں لایا اور اپنی ذہانت،حکمتِ عملی اور بہادری سے کام لیتے ہوئے ریاست میں نہ صرف امن قائم کیا بلکہ ڈوگرہ راج کی سرحدوں کو پھیلا کر اسکردو،لداخ، کشتواڑ،علاقہ جہلم اور راولپنڈی کے قریب تک جا پہنچایا۔اتنے سارے پس منظر کے بعد اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں

ریاست جموں وکشمیر میں اُردو کا کیا مقام رہا ہے۔گلاب سنگھ کے عہدِ حکومت میں ریاست جموں وکشمیر کی سرکاری اور دفتری زبان اُردو بن گئی۔ ریاست کے مختلف علاقوں میں کشمیری، ڈوگری، لداخی، پہاڑی، بلی اور گوجری وغیرہ زبانیں اور بولیاں بولنے والے باشندے بھی تھے۔اس طرح لسانی اعتبار سے ریاست جموں وکشمیر ایک ایسا گلدستہ تھی جس میں رنگ برنگے پھول اپنی اپنی بہار دکھا رہے تھے۔سچائی یہ ہے کہ صدیوں سے اس ریاست میں بھی فارسی زبان کی حکمرانی رہی تھی۔اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ریاست کی زبانوں اور بولیوں میں فارسی کے الفاظ شامل وداخل ہوتے رہے ہیں۔ریاست میں اسلام کی آمد کے سبب مقامی زبانوں اور بولیوں میں عربی الفاظ، خاص طور پر''ال''،''اظ''وغیرہ کی شمولیت بھی ہو چکی تھی۔اس طرح اُردو زبان میں فارسی، عربی، ترکی، ہندی اور پنجابی کے الفاظ بھی خاصی تعداد میں شامل ہو گئے۔اس لیے ریاست کی مقامی زبانیں بولنے والوں کو اُردو زبان قبول کرنے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔ڈوگری، پہاڑی اور گوجری زبانیں پنجابی کے حوالے سے اُردو سے قریب تھیں ہی، کشمیری زبان میں بھی فارسی، عربی کے الفاظ وتراکیب کی کثرت ہوگئی۔

ریاست میں اُردو کی نشو ونما کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ دراصل سکھوں کے عہد میں ریاست کے بہتر تعلقات پنجاب سے رہے تھے، خاص طور پر صوبے کے صدر مقام لاہور سے۔جموں وکشمیر کے الحاق کے سبب پنجاب سے اُردو ادب اور خاص طور پر صحافت کے نئے رجحانات جو پیدا ہوتے رہے ہیں، وہ رجحانات جموں وکشمیر تک پھیلتے رہے ہیں۔علاوہ ازیں ہندوستان کے دیگر اُردو مراکز سے بھی اُردو شعر وادب کی روایات مختلف ذرائع سے جموں وکشمیر میں متعارف ہوتی رہی تھیں۔گلاب سنگھ کے اخیر زمانے میں برطانوی سامراج کے خلاف آزادی کی جنگ کو ناکام بنانے اور آزادی کے متوالوں کو کچلنے کی خاطر ریاست سے جو فوجی دستے دہلی کو جاتے تھے، وہ دہلی میں ایک عرصہ تک قیام کرتے تھے۔ اس قیام کے بعد واپس لوٹنے تک ان فوجی دستوں کو اُردو زبان سے اچھی خاصی واقفیت ہو جاتی تھی۔لیکن اس سے زیادہ موثر ذریعہ موسیقی تھا۔قبل اس کے ریاست جموں وکشمیر میں اُردو کی مقبولیت اور اشاعت کے سلسلے میں موسیقی عوام میں پسند رہی تھی۔ پہاڑی سازنواز، جن تک اُردو غزلوں اور گیتوں کی لے پہنچ چکی تھی اور وہ گھوم پھر کر عوام کو سناتے تھے، جموں اور کشمیر، ہر دو مقام پر بہت مقبول ہو گئے تھے۔جموں وکشمیر کی موسیقی میں کشمیری بھانڈ، جو اپنے کرتب اور فن کاری کی وجہ سے پورے ہندوستان میں مشہور تھے، اُردو میں ہندوستانی گیت گاتے تھے۔اُردو قوالی گانے اور سننے کی روایت عام ہو چکی تھی۔1843-44ء کے کئی مخطوطے جو زمین کی تحویل سے متعلق ہیں، اکثر اُردو میں ہی موجود ہیں۔گلاب سنگھ کے دربار سے کنارہ کش ہونے کے بعد رنبیر سنگھ نے براہِ راست ریاست کے نظم ونسق کو برطانوی ہند کے معیاروں پر لانے کا آغاز کیا۔خاص بات یہ ہے کہ اس نئے نظام کا وسیلہ اُردو زبان تھی، جو اس وقت تک برطانوی ہند میں فارسی کا مقام حاصل کر چکی تھی۔ریاست میں فارسی زبان اب مقصدی یا

افادی حیثیت کھو چکی تھی، بلکہ علم وادب کے محرکات اور دربار کے تقاضوں اور ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اُردو زبان کو آگے بڑھایا جا چکا تھا۔ ریاست کے مدرسوں میں بھی اُردو زبان پڑھائی جا رہی تھی۔ مہاراجہ نے نئے علوم وفنون کو اُردو اور بعض دیگر زبانوں میں منتقل کرنے کے لیے جو دارالترجمہ قائم کیا تھا، وہ حقیقت میں اپنے حالات کے تقاضوں کا نتیجہ تھا۔ دارالترجمہ کے سارے عالم اُردو سے واقف تھے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کی یہ ساری کوششیں ریاست میں اُردو زبان کا ذوق پیدا کرنے کے حوالے سے اُردو میں ایک سنگِ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔ قیصر قلندر نے اپنے مضمون ''کشمیر میں اُردو'' میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہدِ حکومت سے آج تک اُردو زبان اسکولوں میں تعلیم اور افہام وتفہیم کا وسیلہ رہی ہے اور ریاست کے طلبہ کی رسائی میں نئے علوم کی ترسیل کے لیے محکمہ تراجم کی جانب سے اُردو میں کثیر تعداد میں علمی کتابوں کے تراجم کیے گئے۔ محکمہ تراجم کو مہاراجہ رنبیر سنگھ نے نشیبی علاقے میں جہلم کے کنارے اس عمارت میں قائم کیا تھا جہاں اب ہسپتال ہے۔ دارالترجمہ کے ناظم پنڈت گووند کول تھے۔

اس دارالترجمہ کے ذریعے جو تعلیمی کتابیں تیار کی گئیں، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ مختلف مضامین، مثلاً علمِ طبقات الارض کا ترجمہ انگریزی سے ہندی میں، جیوگرافیا اور فزکس کا انگریزی سے ہندی میں، جامع العلوم کا عربی سے فارسی میں، تاریخِ فتح کا فارسی سے ہندی میں، تاریخِ کشمیر اور تاریخِ روم کا انگریزی سے ہندی میں کروایا گیا۔ اشت رام شاستری ابتدائی دور کے لکھنے والوں کی طرح اُردو کو اُردو کے ہی ایک نام ''ہندی'' سے موسوم کرتے ہیں۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دربار کے عالموں میں بابو نصراللہ عیسائی نے ڈاکٹر جانسن کی کتاب ''کشمیر ہینڈ بک'' (تاریخ ورہنمائے کشمیر) اُردو میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کتاب کے دیباچے میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ ترجمہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے حکم سے اُردو میں کیا گیا اور مکمل ہونے کے بعد ان کی خدمت میں منظوری کے لیے پیش کیا گیا۔ ترجمہ کرنے کا سنہ 1874ء درج ہے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں مہاراجہ رنبیر سنگھ نے اُردو کی ترویج وترقی کی طرف خاطر خواہ توجہ دلائی۔ دفتری کارروائی اُردو میں کی جانے لگی، جس سے اُردو کی مقبولیت کے لیے ایک ماحول تیار ہوا۔ اسی دوران ڈوگرہ راج نے ایک پریس بھی قائم کیا جہاں سے اُردو اور دیوناگری میں ایک دولسانی اخبار بھی جاری ہوا۔

3.3۔ جموں کشمیر میں اُردو زبان:۔

جموں وکشمیر میں اُردو زبان کا آغاز ڈوگرہ عہد میں ہوتا ہے۔ ڈوگرہ شاہی دور کے بانی مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانے میں فارسی کو درباری زبان کا درجہ حاصل تھا، جب کہ جموں کے زیادہ تر علاقوں میں ڈوگری بولی جاتی تھی، جو لسانی اعتبار سے کسی حد تک اُردو اور پنجابی سے قریب ہے۔ گلاب سنگھ کے بعد مہاراجہ رنبیر سنگھ کے وزیروں میں دیوان کرپارام کو وزیرِ اعظم کا مرتبہ حاصل تھا، جو فارسی کی کئی کتابوں کے مصنف ہونے

کے علاوہ اُردو میں بھی ذہنی تیزی اور خاصی مہارت رکھتا تھا۔ دیوان کرپا رام ہی وہ پہلا شخص ہے، جس نے اپنی ذہانت اور علمی قابلیت کی بنیاد پر ریاست کی انتظامی صورتِ حال کو رپورٹوں کی صورت میں مرتب کیا تھا، جو اُردو رسم الخط میں تھیں۔ محققین نے ان رپورٹوں کو ریاست جموں و کشمیر میں اُردو کے اولین نقوش قرار دیا ہے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں ہی 65-1864ء میں چودھری مہتہ شیر سنگھ نے بخارا کا سفر کیا۔ واپسی پر اُس نے جو سفر نامہ لکھا، وہ اُردو میں تھا۔ اس کی طرزِ تحریر کے سبب اس سفرنامے کو ریاست میں سرکاری طور پر اُردو کی اولین تحریر کہا جاتا ہے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے اپنے عہد میں اُردو زبان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیشِ نظر بدیابلاس پریس جموں اور بدیابلاس اخبار جاری کیے۔ اس پریس اور اخبار نے ریاست میں اُردو زبان و ادب کی ترقی میں نمایاں رول ادا کیا۔ اس دور میں پنڈت ہرگوپال کول خستہ جیسے قابلِ قدر ادیب و شاعر پیدا ہوئے، جو اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر 1876ء میں مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ انہوں نے اُردو زبان و ادب کی ترقی میں کئی کارنامے انجام دیے، جن میں ''گلدستہ کشمیر'' اور ''گلزارِ دائی'' اہم تصانیف ہیں۔ ''گلدستہ کشمیر'' کو جموں و کشمیر میں اُردو کی پہلی نثری تصنیف قرار دیا گیا ہے۔

رنبیر سنگھ کے بعد مہاراجہ پرتاب سنگھ نے اُردو کی اہمیت اور مقبولیت کو دیکھتے ہوئے 1889ء میں اسے سرکاری زبان کا درجہ دے دیا اور اسے دفتری اور تعلیمی اداروں میں رائج کر دیا۔ اس طرح اُردو کی ترویج و ترقی میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ مہاراجہ پرتاب سنگھ کے دورِ حکومت میں ہرگوپال خستہ کے چھوٹے بھائی سالگرام سالک نے اہم کارنامے انجام دیے۔ مہاراجہ نے سالک سے ''مورتی منڈن''، ''دھرم اپدیش'' اور ''شاستر ارتھ'' جیسی مذہبی کتابیں مرتب کروائیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ''لغاتِ اردو'' اور ''محاوراتِ اردو'' کے نام سے بھی کتابیں مرتب کیں۔ لیکن اُن کے خالص ادبی کارناموں میں ''گنجینۂ فطرت''، ''داستانِ جگت روپ'' اور ''تحفہ سالک'' کا شمار ہوتا ہے۔

1924ء میں جموں سے پہلا اُردو اخبار ''رنبیر'' ملک راج رنبیر ملک راج صراف نے جاری کیا۔ اس کے بعد کشمیر سے ''وتستا''، ''ہمدرد''، ''صداقت''، ''مارتنڈ''، ''وکیل''، ''حقیقت''، ''خالد'' وغیرہ متعدد اخبارات جاری ہوئے۔ ان اخبارات میں ادیبوں اور شاعروں کی ادبی تخلیقات بھی شائع ہوئیں، جن سے جموں و کشمیر میں اُردو زبان و ادب کے فروغ میں کافی مدد ملی۔ آزادی کے بعد متعدد اخبارات اور رسائل جاری ہوئے۔ آج جموں و کشمیر سے ''شیرازہ''، ''حکیم الامت''، ''تعمیر''، ''بزمِ ادب''، ''تفہیم''، ''آفتاب''، ''کشمیر عظمیٰ''، ''اطلاعات''، ''اڑان''، ''سرینگر ٹائمز''، ''تسکین''، ''ہندوستان چٹان'' وغیرہ سینکڑوں روزنامے اور ہفتہ وار اخبارات شائع ہو رہے ہیں، جو ادبی تخلیقات، تحقیقی و تنقیدی مضامین اور کالم وغیرہ شائع کر کے ریاست جموں و کشمیر میں اُردو زبان اور شعر و ادب کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں۔ چونکہ اُردو

ریاست کی سرکاری، درباری، دفتری اور کاروباری زبان بھی ہے اور ذریعہ؟ تعلیم بھی ہے، اس لیے پوری ریاست کے ہزاروں اسکولوں، کالجوں اور جموں وکشمیر کی یونیورسٹیوں میں اُردو تعلیم کا انتظام ہے۔ جموں، کشمیر اور لداخ میں ریڈیو اسٹیشن اور ٹیلی ویژن سینٹر سے اُردو کے پروگرام بھی پیش کیے جارہے ہیں۔ ریاست میں سرکاری و غیر سرکاری ادبی و ثقافتی انجمنیں اور ادارے بھی آزادی سے قبل سے لے کر آج تک اُردو زبان کے فروغ میں اہم رول ادا کر رہے ہیں، جن میں انجمن ترقی اُردو، انجمن فروغِ اُردو، رسا جاودانی میموریل لٹریری سوسائٹی، جموں وکشمیر اُردو اکیڈمی (نورشاہ)، کلچرا کیڈمی جموں وکشمیر اور تحریکِ بقائے اُردو وغیرہ اُردو کی توسیع و ترقی میں پیش پیش ہیں۔ دیکھا جائے تو اُردو زبان وادب نے ڈیڑھ دوسو برسوں میں ہی ریاست جموں وکشمیر میں اتنی ترقی کر لی ہے جتنی کہ برصغیرِ ہند کے دوسرے ادبی مراکز لاہور، حیدرآباد، دہلی، لکھنؤ وغیرہ نے کم وبیش ایک ہزار سال میں کی ہے۔ ریاست جموں وکشمیر میں اُردو کو بعض مسائل کا سامنا ضرور ہے، لیکن اس ریاست میں اُردو کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ جموں وکشمیر میں اُردو کا مستقبل شاندار اور محفوظ ہی نظر آتا ہے۔

1947ء سے قبل جموں وکشمیر میں جن شاعروں اور ادیبوں نے اُردو زبان وادب کو فروغ بخشا، ان میں راجندر ساگر، پروفیسر نندلال کول طالب، پریم ناتھ پردیسی، پریم ناتھ در، قدرت اللہ شہاب، ٹھاکر پونچھی، کنول نین پرواز، شبنم زور کاشمیری، شوریدہ کاشمیری، محمدالدین فوق، محمد عمر، نورالٰہی، غ۔م۔ طاؤس، غلام رسول نازکی، عبدالحق برق، قیصر قلندر اور کئی شعراء وادباء کے نام سرِ فہرست ہیں۔ ان شعراء وادباء نے آزادی سے پہلے ریاست جموں وکشمیر میں ہی اُردو کو فروغ نہیں دیا بلکہ کم از کم مذکورہ فنکار پنجاب اور دہلی کے اُردو داں طبقوں میں بھی مقبول ہو چکے تھے۔

تقسیمِ ملک سے لے کر عصرِ حاضر تک جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کی آبیاری کرنے والوں میں شمیم احمد شمیم، حامدی کاشمیری، محمد یوسف ٹینگ، اکبری میدری، اکبر لداخی، پشکر ناتھ، تیج بہادر بھان، برج پریمی، مخمور بدخشی، غلام نبی خیال، سلطان الحق شہیدی، حکیم منظور، ہمدم کاشمیری، پرتاپ سنگھ بیتاب، آئن لہر، خالد حسین، نورشاہ، رفیق راز، بلراج بخشی، اکبر جے پوری، ویندر پٹواری، محمد زمان آزردہ، قدوس جاوید، مظفر ایرج، ہمدم کاشمیری، عرش صہبائی، عابد مناوری، قاضی غلام، ریاض پنجابی، بشیر کلد یپ، شجاع سلطان، شبنم قیوم، ترنم ریاض، ظہورالدین، محمد علی حسینی، غلام رسول ملک، شہباز راجوری، صابر مرزا، ثنااللہ بٹ، صوفی غلام محمد، رخسانہ جبیں، نسرین نقاش، شفیقہ پروین، عارفہ بشریٰ، جاوید آزر، پریمی رومانی، فرید پربتی، خالد بشیر، ہمس الدین شمیم، شفق سوپوری، زاہد مختار، احمد شناس، فاروق نازکی، قاسم سجاد، مبشر رفاعی، یوسف عاجز، جی۔ ایم۔ آجر، حسن ساحو، شبیب رضوی، وجید احمد اندرابی، بشیر احمد نحوی، مجید مضمر (مرحوم)، نذیر ملک، شہاب عنایت ملک، نصرت آراء چوہدری،

ضیاءالدین، محمد ریاض احمد، اسداللہ وانی، ریاض توحیدی، مشتاق احمد وانی، الطاف انجم، سلیم مالک، خالد کرار، راہگیر لداخی وغیرہ کے نام سرِ فہرست ہیں، جنہوں نے اپنی محنت، لگن، محبت اور خلوص سے جموں وکشمیر میں اُردو کی آبرو بنائے رکھی ہے۔

مجموعی طور پر ریاست جموں وکشمیر میں اُردو زبان کی تشکیل کا عمل اس ریاست میں مسلم دورِ حکومت کے قیام اور فرزندانِ اولیائے کرام کی آمد کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ڈوگرہ راج کے قیام تک اُردو میں شعری اور نثری تخلیقات کی پیش کش کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ 1889ء میں اُردو کو ریاست کی سرکاری زبان کا درجہ دیے جانے کے بعد سے 1947ء تک جموں وکشمیر کے شاعروں اور ادیبوں نے اُردو شعروادب کے سرمائے میں ہر پہلو سے اضافہ کیا۔ ریاست میں اُردو شاعری اور افسانوی ادب کا آغاز اگرچہ ڈوگرہ عہد میں ہوتا ہے، لیکن صحافت، تحقیق وتنقید اور غیر افسانوی نثر کا باقاعدہ ارتقا 1947ء کے بعد ہوتا ہے۔ آج ریاست جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کی صورتِ حال بعض خامیوں کے باوجود اتنی ہمہ جہت اور اطمینان بخش ہے کہ جموں وکشمیر کو بھی دہلی، لکھنؤ، لاہور، کراچی، عظیم آباد وغیرہ کی طرح اُردو کا ایک اہم مرکز مانا جاتا ہے۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ وطالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''جموں وکشمیر میں اُردو زبان'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 3.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

مجموعی طور پر ریاست جموں وکشمیر میں ۔۔۔۔۔۔ کی تشکیل کا عمل اس ریاست میں مسلم دورِ حکومت کے قیام اور فرزندانِ اولیائے کرام کی آمد کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ڈوگرہ راج کے قیام تک اُردو میں شعری اور نثری تخلیقات کی پیش کش کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔۔۔۔۔۔ میں اُردو کو ریاست کی سرکاری زبان کا درجہ دیے جانے کے بعد سے 1947ء تک جموں وکشمیر کے شاعروں اور ادیبوں نے اُردو شعروادب کے سرمائے میں ہر پہلو سے۔۔۔۔۔ کیا۔

3.4۔عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر میں اُردو زبان کا سفر ایک طویل تاریخی، تہذیبی، سماجی اور ادبی عمل کا نتیجہ ہے۔ اس خطے میں مختلف زبانوں اور بولیوں کے باہمی میل جول نے اُردو کے لیے ایک سازگار ماحول پیدا کیا۔ ریاست میں صدیوں تک فارسی کو سرکاری اور درباری زبان کی حیثیت حاصل رہی، تاہم وقت گزرنے کے ساتھ اُردو نے عوامی زندگی میں اپنی جگہ بنانا شروع کی۔ مقامی زبانوں، خصوصاً کشمیری، ڈوگری، پہاڑی، گوجری اور دیگر بولیوں کے ساتھ فارسی، عربی، ترکی، ہندی اور پنجابی کے الفاظ کے میل نے بھی اُردو کو ریاست کے مختلف طبقوں کے لیے قابلِ قبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یوں اُردو محض ایک زبان کی حیثیت سے نہیں بلکہ مختلف لسانی اور تہذیبی گروہوں کے درمیان رابطے کے ایک موثر وسیلے کے طور پر سامنے آئی۔ ڈوگرہ عہد میں جموں وکشمیر میں اُردو کی ترقی کو ایک باقاعدہ سمت ملی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانے میں اگرچہ فارسی کو درباری حیثیت حاصل تھی، لیکن اُردو عوامی سطح پر تیزی سے مقبول ہو رہی تھی۔ دیوان کرپا رام کی رپورٹوں اور چودھری مہتہ شیر سنگھ کے سفرنامے جیسے ابتدائی نمونے اس بات کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ اُردو ریاست میں تحریری اظہار کی زبان کے طور پر بھی اپنی جگہ بنا چکی تھی۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دور میں اُردو کی ترقی کے لیے مزید سازگار حالات پیدا ہوئے۔ دارالترجمہ کا قیام، علمی و تعلیمی کتابوں کے تراجم، پریس کا اجرا اور اُردو اخبارات کی اشاعت نے ریاست میں اُردو کے علمی، تعلیمی اور ادبی دائرے کو وسیع کیا۔ اس دور کے اہلِ علم و ادب نے بھی اپنی تحریروں اور تصانیف کے ذریعے اُردو کے فروغ میں نمایاں حصہ لیا۔ مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد میں 1889ء میں اُردو کو ریاست کی سرکاری زبان کا درجہ ملنا اس کے ارتقا کا ایک اہم سنگِ میل تھا۔ اس کے بعد اُردو کا استعمال دفتری اور تعلیمی اداروں میں مزید وسیع ہوا۔ اسکولوں، کالجوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں اُردو ذریعہ تعلیم اور افہام و تفہیم کا وسیلہ بنی۔ اس صورتِ حال نے اُردو کے لیے ایک ایسا مضبوط ماحول پیدا کیا جس میں نئی نسل کو زبان سیکھنے اور اس کے ذریعے علمی و ادبی سرمایہ حاصل کرنے کے مواقع میسر آئے۔ اسی زمانے میں پریس اور اخبارات نے بھی اُردو زبان کی مقبولیت میں اہم کردار ادا کیا۔ 1924ء میں جموں سے اُردو اخبار کے اجرا اور اس کے بعد کشمیر سے متعدد اخبارات اور رسائل کی اشاعت نے ریاست میں اُردو صحافت کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔ جموں وکشمیر میں اُردو ادب کی ترقی صرف سرکاری سرپرستی یا تعلیمی اداروں تک محدود نہیں رہی بلکہ شعراء، ادباء، صحافیوں، محققین اور نقادوں نے بھی اس زبان کی آبیاری میں اہم کردار ادا کیا۔ ہرگوپال خستہ، سالگرام سالک اور بعد کے متعدد اہلِ قلم نے اپنی تخلیقات کے ذریعے اُردو کے ادبی سرمائے میں اضافہ کیا۔ آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد شاعروں اور ادیبوں کی ایک طویل فہرست سامنے آتی ہے جنھوں نے اپنی شعری و نثری تخلیقات، تحقیقی و تنقیدی مضامین اور صحافتی خدمات کے ذریعے جموں وکشمیر میں اُردو کی روایت کو زندہ رکھا۔ ان اہلِ

قلم کی تخلیقات میں ریاست کی تہذیب، معاشرت، تاریخ، قدرتی حسن، عوامی زندگی اور بدلتے ہوئے سماجی حالات کی مختلف تصویریں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

1947ء کے بعد جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب نے ایک نئے دور میں قدم رکھا۔ صحافت، تحقیق، تنقید، افسانہ اور دیگر اصنافِ ادب کے فروغ کے لیے نئے مواقع پیدا ہوئے۔ متعدد اخبارات، رسائل، ادبی جرائد، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں نے اُردو کو عوام تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ سرکاری اور غیر سرکاری ادبی وثقافتی اداروں اور انجمنوں نے بھی اُردو کی ترویج وترقی کے لیے مختلف سرگرمیاں انجام دیں۔ اس طرح اُردو ریاست کے ادبی اور ثقافتی منظرنامے کا ایک مستقل حصہ بن گئی۔

مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جموں وکشمیر میں اُردو زبان کا ارتقا کسی ایک دور، ادارے یا فرد کی کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ مختلف تاریخی اور تہذیبی عوامل کے باہمی تعامل کا ثمر ہے۔ فارسی کے طویل اثر، مقامی زبانوں کے ساتھ اُردو کے اختلاط، ڈوگرہ حکمرانوں کی سرپرستی، تعلیمی اداروں کے قیام، دارالترجمہ، پریس اور اخبارات کی خدمات اور شعراء وادباء کی مسلسل ادبی کاوشوں نے اُردو کو ریاست میں ایک مضبوط مقام عطا کیا۔ اگرچہ بدلتے ہوئے حالات میں اُردو کو بعض مسائل اور چیلنجز کا سامنا ہے، تاہم اس کی تاریخی جڑیں گہری اور ادبی روایت مضبوط ہے۔ آج بھی جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کی تدریس، صحافت، تحقیق، تنقید اور تخلیقی ادب کا سلسلہ جاری ہے۔ اس اعتبار سے جموں وکشمیر نہ صرف اُردو زبان کے ایک اہم مرکز کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یہاں کی اُردو ادب کی روایت برصغیر کی مجموعی اُردو تہذیب وادب کا ایک اہم اور قابلِ قدر حصہ بھی ہے۔

3.5۔ فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
بانکپن	:	شوخی، نازوانداز
استحصالی	:	ناجائز فائدہ اٹھانے والا
آمیز	:	ملانے والا، ملا ہوا
رسوخ	:	اثرونفوذ
ترویج	:	پھیلاؤ، اشاعت
خداداد	:	قدرت کی عطا کردہ

سرپرستی	:	نگرانی، حوصلہ افزائی
مقبولیت	:	پسندیدگی، قبولیت
افہام وتفہیم	:	سمجھنا اور سمجھانا
تدوین	:	ترتیب دینا، مرتب کرنا
غیر افسانوی	:	افسانے کے علاوہ نثری ادب
نشوونما	:	ترقی، بڑھوتری
آبیاری	:	پرورش، ترقی میں مدد دینا
تہذیبی	:	تمدن اور ثقافت سے متعلق
ہمہ جہت	:	ہر پہلو سے مکمل، جامع

3.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

سوال:1 جموں وکشمیر میں اُردو زبان کے آغاز اور ابتدائی نقوش پر تفصیلی نوٹ لکھیے؟

سوال:2 مہاراجہ رنبیر سنگھ اور مہاراجہ پرتاب سنگھ کے ادوار میں اُردو زبان کی ترویج وترقی کا جائزہ پیش کیجیے؟

سوال:3 جموں وکشمیر میں اُردو صحافت کے آغاز اور ارتقا پر روشنی ڈالیے؟

سوال:4 جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کے فروغ میں شعراء، ادباء، اخبارات اور ادبی اداروں کے کردار کا جائزہ لیجیے؟

3.7۔مشقی سوالات:۔

1۔ جموں وکشمیر میں اُردو زبان کے فروغ میں دارالترجمہ نے کیا کردار ادا کیا؟

____

____

____

2۔ 1889ء میں اُردو کو ریاست جموں وکشمیر کی سرکاری زبان کا درجہ دینے کی کیا اہمیت تھی؟

3.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

1۔ دارالترجمہ کے ذریعے مختلف علمی و تعلیمی کتابوں کے اُردو میں تراجم کیے گئے، جس سے ریاست میں اُردو کے علمی اور تعلیمی استعمال کو فروغ ملا۔

2۔ 1889ء میں اُردو کو سرکاری زبان کا درجہ ملنے سے اس کا استعمال دفتری اور تعلیمی اداروں میں بڑھا اور اس کی ترویج وترقی کو مزید تقویت ملی۔

(جوابات سرگرمی:۔ ا۔ اُردو زبان، ۲۔ 1889ء، ۳۔ اضافہ)

3.9۔ امدادی کتب:۔

ا۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما	ڈاکٹر برج پریمی
۲۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۳۔	جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری
۴۔	ریاست میں اردو صحافت	صوفی محی الدین
۵۔	ڈاکٹر برج پریمی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر چمن لعل بھگت
۶۔	جموں وکشمیر میں اردو خودنوشت کی سمت ورفتار	ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ

سبق نمبر:۴:۔اُردوزبان کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ

ساخت:۔

4.0 اغراض ومقاصد
4.1 تعارف
4.2 اُردوزبان کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ
4.3 جموں وکشمیر میں اُردوزبان کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ
سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)
4.4 عمومی جائزہ
4.5 فرہنگ
4.6 نمونہ امتحانی سوالات
4.7 مشقی سوالات
4.8 مشقی سوالات کے جوابات
4.9 امدادی کتب

4.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

اردوزبان کے فروغ میں صوفیائے کرام کے اہم اور بنیادی کردار سے واقف ہو جائیں گے۔تصوف کے مفہوم اوراس کی بنیادی

خصوصیات کو جان سکیں گے۔صوفیائے کرام کے طرزِ فکر، طرزِ عمل اورعوام سے ان کے براہِ راست تعلق کو سمجھ سکیں گے۔ یہ جان سکیں گے کہ صوفیا نے اپنے پیغامِ محبت، انسانیت، اخوت، بھائی چارے، اخلاق اور نیکی کو عام کرنے کے لیےعوامی اور مقامی زبانوں کو کس طرح ذریعہ اظہار اور تبلیغ بنایا، اردو زبان کی ابتدائی تشکیل اور نشو ونما میں صوفیائے کرام کی خدمات سے واقف ہوسکیں گے۔ امیر خسرو، شیخ فرید الدین شکر گنج، بوعلی قلندر، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، قاضی محمود دریائی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی، ولی اور خواجہ میر درد جیسے صوفیائے کرام کی لسانی و ادبی خدمات کو جان سکیں گے ۔صوفیانہ افکار اور تعلیمات کے اردو شاعری کے موضوعات اور اسلوب پر پڑنے والے اثرات کو سمجھ سکیں گے۔تصوف، عشقِ حقیقی، معرفت، تزکیہ نفس، توکل، قناعت اور خود سپردگی جیسے تصورات سے واقف ہوسکیں گے۔ یہ سمجھ سکیں گے کہ صوفیائے کرام نے مقامی بولیوں، ہندوی اور دوسری عوامی زبانوں کو ادبی اظہار کا وسیلہ بنا کر اردو کی ترقی کی راہ کس طرح ہموار کی، جموں و کشمیر میں صوفیائے کرام کی آمد اور ان کی روحانی، اخلاقی، تہذیبی اور لسانی خدمات سے واقف ہو جائیں گے۔بلبل شاہ، حضرت شاہ ہمدان اور حضرت میر محمد ہمدانی جیسے صوفیائے کرام کی کشمیر میں خدمات کو جان سکیں گے، یہ سمجھ سکیں گے کہ کشمیر میں صوفیائے کرام کی تعلیمات نے عوام وخواص کے ذہنوں اور دلوں پر کس طرح اثر ڈالا، جموں و کشمیر میں اردو زبان کی ابتدائی نشو ونما میں ایرانی، ترکستانی اور وسط ایشیائی صوفیا کے کردار کو سمجھ سکیں گے۔اور اس حقیقت سے آگاہ ہوسکیں گے کہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے ساتھ ساتھ جموں و کشمیر میں بھی اردو زبان کے فروغ، ترویج، نشو ونما اور عوامی مقبولیت میں صوفیائے کرام کی خدمات نہایت اہم، مؤثر اور ناقابلِ فراموش ہیں۔

4.1۔تعارف:۔

اردو زبان و ادب کی تشکیل، نشو ونما اور فروغ ایک طویل تاریخی اور تہذیبی عمل کا نتیجہ ہے، جس میں صوفیائے کرام نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ ہندوستان میں صوفیا کی آمد کے زمانے میں مختلف علاقوں میں مختلف مقامی زبانیں اور بولیاں رائج تھیں اور تصنیف و تالیف کے میدان میں فارسی کو خاص مقام حاصل تھا۔صوفیائے کرام کا بنیادی مقصد کسی مخصوص زبان کی خدمت کرنا نہیں تھا بلکہ انسانیت، محبت، اخوت، بھائی چارے، اخلاق، نیکی اور روحانی پاکیزگی کی تعلیمات کو عام کرنا تھا۔ چونکہ ان کا براہِ راست تعلق عوام سے تھا، اس لیے انہوں نے عوام کی زبان کو اپنے پیغام کے اظہار اور تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔اس عمل سے ہندوی، مقامی بولیوں، اپ بھرنش اور فارسی کے باہمی میل جول کو فروغ ملا اور اردو زبان کی ابتدائی تشکیل و نشو ونما کے لیے سازگار ماحول پیدا ہوا۔صوفیائے کرام کے ملفوظات، اقوال، نثری تحریروں اور منظوم کلام نے عوام کو نہ صرف روحانی اور اخلاقی تعلیمات سے روشناس کرایا بلکہ زبان کو بھی نئے موضوعات اور وسیع دائرہ اظہار سے آشنا کیا۔امیر خسرو، شیخ فرید الدین شکر گنج،

بوعلی قلندر، شیخ شرف الدین یحیٰ منیری، قاضی محمود دریائی، شیخ عبد القدوس گنگوہی، ولی اور خواجہ میر درد وغیرہ کی خدمات اسی سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں۔ جموں و کشمیر میں بھی صوفیائے کرام نے روحانی، اخلاقی اور تہذیبی اثرات کے ساتھ ساتھ اردو زبان کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ چودھویں صدی عیسوی میں وسط ایشیا اور ایران سے صوفیا مختلف کاروانوں کی صورت میں کشمیر پہنچے۔ ان سے پہلے کشمیر میں ریشیوں، منیوں، سادھوؤں اور سنتوں کی موجودگی نے بھی ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا جس میں روحانی افکار اور تصوف کے لیے لوگوں کے دلوں میں کشش موجود تھی۔ بلبل شاہ ترکستانی کی آمد، رنچن شاہ کا اسلام قبول کرنا، حضرت شاہ ہمدان اور ان کے ساتھیوں کی کشمیر آمد اور بعد میں حضرت میر محمد ہمدانی کی خدمات نے کشمیر کی مذہبی، اخلاقی اور تہذیبی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ صوفیائے کرام نے محبت، انسانیت، بھائی چارے اور نیکی کی تعلیمات کے ذریعے عوام و خواص کو متاثر کیا اور ان کے اثرات کشمیری معاشرے میں گہرائی تک سرایت کر گئے۔ اسی تاریخی پس منظر میں اردو زبان کے ابتدائی نقوش بھی مضبوط ہوئے۔ چنانچہ اردو زبان کے فروغ میں صوفیائے کرام کا کردار صرف ہندوستان کے دوسرے علاقوں تک محدود نہیں بلکہ جموں و کشمیر کی لسانی و تہذیبی تاریخ میں بھی ان کی خدمات نمایاں اور ناقابلِ فراموش ہیں۔

4.2۔اُردو زبان کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ:۔

لغت کے اعتبار سے ''صوف'' کے معنی ''اون'' کے ہیں اور تصوف جس کے معنی ''اونی لباس یا اون کا لباس'' کے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو اونی لباس پہنتے ہیں۔ یہ عربی سے اسم مشتق ہے اور عربی قواعد کے اعتبار سے ثلاثی مزید فیہ کے بابِ تفعّل سے مصدر ہے اور اردو میں بطور حاصلِ مصدر مستعمل ہے۔ چونکہ اونی لباس انبیائے کرام اور اولیائے عظام کا پہناوا تھا اور شعار رہا ہے۔ تصوف کو ہمیشہ ترکِ دنیا کی علامت سمجھا گیا ہے، اس لیے اہلِ تصوف نے اس لباس کو اختیار کیا، جس کی بنا پر یہ گروہ صوفیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اعتبار سے صوفیہ سے مراد وہ شخص ہے جس نے دنیا و آخرت کے اجر و جزا سے بے نیاز ہو کر محبوبِ حقیقی سے بے لوث محبت اور دوستی کا رشتہ قائم کیا۔ تصوف کی بنیاد تمام تر باطنی واردات پر ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا مسلک ہے جس کے وسیلے سے قلب کی صفائی حاصل کی جاتی ہے۔ تصوف کے علم کو معرفت کا علم کہا جاتا ہے، جس میں تزکیہ نفس پر زور دے کر انسان کے باطن کو پاک اور صاف کیا جاتا ہے۔ تصوف دراصل صوفیوں کا وہ طریقہ یا راستہ ہے جس میں درویش ہی تبلیغ کرتے ہیں اور اپنے جذبات کا اظہار صرف لباس سے کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ صوفی ''صوف'' سے ماخوذ ہے۔ صوفی ہر قوم اور ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ چونکہ تصوف ایک علم بھی ہے، ایک فلسفہ بھی اور ایک طرزِ زندگی بھی، ساتھ ہی تصوف طرزِ عمل بھی ہے، جو نفسِ انسانی کو روحانیت کی جانب مائل کرتا ہے۔ صوفی رسم و رواج کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہیں۔ ان کی خاصیت یہ ہے کہ برے پہلو میں بھی بھلائی کا

پہلو نکال لیتے ہیں۔صوفی ہمیشہ اپنے نفس کے محاسبے پر زور دیتے ہیں۔صوفی حضرات ماہرِ نفسیات ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کا عوام کے دلوں پر قبضہ ہو جاتا ہے۔شروع شروع میں مسلمان فقیر یعنی صوفیا ہندوستان میں پُر خطر اور دشوار گزار راستوں سے سَر بہ کف آئے۔چھوٹے گاؤں اور قصبات سے گزرے، وہاں قیام کیا، لوگوں کو اپنے علم اور اخلاق سے متاثر کیا، جس کے نتیجے میں عوام ان کی گرویدہ ہوتی گئی اور جیسے جیسے ان کا فیض پہنچتا گیا، لوگ ان سے بیعت ہوتے گئے۔ان صوفیوں نے جو ہندوستانی زبان بولتے اور سمجھتے تھے، عوام کی ہی زبان کو اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا اور رفتہ رفتہ پورے ملکِ ہندوستان میں چھا گئے۔ان میں خواجہ معین الدین چشتی، شیخ فرید الدین شکر گنج، شیخ حمید الدین ناگوری، بوعلی قلندر، امیر خسرو، شیخ شرف الدین یحیٰ منیری، شاہ برہان الدین غریب، حضرت گیسو دراز بندہ نواز، حضرت قطب الدین عالم، حضرت شاہ عالم، حضرت سید محمد جونپوری، شیخ بہاء الدین باجن، شیخ عبد القدوس گنگوہی، شمس العشاق شاہ میراں جی، حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری، شیخ وجیہ الدین احمد علوی، شیخ بہاء الدین برناری، سید شاہ ہاشم حسنی العلوی، شاہ امین الدین اعلیٰ، سید میراں حسینی شاہ، قاضی محمود دریائی بیر پوری، شاہ علی محمد جیو گام دھنی، میاں خوب محمد چشتی، شاہ برہان الدین جانم اور بابا شاہ حسینی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ان صوفیائے کرام کے علاوہ اور بھی صوفیا ہیں جنھوں نے اپنے فیوض و برکات سے اردو زبان کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ہم یہاں ان صوفیائے کرام کے کلام کو بطور نمونہ درج کرتے ہیں۔

تن دھونے سے دل جو ہوتا پاک — پیش رو اصفیا کے ہوتے غوک
ریش سبلت سے گر بڑتے ہوتے — بو کروواں سے نہ کوئی بڑے ہوتے
خاک لانے سے گر خدا پائیں — گائے بیلاں بھی واصلاں ہو جائیں
گوش گری میں گر خدا ملتا — گوش چویاں (ہکذا) کوئی نہ واصل تھا

نظم شکر گنج

وقتِ سحر وقتِ مناجات ہے — خیز دراں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگوید ترا — خسپ چہ خیزی کی ابھی رات ہت
باتن تنہا چہ روی زیرِ زمیں — نیک عمل کن کہ رہی سات ہے
پندِ شکر گنج کہ بدل جان شنو — ضایع مکن عمر کے ہیہات ہے

غزل ریختہ — شکر گنج

سجن سکارے جائیں گے اور نین مریں گے روے　　　بدھنا ایسی رین کو، بھور کدھی نہ ہوئے

شیخ شرف الدین بوعلی قلندر

زحالِ مسکیں مکن تغافل دورائے نینا بنائے بتیاں

کہ تابِ ہجراں نہ دارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

شبانِ ہجراں دراز چون زلف و روزِ وصلش پہ عمر کوتاہ

سکھی پیا کوں جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

یکا یک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکیں

کسے پڑی ہے جو جا سنادے پیارے پی کو ہماری بتیاں

امیر خسرو

صوفیا کے یہ وہ کلام کے نمونے ہیں جو ان کے قدیم بیاضوں میں موجود ہیں۔ انھوں نے اپنے ملفوظات، اقوال اور اشعار کے ذریعے اردو کے کارواں کو آگے بڑھایا۔ شیخ بہاء الدین باجن کا پہلا بتانا یہ کہا جاتا ہے۔ خزائنِ رحمت اللہ کے نام سے ان کے فارسی اور ہندوی کلام کا مجموعہ بھی ہے۔ صوفیا کے یہاں مخلوط زبانوں کا معیار، خاص طور پر مقامی بولیوں، اپ بھرنش اور مخلوط زبانِ فارسی زیادہ ملتی ہے۔ قاضی محمود دریائی، سنت کبیر، شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور شیخ علی محمد جیو گام دھنی کی تخلیقات سے اندازہ ہوتا ہے کہ پندرہویں صدی کے آغاز تک گجرات میں فارسی زبان کے ساتھ ہندوی الفاظ کا بھی استعمال شروع ہو گیا تھا۔ شیخ فرید الدین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کا قیام پاک پٹن میں تھا۔ ان کی ہندوستانی زبان کے دو نثری نمونے ''پونوں کا چاند'' بھی بالا ہے اور ''اسے صابر بر و بھو گیا خواہی کرو'' قابلِ ذکر ہیں۔ اسی طرح ان کی منظوم تخلیقات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ نمونہ کا یہ شعر دیکھیے:۔

عشق کا رموز نیارا ہے

جز مدد پیر کے نہ چارا ہے

علاء الدین خلجی کے عہد میں شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی پائے کے صوفی تھے۔ آپ صاحبِ جلال صوفی ہونے کے ساتھ عوام کے نزدیک ہر دل عزیز بھی تھے۔ ان کی عوام میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ علاء الدین خلجی اپنے چچا جلال الدین خلجی کو قتل کر

کے تخت پر قابض ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میری اس سفا کی پر پردہ پڑ جائے۔ اس کے مصاحبوں نے کہا کہ بوعلی قلندر کو خوش کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر عوام خوش نہیں ہوگی۔ بوعلی کو خوش کرنے کے لیے امیر خسرو کام پر متعین ہوئے۔ انھوں نے گا بجا کر بوعلی کو خوش کر لیا۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا کچھ کلام سنایا، جسے سن کر امیر خسرو آبدیدہ ہو گئے۔ بوعلی نے فرمایا: ''تو کیا کچھ سمجھتا ہے؟'' امیر خسرو نے کہا: ''اسی لیے تو روتا ہوں کہ کچھ نہیں سمجھتا۔'' حضرت بوعلی کے نثری اور منظوم دونوں اقوال محفوظ ہیں۔ ان کے ایک فارسی شعر کا اردو ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

گفت او خندہ زنان گریہ چو کردم بدرش
بو علی ہست مگر عاشق دیوانہ ما
جب میں اس کے دروازے پر گریہ و زاری کی
تو اس نے کہا کہ شاید بوعلی ہمارا دیوانہ عاشق ہے

قاضی محمود دریائی کے بارے میں بعض تذکروں میں ان سے منسوب کرامات کے ذیل میں ملتا ہے کہ جب کسی کی کشتی بھنور میں پھنس جاتی اور ڈوبنے لگتی تو اس وقت اگر وہ قاضی صاحب کو یاد کر لیتا تو کشتی بھنور سے نکل جاتی۔ اسی مناسبت سے ان کا لقب دریائی پڑا۔ مولوی عبدالحق نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''ان کا مشرب عشق و محبت تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کا سارا کلام اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ زبان ہندی ہے جس میں کہیں کہیں گجراتی اور فارسی عربی کے لفظ بھی آ جاتے ہیں۔ کلام کا طرز بھی ہندی ہے، چونکہ موسیقی کا خاص ذوق تھا اس لیے ہر نظم کی ابتدا میں راگ راگنی کا نام بھی لکھ دیا ہے۔''

نینوں کا جل لکھ تنبو لاناک موتی کل بار
سیں نماؤں نیہ پاؤں اپنے پیر کروں بار

شیخ خوب محمد چشتی کا شمار گجرات کے اہم اور گجراتی کے سب سے بڑے شاعروں میں ہوتا ہے۔ وہ اکابرِ صوفیہ میں سے تھے۔ ان کی مشہور تصنیف ''خوب ترنگ'' ہے۔ باوجود اس کے قبل کسی صوفی نے ہندوی (ہندی) شمالی ہند میں استعمال نہیں کی۔ شمالی ہندوستان کی یہی کھڑی بولی رفتہ رفتہ ترقی کر کے اردو زبان کی شکل اختیار کر گئی۔ تمام ہی اکابرِ صوفیہ کی جولسانی خدمات ہیں، اس نے اردو کو زبان کی حیثیت سے اس ملک کے کونے کونے میں پھیلایا اور عوام کو اس زبان سے اتنا قریب کر دیا کہ یہ بولی سے زبان کی صورت اختیار کرتی چلی گئی۔ زبان کی تشکیل کے اس مرحلے میں راہِ سلوک اور فنا فی اللہ کے جذبے نے حقیقت اور مجاز کے پہلو کو واضح کر دیا، جس کا نمونہ اردو کی غزلیہ شاعری میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔

ہمارے صوفیائے کرام کا یہ اعجاز ہے کہ انھوں نے حقیقت اور مجاز کے دبیز پردے کو ہٹا دیا اور اٹھارہویں صدی تک آتے آتے اردو شاعری میں صوفیانہ مضامین کی کثرت ہوگئی۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اردو شاعری کی ابتدا متصوفانہ خیالات سے ہی ہوتی تھی۔ جہاں راہِ سلوک کی منزلوں کو طے کرنے کے لیے عشق ضرور تھا، جو بعد میں یہی مجازی عشق حقیقی عشق کا زینہ ثابت ہوا۔ صوفیہ کے یہاں عشق مقالی بولی کے اعتبار سے خودسپردگی کے معنی میں بولا جاتا ہے، جو کہ خالص ہندی روایت ہے۔ جب یہ سلسلہ ولی تک پہنچا تو ولی نے تصوف کے راستے سے عشقِ حقیقی سے عشقِ مجازی کو سمجھایا۔ دراصل صوفیا نے خواہشاتِ نفسی کو مارنے کے لیے نفس کشی کی تعلیم دی، جس میں انسان کو اپنی خواہشات کے بدلے توکل اور قناعت کی تعلیم دی، جسے بعد کے شعرا نے بھی صوفیہ کے انھیں نظریات اور تعلیمات کو عام کیا۔ ولی نے کہا کہ :

عشق میں لازم ہے اول ذات کو فانی کرے
ہو فنافی اللہ دائم یادِ یزدانی کرے

ولی کوں نہیں مال کی آرزو
خدا دوست نہیں دیکھتے زر طرف

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اسے زندگی کیوں نہ بھا ری لگے

مندرجہ بالا اشعار کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولی نے اکابرِ صوفیہ شعرا کے افکار و نظریات اور تعلیمات کو اپنے اشعار میں کس طرح کرتا ہے۔ پہلے میں فنافی اللہ لیا گیا ہے، جبکہ دوسرا شعر توکل اور ان پر مبنی ہے۔ تیسرے شعر میں عشق کے تیر کاری کے بعد زندگی کا بھاری لگنا گویا عاشق اپنے محبوب سے وصال کا تمنائی ہے۔ اس طرح میر تقی میرؔ کے یہاں خودسپردگی کی جو روایت ہے، وہ اسی ہندی روایت کا حصہ ہے، جب کہ غالب کی انانیت ایرانی روایت کا حصہ ہے۔

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

بندگی میں بھی وہ آزار خود بیں ہیں کہ ہم
الٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا

خواجہ میر درداردو کے عظیم صوفی شاعر ہیں۔اردوشعروادب کی تاریخ میں درد کا مقام بہت بلند ہے۔اردوشاعری میں ان کا مقام ومرتبہ صوفی شاعر کے اعتبار سے ہی متعین کیا جاتا ہے۔درد بذاتِ خود نقشبندیہ سلسلے سے تھے۔ولی جب اجڑ رہی تھی اور تباہ حال تھی،اس پُرآشوب دور میں بھی درد نے دلی نہیں چھوڑی،جب کہ بیشتر شعرانے دلی چھوڑ کر لکھنواور بعض دوسرے مقامات کو ہجرت کررہے تھے۔درد کا کلام اردو کے تقریباً تمام شعرا سے منفرد ہے۔ان کے یہاں ایمان وایقان،عقائداور توکل کے علاوہ دوسرے پہلو بھی ہیں۔ان کے یہاں جذبہ وجنون کے ساتھ اپنی ہستی کو ذاتِ باری تعالیٰ میں گم کردینے کا جذبہ بھی ملتا ہے۔

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

آتشِ عشق آفت قہر آفت ہے
اک بجلی سی آن پڑتی ہے ہے

درد کے کلام کی بنیادی خصوصیت تفکر،تصوراور تفعل ہے۔اردو کی ترقی کے باوجود آج بھی صوفیائے کرام کے ابتدائی نقوش اتنی ہی اہمیت کے حامل ہیں جتنے ابتدائی دور میں تھے،کیونکہ اردو کی ترویج واشاعت میں صوفیا کا جو کردار رہا ہے،وہ بے حد اہم ہے۔کیونکہ زبان کی شیرینی،حلاوت اور اس کی تشکیل انہیں صوفیہ کی مرہونِ منت ہے۔اس کے علاوہ یہ لوگ زندگی کے مختلف میدانوں میں متصوفانہ اصولوں پر کاربند رہے۔خواہ علم وفن اور ادب کا میدان رہا ہو یا سلوک ومعرفت کا،کسی بھی میدانِ عمل میں صوفیہ کی نظیر نہیں ملتی۔یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ اردو کی تشکیل اور فروغ میں صوفیائے کرام کی خدمات غیر معمولی رہی ہیں۔آخر میں مختصر یہ عرض کرنا ہے کہ اردو کے فروغ اور نشو ونما میں صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کا بہت بڑا کردار رہا ہے،جنھوں نے اپنی وعظ ونصیحت کے ذریعے عوام الناس تک پہنچنے اور سبھی کو،خواہ وہ کسی مذہب اور عقیدے سے تعلق رکھتا ہو،تصوف کے رموز واعجاز سے سرشار کیا،آپسی اخوت اور ہم آہنگی سے روشناس کیا اور خواص کے طبقے سے الگ ایک ایسی عام روش اختیار کی،جس سے لوگوں کو شریعت کے ساتھ ساتھ معرفت کے فیوض وبرکات سے بھی ہم کنار کیا۔

واقعہ ہے کہ شیخ فریدالدین شکر گنج کی آنکھ پر پٹی بندھی دیکھ کر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے سبب جاننا چاہا تو انھوں نے فرمایا

کہ: ''آنکھ آئی ہے۔''اس پر خواجہ نے فرمایا کہ اگر آنکھ آئی ہے اس چرا بستہ ایڈ۔اسی طرح شیخ حمید الدین ناگوری سے ان کے بارے میں فرمایا: ''ہاں بابا کچھ کچھ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عوامی زبان مجلس اور واعظ و نصیحت تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ ان صوفیاء کی باہمی گفتگو تھی۔خواجہ نظام الدین اولیاء کی تصانیف میں بھی مقامی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔ان کے مرید خواجہ امیر خسرو نے اردو کی ابتدائی نشو ونما میں نمایاں کردار ادا کیا۔اسی زمانے میں شیخ بوعلی قلندر پانی پتی نے بھی قدیم اردو میں دوہے کہے اور متصوفانہ مزاج کو عام کیا۔ان کے بعد شیخ شرف الدین یحییٰ منیری ایک معروف صوفی شاعر تھے۔ان کے متصوفانہ افکار ان کے دوہے، فالنامے وغیرہ میں ملتے ہیں اور یہ اردو کی ابتدائی نشو ونما میں بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔شیخ عبدالقدوس گنگوہی برج بھاشا کے شاعر تھے اور''الکھ داس''تخلص کیا کرتے تھے۔مورخین نے لکھا ہے کہ ایک فارسی عبارت سمجھانے میں یہ مصرعہ کئی باران کی زبان سے ادا ہوا کہ: ''پربت بسے ہمارے میت''اس قسم میں خسرو کے متصوفانہ کلام کے یہ نمونے بہت ہی معروف و مقبول ہوئے اور آج بھی اردو کی متصوفانہ شاعری میں ان کو بطورِ تمثیل پیش کیا جاتا ہے۔

گوری سوے سیج پر لکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر اپنے رین بھئی چھوں دیس

بالا تھا جب سب کو بھایا
بڑھا ہوا کچھ کام نہ آیا
خسرو کہہ دیا اس کا ناؤ
بوجھے نہیں تو چھوڑے گاؤں

ان صوفیائے کرام کے علاوہ اردو کی ابتدائی نشو ونما اور فروغ میں نام دیو، کبیر اور گرونانک کے نام بھی بہت ہی اہمیت رکھتے ہیں۔یہاں دو نمونے ملاحظہ کریں:

مائے نہ ہوتی، باپ نہ ہوتا، گرم نہ ہوتی کائیا
ہم نہیں ہوتے، تم نہیں ہوتے، کون کہاں تے آئیا

(نام دیو)

کبیر سر پر سرائے ہے، کیا ہوئے سکھ چین

سوانس نکارا باج کا باجت ہے دن رین

(کبیر داس)

بعد کے ادوار میں متصوفانہ شاعری کے بہت سے نمونے سامنے آئے اور خواجہ میر درد تک آکر اسے عروج حاصل ہوا۔اور یہ سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے اور صوفیانہ شاعری کے ذریعہ متعدد شعرا عوام الناس کو ایک دھاگے میں پرونے کا کام انجام دینے میں مصروف ہیں۔

4.3۔جموں و کشمیر میں اُردو زبان کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ:۔

چودہویں صدی عیسوی میں وسط ایشیائی اور ایرانی صوفیوں کی جماعتیں مختلف کاروانوں کی صورت میں کشمیر پہنچتی ہیں،لیکن اس سے پہلے کشمیر میں ریشیوں، منیوں، سادھوؤں اور سنتوں نے تصوف کے پنپنے کا ماحول سازگار بنا دیا تھا۔ان کی عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر نے لوگوں کے دلوں میں جگہ کر لی تھی۔ گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں کشمیر سیاسی اتھل پتھل کا شکار رہا، جس سے یہاں کی عوام پریشان تھی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشمیر کے تاجر ہمسایہ ممالک میں جا جا کر نہ صرف کشمیر کی اپنی حالت کا رونا روتے، بلکہ وہاں کے روحانی بزرگوں سے بھی کشمیر کے حالات پر توجہ فرمانے اور دعاؤں سے مدد کرنے کی درخواستیں کرتے۔ان میں سب سے پہلا نام صوفی بزرگ بلبل شاہ ترکستانی کا ملتا ہے، جو 1336ء کے آس پاس کئی درجن ساتھیوں کے ساتھ کشمیر پہنچے۔

کشمیر میں لداخ کا ایک شہزادہ رینچن شاہ بھی حکمران گزرا ہے۔وہ بدھ مت کا پیروکار تھا،لیکن اس کے عقائد میں تذبذب پیدا ہو گیا تھا۔ جب ہندوؤں کی سازشوں کا اسے اندازہ ہوا تو وہ ہندو مذہب کا ایسا مخالف ہوا کہ ایک دن مایوس ہو کر اس نے قسم کھائی کہ کل صبح سب سے پہلے جس شخص پر میری نظر پڑے گی، میں اسی کا مذہب اختیار کر لوں گا۔ پروفیسر عبدالقادر سروری کے مطابق دوسرے دن صبح سب سے پہلے جس بزرگ پر اس کی نظر پڑی، وہ صوفی بزرگ بلبل شاہ تھے، جو دریائے جہلم کے کنارے مصلیٰ بچھائے نماز میں مشغول تھے۔رینچن ان کے طریقِ عبادت سے ایسا متاثر ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مسلمان بن گیا۔رینچن شاہ کے امیروں، وزیروں کے علاوہ سینکڑوں باا ثر لوگوں نے بھی اسلام اختیار کر کے صوفی بزرگ بلبل شاہ اور سلطان راجا سے زیادہ خدا کو خوش کرنے کی سعادت حاصل کی۔صوفی بزرگ بلبل شاہ کے چند سال بعد کشمیر کے ایک

سرکردہ پنڈت کنٹھ ،حضرت شاہ ہمدان سے جا کر ملے اور انہیں کشمیر تشریف لانے کی دعوت دی۔ان کے کشمیر آنے کے بعد وہ پنڈت خود بھی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور شیخ سلیمان کے نام سے مشہور ہوتے ہیں۔حضرت شاہ ہمدان اور ان کے ساتھیوں نے کشمیر آ کر انسانیت، اخلاق، بھائی چارے اور نیکی کی صوفیانہ تعلیم اس مٹھاس اور پیار سے دی کہ یہاں کے عوام وخواص سبھی ان کے گرویدہ اور عقیدت مند بن گئے۔اس وقت کا بادشاہ سلطان قطب الدین شمیری بھی ان کی تعلیمات سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ اپنی شاہی سلطنت کا کچھ حصہ ان کو دینے پر آمادہ ہو گیا۔علامہ اقبال کے مطابق حضرت شاہ ہمدانی نے طرح طرح کی کشمیر نوازی سے کام لے کر اس خطے کو نئے علوم، نئی صنعت وحرفت، نئی تہذیب وثقافت اور نئے مذہبی اصول، یعنی مذہبِ اسلام سے منور کر دیا۔

چودہویں صدی کے دوران ہی صوفیوں کا تیسرا بڑا کاروان وسط ایشیا سے 1393ء میں کشمیر پہنچتا ہے۔تقریباً تین سو اعلیٰ پایہ صوفیوں، مبلغوں اور عالموں پر مشتمل اس کاروان کے سربراہ حضرت شاہ ہمدانی کے اکلوتے فرزند حضرت میر محمد ہمدانی تھے۔اپنے والدِ محترم کے تصوف پر لکھے گئے تقریباً ایک سو پچاس چھوٹے بڑے رسالوں کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد میر محمد ہمدانی نے بھی تصوف پر کئی رسالے لکھے۔انہوں نے ''لمحات'' نام کی کتاب لکھ کر صوفیائے وقت میں ایک امتیازی حیثیت حاصل کی۔میر محمد ہمدانی نے کشمیر کے سب سے مقبول اور مشہور صوفی شیخ نور الدین کشمیری کے مرشد بن کر انہیں ''خطِ ارشاد'' سے نوازا۔ان کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنا کر سلطان زین العابدین نے ''بڈ شاہ'' کا خطاب پایا اور بڈ شاہ کشمیر کے سب سے بڑے روادار اور مقبول حکمران کہلائے۔بعض مورخین کے مطابق ہندوستان کے مشہور مغل شہنشاہ اکبر اعظم نے بڈ شاہ کے اصولوں اور رعایا پروری پر ہی اپنی حکمتِ عملی کی بنیاد رکھی تھی۔

شاہ میری سلطنت کشمیر کی پہلی مسلمان سلطنت تھی۔شاہ میری سلطنت نے 1339ء سے 1555ء تک کشمیر میں حکومت کی۔اس پورے عہد میں صوفیوں، ریشیوں اور مبلغوں نے اپنی تعلیمات سے لوگوں کے دلوں کو منور کیا۔اس عہد کی آخری تین چار دہائیوں میں چند افراتفریاں شروع ہو گئیں، جو اگلے چک دور میں عروج کو پہنچیں۔اس کے بعد مغلوں نے کشمیر پر حملہ کیا، جس سے صوفیوں کا مشن کمزور پڑنے لگا، لیکن تب تک صوفیوں کے اثرات کشمیریوں کے رگ وریشے میں سرایت کر چکے تھے۔ہندوستان کے دیگر خطوں کی طرح جموں وکشمیر میں بھی اُردو زبان کا ابتدائی دور زیادہ تر مذہبی ادب کا دور رہا ہے۔شاید ہی دنیا کا کوئی ادب ایسا ہو جس پر مذہب کے اثرات نہ پڑے ہوں۔ابتدائی دور میں مذہب کا رنگ گہرا ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ کم ہوتا جاتا ہے۔صوفیائے کرام کو نہ تو اُردو سے دلچسپی تھی اور نہ اس زبان کی خدمت ان کے پیشِ نظر تھی۔صوفیا کا عوام سے براہِ راست تعلق تھا۔اس لیے وہ اسی زبان کو ذریعہ تبلیغ بنانا چاہتے تھے جو اس وقت عوام میں رائج تھی۔پورے ہندوستان کی طرح کشمیر

میں بھی اُردوزبان کے چند نقوش عوام میں رائج ضرور تھے۔ یہاں بھی کچھ حد تک اُردو کہی اور بولی جاتی تھی،لیکن یہ ابتدائی نقوش مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ فارسی کے رتبے تک نہیں پہنچ سکے تھے۔تصنیف وتالیف میں فارسی ہی مروج تھی۔اس لیے کشمیر میں آنے والے صوفیا نے بار بار یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ اُردوزبان میں کوئی عیب نہیں اور اسے وسیلہ اظہار بنایا جاسکتا ہے۔ یہ ایران،ترکستان اور وسط ایشیا سے آنے والے صوفیائے کرام ہی تھے جن کی بدولت قدیم اُردو رشد، ہدایت اور پند ونصائح کا موثر ذریعہ بن گئی،جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ اس زبان میں فکروفن کے اظہار کی اچھی صلاحیت پیدا ہوتی گئی۔اُردو نے اب تک اپنی زندگی کی آٹھ صدیاں گزاری ہیں،جن میں پانچ ابتدائی صدیاں 1300ء سے 1700ءتک اس کی زندگی کے قدیم دور کی آئینہ دار ہیں۔اس طرح یہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح جموں و کشمیر میں بھی اُردوزبان کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام نے جوخدمات انجام دیں،انہیں کسی بھی صورت میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

سرگرمی(آؤاپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ وطالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔اب جبکہ آپ نے ''اُردوزبان کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے،تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 4.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

کشمیر میں لداخ کا ایک شہزادہ۔۔۔۔بھی حکمران گزرا ہے۔وہ بدھ مت کا پیروکار تھا،لیکن اسکے عقائد میں تذبذب پیدا ہو گیا تھا۔جب ہندوؤں کی سازشوں کا اسے اندازہ ہوا تو وہ ہندو مذہب کا ایسا۔۔۔۔ہوا کہ ایک دن مایوس ہوکر اس نے قسم کھائی کہ کل صبح سب سے پہلے جس شخص پر میری نظر پڑے گی، میں اسی کا۔۔۔۔کرلوں گا۔

4.4۔عمومی جائزہ:۔

اردوزبان کی تشکیل اور فروغ کے سلسلے میں صوفیائے کرام کی خدمات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ برصغیر میں صوفیا کی آمد ایک ایسے دور میں ہوئی جب مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں اور بولیاں رائج تھیں۔ فارسی علمی اور دفتری زبان کی حیثیت رکھتی تھی، جب کہ عام لوگ اپنی مقامی

زبانوں اور بولیوں میں گفتگو کرتے تھے۔ صوفیائے کرام کا مقصد عوام تک اپنے روحانی اور اخلاقی پیغام کو پہنچانا تھا، اس لیے انہوں نے عوام کی زبان کو اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ اس طرح ان کا عوام سے براہِ راست رابطہ قائم ہوا اور مقامی زبانوں کو نہ صرف عزت ملی بلکہ ان کے ادبی استعمال کی راہیں بھی ہموار ہوئیں۔ تصوف بنیادی طور پر باطن کی صفائی، تزکیہ نفس، معرفت، روحانی تربیت، توکل، قناعت، محبت اور خودسپردگی کا راستہ ہے۔ صوفیائے کرام نے انسان کو ظاہری نمود و نمائش کے بجائے باطن کی پاکیزگی اور اخلاقی کردار پر توجہ دینے کی تعلیم دی۔ انہوں نے مذہبی اور روحانی تعلیمات کو مشکل علمی زبان کے بجائے عام فہم زبان میں بیان کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا پیغام عوام کے دلوں میں آسانی سے اتر تا گیا۔ صوفیا نے مختلف علاقوں کے گاؤں، قصبات اور بستیوں میں قیام کیا، لوگوں کو اپنے اخلاق و کردار سے متاثر کیا اور اپنی تعلیمات کے ذریعے انہیں روحانی اور اخلاقی زندگی کی طرف مائل کیا۔ اس عمل میں زبان ان کے لیے ایک موثر ذریعہ رابطہ ثابت ہوئی۔

اردو زبان کے ابتدائی فروغ میں متعدد صوفیائے کرام نے اپنی تحریروں، ملفوظات، اقوال، دوہوں، غزلوں اور دیگر منظوم و نثری نمونوں کے ذریعے نمایاں خدمات انجام دیں۔ خواجہ معین الدین چشتی، شیخ فریدالدین شکر گنج، بوعلی قلندر، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، امیر خسرو، قاضی محمود دریائی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور دوسرے صوفیا کی خدمات اس سلسلے میں قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے ہندوی اور مقامی بولیوں کو اپنے اظہار کے لیے استعمال کیا اور زبان کو عوام کے قریب کیا۔ امیر خسرو کی خدمات اس اعتبار سے خاص اہمیت رکھتی ہیں کہ ان کے کلام میں فارسی اور ہندوستانی زبان و تہذیب کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ اسی طرح شیخ فریدالدین شکر گنج اور بوعلی قلندر کے کلام میں عوامی زبان اور صوفیانہ فکر کا امتزاج دکھائی دیتا ہے۔ صوفیائے کرام کی خدمات صرف زبان کے استعمال تک محدود نہیں رہیں بلکہ ان کے افکار نے اردو ادب کے موضوعات اور فکری مزاج کو بھی متاثر کیا۔ عشقِ حقیقی، معرفت، فنافی اللہ، توکل، قناعت، خودسپردگی اور تزکیہ نفس جیسے موضوعات اردو شاعری کا حصہ بنے۔ بعد کے دور میں ولی اور خواجہ میر درد جیسے شعرا نے صوفیانہ فکر کو اردو شاعری میں مزید وسعت دی۔ خاص طور پر خواجہ میر درد کے کلام میں ایمان و ایقان، توکل، عشقِ حقیقی اور اپنی ہستی کو ذاتِ باری تعالیٰ میں گم کر دینے کا جذبہ نمایاں ہے۔ اس طرح صوفیانہ فکر نے اردو شاعری کو محض جذباتی اظہار تک محدود نہیں رہنے دیا بلکہ اسے ایک گہرا فکری اور روحانی پہلو عطا کیا۔

جموں و کشمیر کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہاں بھی صوفیائے کرام نے مذہبی، روحانی، اخلاقی، تہذیبی اور لسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ چودہویں صدی عیسوی میں وسط ایشیا اور ایران سے صوفیوں کے مختلف کاروان کشمیر پہنچے۔ ان سے پہلے کشمیر میں ریشیوں، منیوں، سادھوؤں اور سنتوں نے اپنی عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کے ذریعے ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا جس میں روحانی تعلیمات کو قبول کرنے کی

گنجائش موجود تھی۔ گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی کے سیاسی انتشار کے باعث کشمیر کے حالات بھی پریشان کن رہے، جس کے نتیجے میں یہاں کے لوگوں اور تاجروں نے دوسرے علاقوں کے روحانی بزرگوں سے کشمیر کے حالات پر توجہ دینے کی درخواستیں کیں۔ کشمیر میں آنے والے ابتدائی معروف صوفیا میں بلبل شاہ ترکستانی کا نام نمایاں ہے۔ ان کی تعلیمات اور شخصیت نے کشمیر کے حکمران طبقے اور عوام پر اثر ڈالا۔ رینچن شاہ کا اسلام قبول کرنا اور اس کے بعد اس کے امیروں، وزیروں اور دیگر بااثر لوگوں کا اسلام کی طرف مائل ہونا اس اثر کی ایک اہم مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ ہمدان کی کشمیر آمد نے یہاں کی مذہبی، اخلاقی اور تہذیبی زندگی پر مزید گہرے اثرات مرتب کیے۔ حضرت شاہ ہمدان اور ان کے ساتھیوں نے انسانیت، اخلاق، بھائی چارے اور نیکی کی تعلیمات محبت اور مٹھاس کے ساتھ عام کیں، جس سے عوام و خواص ان کے گرویدہ ہو گئے۔ ان کی آمد نے کشمیر میں نئے علوم، صنعت و حرفت، تہذیب و ثقافت اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کی راہ بھی ہموار کی۔

1393ء میں حضرت میر محمد ہمدانی کی قیادت میں صوفیوں، مبلغوں اور علما کا ایک بڑا کاروان کشمیر پہنچا۔ حضرت میر محمد ہمدانی نے تصوف کے موضوع پر بھی کام کیا اور اپنے والد حضرت شاہ ہمدان کی علمی و صوفیانہ روایت کو آگے بڑھایا۔ ان کی خدمات نے کشمیر میں صوفیانہ افکار اور تعلیمات کو مزید مضبوط کیا۔ صوفیا، ریشیوں اور مبلغوں کی مسلسل کوششوں سے ان کے اثرات کشمیری معاشرے کے رگ و ریشے میں سرایت کر گئے۔ بعد کے سیاسی حالات اور مغلوں کی آمد سے صوفیا کا مشن اگرچہ کسی حد تک کمزور پڑا، لیکن ان کے قائم کردہ روحانی، اخلاقی اور تہذیبی اثرات برقرار رہے۔ جموں و کشمیر میں اردو زبان کے فروغ کے اعتبار سے صوفیائے کرام کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ انھوں نے عوام سے رابطے کے لیے ایسی زبانوں کو اہمیت دی جو عام لوگوں کی سمجھ میں آتی تھیں۔ کشمیر میں فارسی تصنیف و تالیف کی اہم زبان تھی، لیکن صوفیا نے یہ واضح کیا کہ عوام تک پیغام پہنچانے کے لیے مقامی اور عوامی زبانوں کا استعمال بھی مؤثر ہو سکتا ہے۔ ایران، ترکستان اور وسط ایشیا سے آنے والے صوفیائے کرام نے اپنی تبلیغ، تعلیم اور انسانی رابطے کے ذریعے اردو کے ابتدائی نقوش کو مضبوط کرنے میں بالواسطہ کردار ادا کیا۔ اس طرح اردو رفتہ رفتہ رشد و ہدایت، پند و نصائح اور فکری و ادبی اظہار کا ذریعہ بنتی گئی۔

الغرض اردو زبان کے فروغ کی تاریخ اور جموں و کشمیر میں اس کی ابتدائی نشو و نما دونوں کو صوفیائے کرام کی خدمات کے بغیر مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ صوفیا نے زبان کو عوام کے قریب کیا، مقامی بولیوں اور ہندوی کو ادبی اظہار کا وسیلہ بنایا، صوفیانہ افکار کو عام کیا اور اردو کے دائرہ اظہار کو وسعت دی۔ ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں امیر خسرو، شکر گنج، بوعلی قلندر، ولی اور خواجہ میر درد جیسے صوفی شعراء نے اردو زبان و ادب کو مالا مال کیا، جب کہ جموں و کشمیر میں بلبل شاہ، حضرت شاہ ہمدان اور حضرت میر محمد ہمدانی جیسے بزرگوں نے روحانی اور تہذیبی اثرات کے ساتھ

اردو کے فروغ کے لیے سازگار ماحول پیدا کیا۔ اس لیے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اردو زبان کی ابتدائی تشکیل، نشو و نما، ترویج اور مقبولیت میں صوفیائے کرام کی خدمات غیر معمولی اور نا قابلِ فراموش حیثیت رکھتی ہیں۔

4.5۔ فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
صوفیہ	:	صوفی لوگ
تصوف	:	روحانی پاکیزگی کا راستہ
تزکیہ نفس	:	نفس کو پاک کرنا
ریاضت	:	عبادت و مجاہدہ
مسلک	:	طریقہ، راستہ
معرفت	:	اللہ کی پہچان
فیوض و برکات	:	فائدے اور برکتیں
ملفوظات	:	صوفیا کے ارشادات
ترویج	:	پھیلانا، عام کرنا
نشو و نما	:	ترقی، بڑھوتری
اپ بھرنش	:	قدیم ہندوستانی زبانوں کی ایک شکل
خودسپردگی	:	اپنے آپ کو کسی کے حوالے کرنا
کشمیرنوازی	:	کشمیر پر خصوصی مہربانی
غائرمطالعہ	:	گہرا مطالعہ
رگ و ریشہ	:	وجود کا ہر حصہ

4.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

1۔ اردو زبان کے فروغ میں صوفیائے کرام نے کیا کردار ادا کیا؟

2۔ صوفیائے کرام نے عوامی اور مقامی زبانوں کو ذریعہ تبلیغ بنا کر اردو زبان کی ترقی میں کس طرح مدد کی؟

3۔ جموں وکشمیر میں صوفیائے کرام کی آمد اوران کی مذہبی، تہذیبی اور لسانی خدمات پر روشنی ڈالیے؟

4۔ حضرت بلبل شاہ، حضرت شاہ ہمدان اور حضرت میر محمد ہمدانی نے جموں وکشمیر میں اردو زبان کے فروغ کے لیے کیا کردار ادا کیا؟

4.7۔مشقی سوالات:۔

1۔ صوفیائے کرام نے اردو زبان کو اپنے پیغام کی تبلیغ کا ذریعہ کیوں بنایا؟

2۔ اردو زبان کے فروغ میں امیر خسرو کی خدمات کیا ہیں؟

3۔ جموں وکشمیر میں حضرت شاہ ہمدان اور حضرت میر محمد ہمدانی کی آمد کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

4.8۔مشقی سوالات کے جوابات:۔

1۔ صوفیائے کرام کا براہِ راست تعلق عوام سے تھا، اس لیے انہوں نے عوام کی زبان کو اپنے پیغام، تعلیمات اور تبلیغ کا موثر ذریعہ بنایا۔

2۔ امیر خسرو نے ہندوی اور فارسی میں شاعری کی اور اپنے کلام کے ذریعے ہندوستانی زبان کو ادبی اظہار کی وسعت عطا کی، جس سے اردو کی ابتدائی نشوونما میں مدد ملی۔

3۔ حضرت شاہ ہمدان اور حضرت میر محمد ہمدانی کی آمد سے کشمیر میں صوفیانہ تعلیمات، اخلاق، بھائی چارے، علوم وفنون اور تہذیب وثقافت کو فروغ ملا، جس سے اردو کے لیے بھی سازگار ماحول پیدا ہوا۔

(جوابات سرگرمی:۔ریختن ،۲۔مخالف،۳۔مذہب اختیار)

4.9۔امدادی کتب:۔

ا۔	اُردو کی ابتدائی نشونما میں صوفیائے کرام کا کام	مولوی عبدالحق
۲۔	ہندوستان میں تصوف	آل احمد سرور

سبق نمبر:۵:۔اُردو زبان پر مغلیہ تہذیب اور فارسی کے اثرات (جموں و کشمیر)

ساخت:۔

5.0 اغراض و مقاصد
5.1 تعارف
5.2 مغلیہ تہذیب کے اثرات
5.3 فارسی زبان کے اثرات
سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)
5.4 عمومی جائزہ
5.5 فرہنگ
5.6 نمونہ امتحانی سوالات
5.7 مشقی سوالات
5.8 مشقی سوالات کے جوابات
5.9 امدادی کتب

5.0۔اغراض و مقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں و کشمیر پر مغلیہ تہذیب و ثقافت اور فارسی زبان کے گہرے اثرات سے واقف ہوں گے۔مغلوں کے عہدِ حکومت میں کشمیر کی

اقتصادی، تہذیبی اور انتظامی ترقی کے بارے میں جانیں گے اور یہ سمجھ سکیں گے کہ مغلیہ حکمرانوں نے ریاست کی فلاح و بہبود کے لیے کیا اقدامات کیے۔ آپ یہ بھی جان سکیں گے کہ مغلیہ تہذیب کے اثرات مغلوں کے زوال کے بعد بھی ڈوگرہ عہد میں کس طرح برقرار رہے اور مہاراجہ گلاب سنگھ اور مہاراجہ رنبیر سنگھ نے مغلیہ دربار کی کن روایات، رسومات اور تہذیبی اقدار کو اپنایا۔ اس کے علاوہ آپ فارسی زبان کی اہمیت، اس کے دربار، ادب اور مقامی زبانوں پر مرتب ہونے والے اثرات سے واقف ہوں گے اور یہ سمجھیں گے کہ فارسی الفاظ، ضرب الامثال، کہاوتوں اور ادبی اصناف نے جموں و کشمیر کی زبانوں اور تہذیب کو کس طرح متاثر کیا۔ غنی کاشمیری، مرزا سیف الدین اور پنڈت مست رام تھاپہ جیسے فارسی کے نامور فنکاروں کی خدمات اور شہرت سے بھی آگاہ ہوں گے اور یہ سمجھ سکیں گے کہ مغلیہ تہذیب اور فارسی زبان نے جموں و کشمیر کی ادبی، لسانی اور تہذیبی تشکیل میں کس قدر اہم کردار ادا کیا۔

5.1۔ تعارف:۔

جموں و کشمیر کی تاریخ، تہذیب اور ادب پر مختلف ادوار کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ان میں مغلیہ تہذیب اور فارسی زبان کے اثرات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مغلوں نے 1586ء میں کشمیر پر اپنا اقتدار قائم کیا اور ایک طویل عرصے تک یہاں حکومت کی۔ مغلیہ دور میں کشمیر کے سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی حالات میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ مغل بادشاہوں نے کشمیر کی خوب صورتی اور قدرتی حسن سے متاثر ہوکر یہاں متعدد باغات تعمیر کروائے، شاہراہیں بنوائیں اور مختلف فلاحی و تعمیراتی منصوبے شروع کیے۔ ان سرگرمیوں سے نہ صرف کشمیر کی معاشی صورتِ حال میں بہتری آئی بلکہ مغلیہ تہذیب و ثقافت کے اثرات بھی یہاں مضبوط ہوتے گئے۔ مغلیہ تہذیب صرف مغل بادشاہوں کے دور تک محدود نہیں رہی بلکہ ان کے زوال کے بعد بھی اس کے اثرات جموں و کشمیر کے سیاسی، درباری اور معاشرتی نظام میں موجود رہے۔ ڈوگرہ حکمرانوں نے مغلیہ دربار کی کئی روایات اور رسومات کو اختیار کیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے فارسی زبان کو ریاست کی سرکاری اور درباری زبان کے طور پر برقرار رکھا اور مغلیہ تہذیب کی متعدد روایات کو اپنے دربار کا حصہ بنایا۔ نوروز، پھول والوں کی سیر اور بسنت جیسے تہواروں کے انعقاد سے بھی مغلیہ تہذیب کے اثرات کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ نے بھی مغلیہ دربار کی بعض روایات کو اپنے دربار میں جاری رکھا اور اُردو زبان کے فروغ میں دلچسپی لی۔ اس طرح مغلیہ تہذیب نے ریاست کے درباری ماحول، رسم و رواج اور زبان و ادب پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔ جموں و کشمیر کی تہذیبی اور ادبی تاریخ میں فارسی زبان کا کردار بھی نہایت اہم ہے۔ مغلیہ دور میں فارسی کو سرکاری اور درباری زبان کی حیثیت حاصل تھی، جس کے نتیجے میں یہ زبان کشمیر میں ایک

طویل عرصے تک رائج رہی اور عوام میں بھی مقبول ہوئی۔ فارسی نے نہ صرف ریاست کے انتظامی اور درباری معاملات کو متاثر کیا بلکہ مقامی زبانوں کے ادب پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ فارسی کے بے شمار الفاظ، محاورے، ضرب الامثال اور کہاوتیں جموں و کشمیر کی مقامی زبانوں میں اس طرح شامل ہوگئیں کہ وہ روزمرہ زبان کا حصہ بن گئیں۔ فارسی زبان کے اثرات ادبی اصناف میں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ غزل، مثنوی، رباعی، مسدس، مخمس، نظم اور نثر جیسی اصناف نے مقامی ادب کو متاثر کیا۔ فارسی زبان نے جموں و کشمیر کو ایسے نامور ادیب اور شعرا بھی دیے جن کی شہرت ریاست کی حدود سے نکل کر پورے برصغیر اور ایران تک پہنچی۔ غنی کاشمیری، مرزا سیف الدین اور پنڈت مست رام تھاپہ اس سلسلے میں نمایاں نام ہیں۔ اس طرح مغلیہ تہذیب اور فارسی زبان نے جموں و کشمیر کی تاریخ، تہذیب، معاشرت، زبان اور ادب پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔ ان اثرات کے نقوش آج بھی یہاں کی زبان، ادبی روایات، رسم و رواج اور تہذیبی زندگی میں محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جموں و کشمیر کی تہذیبی و ادبی تاریخ کا مطالعہ مغلیہ تہذیب اور فارسی زبان کے اثرات کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔

5.2۔ مغلیہ تہذیب کے اثرات:۔

کشمیر پر مغلوں نے 1586 سے 1752 تک ڈیڑھ سو برس سے زیادہ عرصہ حکومت کی۔ اس میں شک نہیں کہ مغلوں کے عہدِ حکومت میں ریاست نے قابلِ ذکر ترقی کی۔ اقتصادی اور تہذیبی لحاظ سے لین دین کا سلسلہ بھی جاری رہا، مگر بعد کے مغلیہ حکمرانوں کا عہد بدامنی، اضطراب، سرکاری افراتفری اور اقتصادی زوال کا دور رہا۔ اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں نے کشمیریوں کی خوشحالی کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ یہاں کی فلاح و بہبود میں ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے، مذہبی عقائد کا فرق کیے بغیر، ان حکمرانوں نے کشمیر کے اولیاء، علما اور عوام کی سرپرستی کی۔ اکبر نے نگر کے متعدد قلعوں کی بنیاد رکھی، جہانگیر اور شاہ جہاں نے مشہور مغل باغات لگوائے اور کئی پختہ شاہراہیں قائم کروائیں۔ ان منصوبوں پر مغلیہ حکمرانوں نے کروڑوں روپے خرچ کیے۔ ان کی تکمیل میں صرف کشمیری مزدوروں کے کام لیا گیا اور اس طرح یہاں کے اقتصادی حالات میں بہتری آئی۔ مغلوں کے زوال کے بعد بھی ریاست جموں و کشمیر پر مغلیہ تہذیب و ثقافت کے اثرات قائم رہے۔ ڈوگرہ عہد میں جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے 1846ء میں جموں و کشمیر کی حکومت سنبھالی تو اس سے پہلے وہ لاہور کے مغلیہ دربار سے وابستہ تھے۔ اس لیے گلاب سنگھ مغلوں کی تمام روایات و تقریبات سے بخوبی واقف تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغلیہ دربار کے اثرات قبول کرتے ہوئے مہاراجہ گلاب سنگھ نے ایک طرف مغلوں کی طرح فارسی زبان کو ہی ریاست کی سرکاری زبان قرار دیا، تو دوسری طرف انہوں نے مغلیہ تہذیب کی کئی دوسری روایات کو بھی اپنے دربار سے جوڑنے کی

کوشش کی، تا کہ وہ پوری حکمتِ عملی کے ساتھ حکومت چلا سکیں۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے مغلوں کے زیرِ اثر نہ صرف فارسی کو جموں وکشمیر کی درباری زبان بنایا بلکہ ان کے رسم ورواج اور ہند کے تہواروں کو بھی اُسی طرح منانا شروع کیا جس طرح مغل بادشاہ مناتے تھے۔اس سلسلے میں ''نوروز'' اور ''پھول والوں کی سیر'' جیسے تہوار قابلِ ذکر ہیں، جو مغلیہ دربار کا خاصہ تھے۔مغلیہ بادشاہوں کی طرح ڈوگرہ حکمرانوں نے بھی ان تہواروں کو ترمیم کے ساتھ جموں وکشمیر میں منانے کی کوشش کی۔نوروز اور پھول والوں کی سیر کے علاوہ ڈوگرہ حکمران بسنت کے موقع پر ''سیر'' کے نام سے بھی ایک تہوار مناتے تھے۔مغلوں کے دربار کی اسی نقل نے جموں وکشمیر میں اُردو کی راہیں ہموار کرنے کے ساتھ ساتھ ریاست کے تعلقات ملک کے دوسرے حصوں کے ساتھ بھی مضبوط کیے۔

گلاب سنگھ کے بعد مہاراجہ رنبیر سنگھ نے بھی شعوری و لاشعوری طور پر مغلیہ تہذیب ومعاشرت کے اثرات قبول کیے۔جب محمد حسین آزاد کی تاریخی تصنیف ''دربارِ اکبری'' شائع ہوئی تو اس سے متاثر ہوکر مہاراجہ رنبیر سنگھ نے انہیں ڈوگرہ عہد کی تاریخ لکھنے کی بھی دعوت دی،لیکن آزاد نے اس کام کو قبول نہیں کیا۔رنبیر سنگھ کی یہ فرمائش اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اکبر جیسی ''دربارِ اکبری'' لکھوا کر ریاست میں اُردو زبان اور مغلیہ نقل وعمل کو فروغ دینا چاہتے تھے۔مہاراجہ رنبیر سنگھ اپنے دربار میں بھی مغلیہ دربار کی روایت قائم کرنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے دربار میں نقیب مقرر کیے، جو مغلیہ دربار کی روایت سے واقف تھے۔چنانچہ جب دربار منعقد ہوتا تو یہ نقیب،مغلیہ دربار کے انداز میں،اس کا اعلان اُردو میں کرتے۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کی یہ ساری دلچسپیاں ریاست میں جہاں اُردو کا ذوق پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوئیں، وہیں ان سے ریاست میں مغلیہ تہذیب وثقافت اور رسم وروایت کو بھی فروغ حاصل ہوا۔

5.3۔فارسی زبان کے اثرات:۔

فارسی زبان کے اثرات جموں وکشمیر کے دربار اور ادب دونوں پر مرتب ہوئے۔ جہاں تک دربار کا تعلق ہے،تو پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ڈوگرہ عہد میں جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے 1846 میں جموں وکشمیر کی حکومت سنبھالی تو انہوں نے فارسی زبان اور مغلیہ دربار کے اثرات قبول کرتے ہوئے فارسی زبان کو ہی ریاست کی سرکاری زبان قرار دیا۔خصوصاً کشمیر میں فارسی زبان کا چلن طویل مدت تک رہا۔بڑی حد تک یہ زبان عوام میں بھی مقبول ہو چکی تھی۔یہی وجہ ہے کہ جب مہاراجہ پرتاب سنگھ نے 1889 میں اُردو کو ریاست کی سرکاری زبان کا درجہ دیا تو انہوں نے

فارسی کے اثرات اور مقبولیت کو دیکھتے ہوئے خطہ کشمیر میں فارسی زبان کو ہی عدالتی زبان رہنے دیا اور عرصہ دراز تک کشمیر میں فارسی زبان کا چلن جاری رہا۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ نے ''بدیا بلاس سبھا'' قائم کر کے جہاں مقامی زبانوں کو فروغ دیا، وہاں انہوں نے فارسی علما کو بھی ملک کے دوسرے حصوں سے بلا کر اپنے دربار سے وابستہ کیا، تاکہ یہ علما فارسی کی اہم کتابوں کو اُردو، ہندی، ڈوگری اور پنجابی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کریں اور عوام ان سہل ترجموں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ فارسی زبان کے اثرات جموں وکشمیر کی تقریباً سبھی مقامی زبانوں کے ادب پر بھی پڑے۔ جموں وکشمیر کی زبانوں میں فارسی الفاظ اور فارسی ضرب الامثال و کہاوتوں کو ہماری روزمرہ کی زندگی میں اس شدت اور روانی سے استعمال کیا جاتا ہے کہ ہمیں گمان بھی نہیں گزرتا کہ یہ الفاظ اور کہاوتیں ہمارے اپنے نہیں ہیں بلکہ فارسی سے ماخوذ ہیں۔

مثلاً زمین، آسمان، تحریر، مکان، زمانہ، جرمانہ، ہشیاری، چالاکی، باغ، مسجد، گُل، زن، زر، بلبل اور خواہش وغیرہ جیسے درجنوں فارسی الفاظ ہیں جو ہماری مقامی زبانوں میں ہی نہیں بلکہ ہماری تہذیب میں رچ بس چکے ہیں۔ جس طرح ان مقامی زبانوں میں فارسی الفاظ کی کثرت موجود ہے، اسی طرح ان زبانوں کے ادب کی اکثر اصناف اور ہیئتیں بھی فارسی کی ہی نقل معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً غزل، مثنوی، رباعی، مسدس، مخمس، نظم اور نثر وغیرہ جیسی اصناف کے نام اُردو کے علاوہ مقامی زبانوں میں جوں کے توں فارسی میں ہی برقرار رکھے گئے ہیں۔ یہ فارسی زبان کے اثرات کا ہی نتیجہ ہے کہ خطہ جموں وکشمیر نے فارسی کے ایسے فنکار پیدا کیے، جو شاعری اور نثر دونوں میدانوں میں یکساں قدرت رکھتے تھے۔ اس کی عمدہ مثال غنی کاشمیری، مرزا سیف الدین اور پنڈت مست رام تھاپہ جیسے فنکار ہیں، جن کی شہرت و مقبولیت ریاستی اور ملکی حدود کو پار کر کے ایران تک پہنچ چکی تھی۔ مختصر یہ کہ ریاست جموں وکشمیر میں اُردو کے ساتھ ساتھ یہاں کی مقامی زبانوں اور تہذیب و معاشرت پر بھی مغلیہ تہذیب اور فارسی زبان کے گہرے اثرات مرتب ہوئے، جن کے نقوش و آثار آج بھی پوری شدت سے محسوس کیے جاتے ہیں۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ وطالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔اب جبکہ آپ نے ''اُردو زبان پر مغلیہ تہذیب اور فارسی کے اثرات''، کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 5.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

۔۔۔۔کے زوال کے بعد بھی ریاست جموں وکشمیر پر مغلیہ تہذیب وثقافت کے اثرات قائم رہے۔ڈوگرہ عہد میں جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے۔۔۔۔۔میں جموں وکشمیر کی حکومت سنبھالی تو اس سے پہلے وہ لاہور کے مغلیہ دربار سے وابستہ تھے۔اس لیے گلاب سنگھ مغلوں کی تمام روایات وتقریبات سے بخوبی واقف تھے۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغلیہ دربار کے اثرات قبول کرتے ہوئے مہاراجہ گلاب سنگھ نے ایک طرف مغلوں کی طرح فارسی زبان کو ہی ریاست کی سرکاری زبان قرار دیا، تو دوسری طرف انہوں نے۔۔۔۔۔کی کئی دوسری روایات کو بھی اپنے دربار سے جوڑنے کی کوشش کی، تاکہ وہ پوری حکمتِ عملی کے ساتھ حکومت چلاسکیں۔

5.4۔عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر کی تاریخ اور تہذیب مختلف ادوار کے سیاسی، سماجی، لسانی اور ثقافتی اثرات سے تشکیل پائی ہے۔ان اثرات میں مغلیہ تہذیب اور فارسی زبان کا کردار نہایت اہم ہے۔مغلوں نے 1586 سے 1752 تک کشمیر پر ایک طویل عرصے تک حکومت کی۔اگر چہ مغلیہ دور کے آخری زمانے میں بدامنی، اضطراب، انتظامی افراتفری اور اقتصادی زوال کی صورتِ حال پیدا ہوئی، تاہم اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں کے ادوار میں کشمیر کی اقتصادی اور تہذیبی ترقی کے لیے متعدد اقدامات کیے گئے۔مغل حکمرانوں نے کشمیر کی فلاح و بہبود میں دلچسپی لی، باغات تعمیر کروائے، شاہراہیں قائم کیں اور مختلف تعمیراتی منصوبوں پر بڑی رقوم خرچ کیں۔ان منصوبوں میں مقامی لوگوں کو روزگار بھی حاصل ہوا، جس سے یہاں کے اقتصادی حالات میں بہتری آئی۔مغلیہ تہذیب کے اثرات مغلوں کے زوال کے بعد بھی جموں وکشمیر میں برقرار رہے۔ڈوگرہ دور میں مہاراجہ

گلاب سنگھ اور مہاراجہ رنبیر سنگھ نے مغلیہ دربار کی متعدد روایات اور تہذیبی اقدار کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ چونکہ پہلے لاہور کے مغلیہ دربار سے وابستہ رہے تھے، اس لیے وہ مغلیہ دربار کی روایات اور تقریبات سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے فارسی کو ریاست کی سرکاری اور درباری زبان قرار دیا اور مغلیہ تہذیب کی کئی روایات کو بھی جاری رکھا۔ نوروز، پھول والوں کی سیر اور بسنت کے موقع پر سیر جیسے تہوار اسی تہذیبی اثر کی نمایاں مثالیں ہیں۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے بھی مغلیہ دربار کی بعض روایات کو اپنایا اور اپنے دربار میں نقیب مقرر کیے جو مغلیہ دربار کے انداز میں اُردو میں اعلانات کرتے تھے۔ ان سرگرمیوں سے نہ صرف مغلیہ تہذیب وثقافت کو فروغ ملا بلکہ ریاست میں اُردو زبان کے ذوق کو بھی تقویت حاصل ہوئی۔

فارسی زبان نے بھی جموں وکشمیر کی سیاسی، درباری، لسانی اور ادبی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ مغلیہ دور میں فارسی کو سرکاری اور درباری زبان کی حیثیت حاصل تھی، جس کی وجہ سے کشمیر میں اس کا چلن طویل عرصے تک قائم رہا۔ فارسی عوام میں بھی بڑی حد تک مقبول ہو چکی تھی۔ بعد میں جب اُردو کو ریاست کی سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا، تب بھی کشمیر میں فارسی کے اثرات اور اس کی مقبولیت کے باعث اسے ایک عرصے تک عدالتی زبان کی حیثیت حاصل رہی۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے فارسی علما کو ملک کے دوسرے حصوں سے بلا کر اپنے دربار سے وابستہ کیا اور اہم فارسی کتابوں کو اُردو، ہندی، ڈوگری اور پنجابی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کروانے کی کوشش کی، تاکہ عام لوگ بھی ان کتابوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ فارسی زبان کے اثرات صرف دربار اور سرکاری معاملات تک محدود نہیں رہے بلکہ جموں وکشمیر کی مقامی زبانوں اور ان کے ادب پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ زمین، آسمان، تحریر، مکان، زمانہ، جرمانہ، ہشیاری، چالاکی، باغ، مسجد، گُل، زن، زر، بلبل اور خواہش جیسے بے شمار فارسی الفاظ مقامی زبانوں اور روزمرہ بول چال کا حصہ بن گئے۔ اسی طرح غزل، مثنوی، رباعی، مسدس، مخمس، نظم اور نثر جیسی ادبی اصناف نے بھی مقامی ادب کو متاثر کیا۔ فارسی زبان کے اثرات کے نتیجے میں جموں وکشمیر میں ایسے نامور شعرا اور ادیب پیدا ہوئے جن کی شہرت ریاست اور ملک کی حدود سے نکل کر ایران تک پہنچی۔ غنی کاشمیری، مرزا سیف الدین اور پنڈت مست رام تھاپہ اس سلسلے میں نمایاں نام ہیں۔

مختصر یہ کہ مغلیہ تہذیب اور فارسی زبان نے جموں وکشمیر کی تاریخ، تہذیب، معاشرت، زبان اور ادب پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔ مغلیہ حکمرانوں کی تعمیراتی اور تہذیبی سرگرمیوں، درباری روایات اور فارسی زبان کے فروغ نے ریاست کی ثقافتی زندگی کو ایک نئی سمت دی۔ ڈوگرہ دور میں بھی ان اثرات کو مختلف صورتوں میں جاری رکھا گیا۔ آج بھی جموں وکشمیر کی زبان، ادب، رسم ورواج اور تہذیبی زندگی میں مغلیہ تہذیب اور فارسی زبان کے اثرات نمایاں طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

5.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
مغلیہ	:	مغلوں سے متعلق
تہذیب	:	تمدّن،ثقافت
زوال	:	تنزّل،پستی
اضطراب	:	بے چینی
سرپرستی	:	حمایت، پشت پناہی
درباری	:	دربار سے متعلق
روایات	:	رسم ورواج
تہوار	:	خوشی کا دن
چلن	:	رواج،استعمال
ماخوذ	:	لیا ہوا، حاصل کردہ
اصناف	:	اقسام
ہیئتیں	:	شکلیں،صورتیں

5.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

1۔ کشمیر پر مغلوں نے کب سے کب تک حکومت کی؟

2۔ مغلیہ تہذیب کے کون سے اثرات ڈوگرہ عہد میں بھی برقرار رہے؟

3۔ جموں وکشمیر میں فارسی زبان کے اثرات کن شعبوں پر مرتب ہوئے؟

4۔ جموں وکشمیر کے فارسی کے نامور شعرا اور ادیبوں کے نام بیان کیجیے؟

5.7۔ مشقی سوالات:۔

1۔ مغلیہ تہذیب کے اثرات ڈوگرہ عہد میں کس طرح برقرار رہے؟

2۔ فارسی زبان نے جموں وکشمیر کی مقامی زبانوں اورادب کو کس طرح متاثر کیا؟

5.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

1۔ ڈوگرہ حکمرانوں نے مغلیہ دربار کی روایات، رسومات اور تہواروں کو اپنایا اور فارسی زبان کو سرکاری ودرباری زبان قرار دیا۔

2۔ فارسی کے بے شمار الفاظ، ضرب الامثال اور ادبی اصناف مقامی زبانوں اور ادب کا حصہ بن گئیں۔

(جوابات سرگرمی:۔ ۱۔ مغلوں، ۲۔ 1846، ۳۔ مغلیہ تہذیب)

5.9۔ امدادی کتب:۔

۱۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشوونما	ڈاکٹر برج پریمی
۲۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۳۔	جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری
۴۔	جموں وکشمیر میں اردو خودنوشت کی سمت ورفتار	ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ

سبق نمبر:٦:۔مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد(1846-1857) میں مقامی زبانوں کا منظر نامہ

ساخت:۔

6.0 اغراض ومقاصد
6.1 تعارف
6.2 مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد(1846-1857) میں زبان وادب
6.3 جموں کشمیر میں مقامی زبانوں کا منظر نامہ
سرگرمی(آؤاپنی معلومات جانچیں)
6.4 عمومی جائزہ
6.5 فرہنگ
6.6 نمونہ امتحانی سوالات
6.7 مشقی سوالات
6.8 مشقی سوالات کے جوابات
6.9 امدادی کتب

6.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہدِ حکومت، ریاست جموں وکشمیر میں ڈوگرہ حکومت کے قیام اوراس دور کے سیاسی وتہذیبی حالات سے واقف ہوں گے۔آپ جان سکیں گے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں ریاست کی دفتری اور درباری زبان فارسی ہونے کے باوجوداردو نے کس طرح عوامی سطح پر مقبولیت حاصل کی اور رفتہ رفتہ مختلف سرکاری وعدالتی شعبوں میں اپنا مقام بنایا۔آپ اس دور میں اردو کی اشاعت ومقبولیت میں موسیقی،غزل، گیت،قوالی، راس لیلا اور رام لیلا کے کردار سے واقف ہوں گے اور یہ بھی سمجھ سکیں گے کہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے سیاسی،ثقافتی اورادبی روابط نے اردو کے فروغ میں کس طرح مدددی۔اسی طرح آپ ریاست جموں وکشمیر کے لسانی منظرنامے، یہاں بولی جانے والی مختلف زبانوں اور بولیوں،خصوصاً ڈوگری، گوجری اور کشمیری زبان کے لسانی وادبی خصوصیات سے واقف ہوں گے۔آپ جان سکیں گے کہ اردواور گوجری کے درمیان کس قدر گہرا لسانی وادبی رشتہ موجود ہےاور قدیم اردو کے ارتقا میں گوجری کے کیا اثرات رہے ہیں۔آپ ڈوگری، گوجری اور کشمیری زبانوں کے اردو سے تعلق اور باہمی اشتراک کو سمجھ سکیں گےاور یہ بھی جان سکیں گے کہ ریاست کے مختلف لسانی وتہذیبی خطوں کے درمیان رابطے کے لیے اردو نے کس طرح اہم کردارادا کیا۔اس سبق کے مطالعے سے آپ جموں وکشمیر میں اردو کی ترویج واشاعت کے تاریخی اسباب،مقامی زبانوں کے باہمی تعلق اوراردو کی بطوررابطے کی زبان اہمیت کوبہترطور پرسمجھ سکیں گے۔

6.1۔تعارف:۔

ریاست جموں وکشمیراپنی قدرتی خوب صورتی،متنوع تہذیب وثقافت اورمختلف زبانوں اور بولیوں کے اعتبار سے ایک منفرد خطہ ہے۔ یہاں صدیوں سے مختلف زبانیں اور بولیاں رائج رہی ہیں، جن میں کشمیری، ڈوگری، گوجری، لداخی، بلتی، دردی، پنجابی اور پہاڑی کونمایاں حیثیت حاصل ہے۔ان زبانوں نے نہ صرف یہاں کے لوگوں کی تہذیبی اور سماجی زندگی کو متاثر کیا بلکہ ایک دوسرے سے لسانی اثرات بھی قبول کیے۔اسی متنوع لسانی ماحول میں اردو نے رفتہ رفتہ ایک اہم مقام حاصل کیااور ریاست کے مختلف علاقوں اورلسانی اکائیوں کے درمیان رابطے کی زبان بننے میں کامیاب ہوئی۔1846ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں ڈوگرہ حکومت کا قیام عمل میں آیا۔اس دور میں فارسی کودفتری، درباری اور عدالتی زبان کی حیثیت حاصل تھی، جب کہ جموں میں ڈوگری زبان عام طور پر بولی جاتی تھی۔ ہندوستان اور پنجاب کے ساتھ بڑھتے ہوئے

سیاسی، ثقافتی اور ادبی روابط کے نتیجے میں اردو کے اثرات بھی ریاست میں تیزی سے پھیلنے لگے۔ اردو شاعری اور نثر اس سے پہلے ہی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ترقی کر چکی تھی، اس لیے ریاست کے اہلِ علم اور ادیبوں کو بھی اس زبان سے واقفیت حاصل ہونے لگی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں موسیقی، غزل، گیت، قوالی، راس لیلا اور رام لیلا جیسی عوامی اور ثقافتی سرگرمیوں نے بھی اردو کی مقبولیت میں اہم کردار ادا کیا۔ بعد ازاں اردو کا استعمال عدالتوں اور مختلف سرکاری محکموں میں بھی ہونے لگا۔ دوسری جانب ریاست کی مقامی زبانوں، خصوصاً ڈوگری، گوجری اور کشمیری، کے ساتھ اردو کے لسانی و ادبی روابط مضبوط ہوتے گئے۔ گوجری اور قدیم اردو کے باہمی تعلق کا مطالعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ دونوں زبانوں میں الفاظ، صوتیات، صرف ونحو، محاورات اور طرزِ اظہار کی کئی مشترک خصوصیات موجود ہیں۔ اسی طرح کشمیری اور ڈوگری زبانوں نے بھی ریاست کے تہذیبی اور لسانی ماحول کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ یوں جموں، کشمیر اور لداخ کے مختلف لسانی وتہذیبی خطوں کے درمیان رابطے کی ضرورت نے اردو کے فروغ کے لیے سازگار ماحول پیدا کیا اور اردو رفتہ رفتہ ریاست کی ایک اہم رابطے کی زبان بن گئی۔

6.2۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد (1857-1846) میں زبان وادب:۔

16 مارچ 1846ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ کو عہد نامہ امرتسر کی رو سے انگریزوں نے 75 لاکھ روپے کے عوض کشمیر ان کے حوالے کر دیا (بعض کاغذات پر یہ رقم 68 لاکھ روپے لکھی گئی ہے)۔ چنانچہ 1846ء میں ڈوگرہ حکومت کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے اور مہاراجہ گلاب سنگھ پہلے ڈوگرہ حکمران بنتے ہیں۔ اس سے پہلے ریاست جموں وکشمیر میں سکھوں کی حکومت قائم تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد گلاب سنگھ پنجاب اور جموں کے سب سے زیادہ طاقت ور حکمران بن کر ابھرے۔ اُنھوں نے اپنی سلطنت کی حدود کو اسکردو، لداخ، کشتواڑ، ضلع جہلم اور راولپنڈی کے قریب تک پہنچا دیا۔ مہاراجہ کے عہد میں ریاست کی دفتری اور درباری زبان فارسی تھی، لیکن جموں میں ڈوگری زبان کا عام چلن تھا۔ ڈوگری لسانی اعتبار سے چونکہ پنجابی اور اردو کے زیادہ قریب ہے، اس لیے جب مہاراجہ نے ہندوستان سے سیاسی اور ثقافتی تعلقات استوار کیے تو اس زبان نے جلد ہی اردو کے اثرات قبول کرنے شروع کر دیے۔ گلاب سنگھ کے عہد میں اگرچہ تہذیبی اور ادبی زندگی میں زیادہ ترقی نہیں ہوئی، تاہم جموں اور خاص طور پر کشمیر میں جو فارسی لکھنے والے موجود تھے، اُنھیں اردو سے بھی واسطہ پڑنے لگا، جو اُس وقت تک پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں ایک مضبوط قلعہ بنا چکی تھی۔ ولی، میر، غالب، ذوق، ناسخ، آتش، انیس اور دبیر شاعری کے حوالے سے اس زبان کی آبیاری کر چکے تھے اور میر امن، حیدری اور سرور وغیرہ نئی نثر کی داغ بیل ڈال چکے تھے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے دور میں اردو کی اشاعت اور مقبولیت میں موسیقی

نے بھی نمایاں رول ادا کیا۔موسیقی عوامی سطح پر پسند کی جاتی تھی۔ پہاڑی سارنگی نواز اردو غزلیں اور گیت عوام کو سنانے لگے۔جموں میں اور کسی حد تک کشمیر میں بھی راس لیلا اور رام لیلا مقبول ہونے لگی۔راس لیلا اور رام لیلا کرنے والے ہندوستان کے مختلف شہروں میں گھومتے پھرتے جموں و کشمیر میں بھی آتے تھے اور یہ لیلا اور رام لیلا دکھاتے تھے۔ان کے گانے خاص طور پر لوگوں کی زبان زد ہو گئے۔اسی دور میں اُن گیتوں اور غزلوں کے ٹکڑوں کو کشمیری موسیقی میں بھی پیوست ہونے کا موقع ملا۔

کشمیری بھانڈ، جو اپنے کرتب اور فن میں پورے ہندوستان میں شہرت حاصل کر چکے تھے، کشمیر میں بھی ان کے گائے ہوئے گیتوں کو پسند کیا جانے لگا۔مہاراجہ کے زمانے میں ہی قوالی کا ذوق بھی پھیلنے لگا۔ یہ قوال اردو غزلیں گاتے تھے۔مہاراجہ گلاب سنگھ نے برسرِ اقتدار آنے کے دوسرے سال ڈوگری اور فارسی کی طباعت کے لیے ودیا پرکاش پریس بھی قائم کیا، جس میں سرکاری فرامین، ڈاک کے ٹکٹ اور قانون کی کتابیں چھاپی جانے لگیں۔مہاراجہ گلاب سنگھ کے آخری عہد میں زیادہ تر سرکاری کارروائیوں کی نقلیں فارسی میں ہی ہیں، لیکن کچھ ان میں سے اردو میں بھی ہیں۔ یہ ساری کارروائیاں ایک کتابچے کی صورت میں بھی سامنے آئیں، جس کا مخطوطہ اب بھی مہاراجہ کرن سنگھ کے پاس محفوظ ہے۔ ان کی ایک تاریخی اہمیت بھی ہے۔اس مخطوطے میں ایک رسالہ بھی بہت اہم ہے۔ یہ ریاست میں چائے کی کاشت سے متعلق ہے۔مہاراجہ چائے کی کاشت کو جموں میں فروغ دینا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں اُنھوں نے اپنے ایک ملازم لالہ بوٹا مل کو کانگڑہ بھیجا کہ وہ پتا کرے کہ چائے کی کاشت کن طریقوں اور اصولوں سے کی جاتی ہے۔ بوٹا مل نے کانگڑہ کے ڈپٹی کمشنر کو جو رپورٹ پیش کی، وہ اردو میں ہی تھی۔لالہ بوٹا مل کے مطابق چائے کی کاشت کے بارے میں اُنھیں ایک سنسکرت مخطوطہ بھی دستیاب ہوا تھا، جس کا ترجمہ اُنھوں نے اردو میں کیا۔ یہ ترجمہ بھی مخطوطے میں شامل ہے اور ''ہدایتِ کاشتِ چائے'' کے نام سے موسوم ہے۔جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے حکومت سنبھالی تو فارسی عدالتی زبان بنی اور یہ سب کچھ مغل کورٹ کے زیرِ اثر ہوا۔

مغلیہ سلطنت کا اثر اتنا زیادہ ہوا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے نہ صرف فارسی کو درباری زبان بنایا بلکہ اُن کے رسم و رواج اور مذہبی تہواروں کو بھی اُسی طرح منانا شروع کیا، جس طرح مغل مناتے تھے۔جو میلے مغلیہ دربار سے وابستہ تھے، اُنھیں یہاں بھی منایا جانے لگا۔اس سلسلے میں ''نو روز'' اور ''پھول والوں کی سیر'' کا میلہ، جو کہ مغلیہ دربار کا خاصہ تھا، یہاں بھی تھوڑی ترمیم کے ساتھ منایا جانے لگا۔تیسرا میلہ ''سیر'' بھی بسنت میں منایا جانے لگا۔مغلوں کے دربار کی اسی نقل نے اردو کے لیے یہاں راہیں ہموار کرنی شروع کیں، جو پہلے سے ہی ملک کے دوسرے حصوں میں مضبوطی کے ساتھ ابھر رہی تھی۔اگرچہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے عہدِ حکومت میں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ نہیں دیا، تاہم اس عہد میں یہ

زبان عوام میں مقبول ہوئی اور نتیجے کے طور پر انیسویں صدی کے پانچویں عشرے تک پہنچتے پہنچتے اردو نے اس قدر مقبولیت حاصل کر لی کہ اب عدالتوں، مال وغیرہ کے محکموں میں اس کا استعمال ہونے لگا۔اسی دور میں غالب، ذوق اور مومن کی آوازیں بھی ہمارے ہاں، یعنی جموں وکشمیر میں،آنا شروع ہوئیں۔مہاراجہ گلاب سنگھ نے 1857ء میں عنانِ حکومت اپنے بیٹے رنبیر سنگھ کو سونپ دی اور خود کشمیر میں گوشہ نشین ہوئے۔یہیں اُن کا انتقال 1857ء میں ہوا۔مہاراجہ گلاب سنگھ کے دورِ حکومت میں پنڈت ٹھاکر داس رازداں، پنڈت راج، پنڈت مست رام تھایا، پنڈت گوپال کول غیوری وغیرہ کا شمار مشہور فارسی شعرا میں ہوتا تھا۔مرزا احمد اور اُن کے فرزند مرزا سیف الدین نے فارسی انشا پردازی کو فروغ دیا۔اردو شعروادب بھی اسی دوران پروان چڑھتا ہے اور لوگ شاعری کی طرف متوجہ ہونے لگتے ہیں۔اس دور کی چند غزلیں جو دستیاب ہوئی ہیں،اُن کے چند اشعار یوں ہیں:

دفن کرنا مجھ کو کوئے یار میں
قبرِ بلبل کی بنے گلزار میں

اب لڑکپن چھوڑیے، ظالم ! شباب آنے کو ہے
ان خیالوں کے کٹوروں میں گلاب آنے کو ہے

6.3۔جموں کشمیر میں مقامی زبانوں کا منظر نامہ:۔

ریاست جموں وکشمیر کرہ ارض پر جس طرح اپنے قدرتی حسن و جمال اور رنگ برنگے مناظر کے اعتبار سے منفرد و یکتا حیثیت کی حامل ہے،اسی طرح مختلف زبانوں اور بولیوں کے اعتبار سے بھی ایسا خوبصورت اور منفرد گل دستہ ہے، جس میں درجنوں زبانیں اور بولیاں اپنی حیرت انگیز ادبی خصوصیات کی طرف متوجہ کر رہی ہیں۔جموں وکشمیر میں چھوٹی بڑی 52 زبانیں اور بولیاں ہیں، جن میں آٹھ بڑی زبانوں، کشمیری، ڈوگری، لداخی، بلتی، دردی، پنجابی، پہاڑی اور گوجری کو آئینی تحفظ حاصل ہے۔ماہرینِ لسانیات کی اکثریت کے مطابق ریاست جموں وکشمیر کی تمام زبانیں اور بولیاں ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔

جموں وکشمیر تین صوبوں پر مشتمل ہے:۔

1۔جموں

2۔کشمیر

3۔لداخ

لکھن پور سے بانہال تک کا علاقہ جموں کہلاتا ہے،جس کو سنسکرت میں ''دوگرت'' کہتے ہیں،جس کا مطلب دشوار گزار راستوں والا علاقہ ہے،اورڈگر میں بولی جانے والی بولی ڈوگری کہلائی۔جموں کی مقامی زبان ڈوگری ہے۔یہ بولی جموں،ادھم پور،رام نگر،کٹھوعہ،بسوہلی اور کانگڑہ میں بولی جاتی ہے۔ڈوگری زبان لسانی اعتبار سے پنجابی اوراردو سے قریب ہے۔پروفیسر عبدالقادر سروری ''کشمیر میں اردو'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جموں اوراس کے نواح میں پنجابی لہٰذا پہاڑی یا ڈوگری جو زبانیں رائج ہیں،وہ اردو کی ہمزاد ہیں۔ان میں صرف لفظی سرمایے کا اشتراک ہی نہیں بلکہ لسانی قالب اور جملوں کی ساخت و پرداخت کی مشابہت بھی موجود ہے،اس لیے اردو ان علاقوں میں پہنچتے ہی ابتدائی جان پہچان کے بعد ان کی ہم جولی بننے لگی۔''

معانی ومطالب اورلب و لہجے کے اعتبار سے ڈوگری زبان اردو کے قریب ہے، بلکہ سننے میں دونوں میں کم وبیش مماثلت ہے۔ڈوگری اوراردو میں بڑا فرق رسم الخط کا ہے۔ڈوگری گورمکھی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے،جب کہ اردو نستعلیق رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔اصوات کی تعداد کے تعین میں اردو کی نسبت ڈوگری کے ماہرین میں قدرے کم اختلاف پایا جاتا ہے۔گرین نے ڈوگری کو پنجابی کی بولی بتایا ہے،لیکن ڈوگری کے علما اس رائے سے متفق نہیں ہیں اورڈاکٹر سدھیشو رورما نے بھی اسے پنجابی سے مختلف اور سرحدی زبان شمار کیا ہے۔

اردو اور گوجری کا لسانی رشتہ

اردو اور گوجری زبان کے درمیان گہرے لسانی رشتے موجود ہیں۔بقول نجیب اشرف ندوی، جتنا گہرا انسانی رشتہ گوجری اوراردو کا ہے، شاید ہی کسی اوردو زبانوں کا ہو۔قدیم اردو ادب،یعنی قدیم گوجری ادب کے مطالعے سے بھی ان زبانوں کی قربت کا احساس ہوتا ہے۔

مثلاً امیر خسرو کا یہ شعر:۔

کاگا سب تن کھائیو، چن چن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو، انہاں پیا ملن کی آس

اگراردو اور گوجری کے لہجے کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو یہ شعر جدید اردو سے زیادہ گوجری زبان سے ملتا ہے۔گوجری اوراردو دونوں زبانوں کا آپس میں کئی اعتبار سے بڑا تعلق ہے۔اردو کی طرح گوجری بھی جموں وکشمیر سے باہر بھی بولی جاتی ہے اوراپنے قدیم ادبی ورثے کے

اعتبار سے، جو قدیم اردو کے نام سے مشہور ہے، اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ جموں وکشمیر میں بولی جانے والی گوجری یا پھر قدیم گوجری کا جہاں تک اردو زبان سے تعلق ہے، تو اصولِ قواعد کے مطابق گوجری اور اردو کے لسانی رشتے کی گہرائی اور اشتراکیت بہت مماثل ہے۔ ان کی صرفی و نحوی تراکیب، فعلی مادے، مصادر، فعلی تراکیب، کلماتِ استفہامیہ، کلماتِ اشارات، کلماتِ زمانی، شخصی ضمائر، اعداد، توصیفی محاورات، ضرب الامثال، کہاوتیں، ذخیرہ الفاظ، تراکیب و بندش، جملوں کی ساخت، لہجے اور روایات، تلمیحات واشارات اور طرزِ فکر واحساس دونوں زبانوں میں مشترک ہیں۔ مثال کے طور پر گوجری زبان کے نمونے دیکھیے، جس نے بعد میں اردو کا نام حاصل کیا اور یہی اردو زبان کی بنیاد بھی ہے:

یو سوار تھ کو جیوڑو سوار تھ، چھوڑ نہ جائے
جب گوبند کی کرپا کرے، مارو منود سمجھیو کو آئے

....

جیو کسونہ بھلی دھن، پنو کا سونہ اٹھو
دونی دی اوسری، وادی تن سو ان گنائی ڈٹھو

....

در دروازے جا کے کیئو ڈٹھو گھڑیال
ایہہ ندو سا ماریئے، ہم دوساں دا کیا حال؟

....

بار پرائے بیسنا سائیں، مجھے نہ دیہہ
جے توں ایویں اکھسی، جیو سریوں لیہہ

....

تنہاں لکھ ڈراونے جنہاں، وساریو نا وَں
اتھے دکھ گھنیرے، آگے ٹھور نہ ٹھاؤں

....

پچھلی رات نہ جاگیو، جیو نڑو مویوں

جے میں رب وساریا، رب نہ وسریوں

مذکورہ بالا اشعار تیرھویں صدی کے ہیں، جو قدیم اردو کے نمونے ہیں،لیکن ان اشعار کا اگر آج کی گوجری سے موازنہ کیا جائے تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔مثلاًبیسنا (بیٹھنا)،ٹھور (تھوڑا)،جنہاں (جن کو)،تنہا (ان کو)،میرو (میرا)،کیو ڈتھو (کیا دیکھا)اور پھر آخری شعر تو پورا آج کی گوجری زبان پر مشتمل ہے جس میں جاگیو (جاگا)،جیونڑو (زندہ)،تیں (تم نے)،وساریا (بھول جاتا)۔نہ وسریو (نہیں بھولا) وغیرہ الفاظ آج بھی گوجری زبان کا سرمایہ ہیں۔امیر خسرو کے کلام کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو جا بجا گوجری کلام کا سامنا ہوگا:

ایسو پیر پایو نظام الدین اولیاء

عرب یار تیرو بسنت منایو

اس شعر میں ایسو (ایسا)، پایو (پانا) تیرو (تیرا)،منایو (منایا) وغیرہ خالص گوجری زبان کے الفاظ ہیں۔حضرت بندہ نواز گیسو دراز کا رسالہ ''معراج العاشقین''، جسے ماہرینِ لسانیات نے اردو کی ابتدائی نثر مانا ہے، کی ایک مختصر عبارت نمونے کے طور پر پیش ہے:

''ایک تن کوں پانچ دروازے ہیں۔ہور پانچ دربان ہیں۔ پیلا تن واجب الوجود، مقام اس کا شیطانی۔''

اس عبارت میں تن (جسم)، ہور (اور)، پیلا (پہلا) جیسے الفاظ گوجری کا ثبوت ہیں،جن کا مطالعہ کرنے کے بعد ڈاکٹر جمیل جالبی نے کہا:

''یہ گجری اردو کی بنیادی خصوصیت رہی ہے کہ اس نے دیسی الفاظ کو کثرت سے اپنے دامن میں جگہ دی ہے۔
سارے قدیم گجری شعراء اسی زبان و بیان کے ترجمان ہیں۔''

مشترکہ زبان گوجری اور اردو کے باہمی اشتراک کو اگر علمِ ہجا،علمِ صرف اور علمِ نحو کے ترازو میں تولا جائے تو بے شمار مثالیں مل جاتی ہیں۔مثلاً:

الفاظ موضوع:۔

اردو	گوجری
کھانا	کھانو
عبادت	عبادت
نیک	نیک

مکان	مکان
دکان	دکان

کلمہ/جملہ:۔

اردو	گوجری
قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے	قران اللہ کی کتاب ہے
ہر مسلمان پر نماز فرض ہے	ہر مسلمان پر نماز فرض ہے
خدا پر بھروسہ رکھو	خدا پر بھر وسو رکھو
تم نے کبوتر اڑایا	تم نے کبوتر اڑایو/اڈایو
وہ آتی رہے گی	وہ آتی رہے گی۔۔۔۔۔وغیرہ۔

اردو میں آخر میں ''ا'' آتا ہے، جب کہ گوجری میں ''و''۔ جمع کی صورت میں ''ا'' آخر میں آتا ہے، جب کہ اردو میں ''ین''، ''ے'' وغیرہ آتے ہیں۔ مثلاً:

گوجری	اردو
میں اسکول جاؤں گا	ہوں اسکول جاؤں گو
وہ کہاں گئے ہیں	ویہہ کہاں گیا ہیں
وہ آتا رہے گا	وہ آتو رہے گو
ہم آتے رہیں گے	ہم آتا رہاں گا
وہ روئے گا	وہ روئے گو

اردو میں ''ہوں'' کوئی الگ ضمیر نہیں، جب کہ گوجری میں ''ہوں'' (میں) ایک ضمیر ہے، جو واحد مونث یا مذکر متکلم کو ظاہر کرتی ہے مثلاً:۔

اردو	گوجری
میں رو رہی ہوں	ہوں رو رہی ہوں

میں پکڑوں	ہوں پکڑوں
میں گئی ہوں	ہوں گئی ہوں

اب تک تو قدیم اردو اور گوجری کے اشتراک کے ثبوت پیش کیے گئے، جو کافی حد تک لازم وملزوم ہیں۔جموں وکشمیر میں بولی جانے والی گوجری زبان کے گوجری شعرا کے کلام کو بھی نمونے کے طور پر پیش کرنا ضروری ہے، تاکہ اندازہ ہو سکے کہ کس قدر گوجری زبان اور اردو میں مماثلت ہے:

خیراں نال رب اپنو دیس دسے پورو ہوئے ارمان تمام میرو
ذیتیع پونچھ، کشمیر روجور، جموں سارا دیس ناں ہوئے سلام میرو
س۔سال کئی گزریا بچھڑیاں ناں گزرگئی اک عمر تنہائیاں ماں
حائل ہوئی بچکار دیوار پہڑی انگا اونگا کا سجناں پہیائیاں ماں

ڈاکٹر صابر آفاقی، جنھوں نے گوجری زبان وادب کی آبیاری میں کافی محنت کی، حمد کا ایک نمونہ ’’پیغامِ انقلاب‘‘ سے:

نیلو فرش بچھایو، رب نے تنبو اچو لایو رب نے
سارو جگ لشکایو، رب نے لاٹو ایک جلایو رب نے
فراس ماں انسان بنایو
رونق کو سامان بنایو

ایک نظم سے ایک بند:

اپنو آپ سیان رے پہائی
خود ناں ہن پہچان رے پہائی
سچا رب ناں جان رے پہائی
یوای کہے قرآن رے پہائی

اپنی ذات نظارہ دیئے

فطرت کا سہارا دیئے

میاں نظام الدین لاروکی، جو بہت بڑے صوفی تھے، ان کے گوجری کلام سے ایک شعر ملاحظہ ہو:

اتھرواں نا پچھے کوئی دسو کتوں آویں تم

کڈھ کے رت کلیجہ بچوں پانی کیوں بنانویں تم

محمد اسرائیل آثر:

چھپا رکھیو تھو آج تک رازِ الفت میں زمانہ تیں

توں بلبل کس تیں سن آئی، آثر کا دل کو افسانو

متذکرہ بالا قدیم اردو کے کلام اور گوجری کلام کے درمیان بحث سے ان کا آپسی رشتہ تلاش کرنا مشکل نہیں، چونکہ دونوں زبانوں کی صوتیات ایک جیسی ہیں اور بغور مطالعے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ گوجری صوتیات بہت قدیم ہیں، جب کہ اردو زبان جدید ہے۔ کشمیر کی علاقائی زبان کشمیری ہے اور لوگ اسے مادری زبان کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ کشمیری زبان کا رسم الخط فارسی ہے۔ یہ رسم الخط سلطان زین العابدین کے دور میں حاصل ہوا تھا۔ اُنھوں نے کشمیری ادب کے فروغ پر کافی توجہ دی تھی۔ کشمیری اور اردو زبان کے بہت سے الفاظ مشترک ہیں، لیکن قواعد میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ اگرچہ کشمیری زبان میں اس کا سرمایہ ادب موجود اور محفوظ تھا، تاہم یہ علاقائی زبان تھی۔ یہاں کے لوگوں نے ایک صدی سے زیادہ عرصے سے اپنی تمناؤں اور خوابوں کے اظہار کا وسیلہ بنایا تھا۔ اس وادی کے لوگ، جنہیں قدرت نے شاعرانہ ذوق بھی بخشا ہے، قدرت کی فیاضیوں کی دل کھول کر داد دیتے ہیں۔ چنانچہ کشمیر کے شاعروں نے اپنے وطن کی رعنائیوں اور حب الوطنی کے گیت جس کثرت سے گائے ہیں، شاید ہی دنیا کی کوئی اور زبان اس سلسلے میں اس کا مقابلہ کر سکے۔ لیکن اس میں کشمیری زبان کے شاعروں کا بھی حصہ ہے اور فارسی اور اردو شاعروں کا بھی۔

مختصر یہ کہ جموں و کشمیر کے تینوں صوبوں کی علاقائی زبانیں ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایسی زبان ہو جو تینوں صوبوں میں رابطے کا ذریعہ بنے اور تین لسانی اور تہذیبی خطوں، یعنی جموں، لداخ اور کشمیر کے درمیان رابطے کی زبان کا درجہ حاصل کرے۔ جموں کے باشندے کشمیری سے ناآشنا تھے اور کشمیر کے لوگ ڈوگری سے، جب کہ لداخ کے لوگ ڈوگری اور کشمیری دونوں سے

ناواقف تھے۔مواصلات کا انتظام کچھ بھی اچھا نہیں تھا کہ ہندوستان کے لوگوں کی آمدورفت عام ہوتی۔کچھ عرصے کے بعد مواصلاتی انتظام بہتر ہونے لگا اور ہندوستان اور پنجاب سے لوگ کشمیر آنے لگے۔حکومت نے انہیں اپنے مفاد کے لیے ملازمتیں دیں اور اچھے اچھے عہدوں پر فائز کیا۔ یہ لوگ اپنے ساتھ اپنی اردو زبان لائے تھے اور مقامی لوگوں کے میل جول سے جموں وکشمیر میں اردو کی ترویج کی سبیل نکل آئی۔اردو زبان کے توسط سے ہی ریاست کی مختلف اور متعدد لسانی اکائیوں کے درمیان تہذیبی، سماجی اور سیاسی رشتوں کو استحکام حاصل ہوتا ہے اور اردو زبان سے جموں وکشمیر کی عوام کا بے حد جذباتی رشتہ ہے۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد (1846-1857) میں مقامی زبانوں کا منظر نامہ'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 6.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

۔۔۔۔۔۔میں مہاراجہ گلاب سنگھ کو عہد نامہ امرتسر کی رو سے انگریزوں نے 75 لاکھ روپے کے عوض۔۔۔۔ان کے حوالے کر دیا (بعض کاغذات پر یہ رقم 68 لاکھ روپے لکھی گئی ہے)۔ چنانچہ 1846ء میں ڈوگرہ حکومت کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے اور مہاراجہ گلاب سنگھ پہلے ڈوگرہ حکمران بنتے ہیں۔اس سے پہلے ریاست جموں وکشمیر میں سکھوں کی۔۔۔۔۔قائم تھی۔

6.4۔عمومی جائزہ:۔

ریاست جموں وکشمیر اپنی جغرافیائی خوب صورتی، تہذیبی رنگارنگی اور لسانی تنوع کے اعتبار سے ایک منفرد خطہ ہے۔ یہاں مختلف ادوار میں متعدد زبانوں اور بولیوں نے اپنے اثرات قائم کیے۔1846ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں ڈوگرہ حکومت کا قیام عمل میں آیا۔مہاراجہ گلاب سنگھ ریاست کے پہلے ڈوگرہ حکمران تھے۔ان کے عہد میں ریاست کی دفتری، درباری اور عدالتی زبان فارسی تھی، جب کہ جموں میں ڈوگری

زبان عام طور پر بولی جاتی تھی۔ تاہم ہندوستان اور پنجاب کے ساتھ بڑھتے ہوئے سیاسی، ثقافتی اور ادبی روابط کے نتیجے میں اردو بھی ریاست میں تیزی سے متعارف ہونے لگی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں اگرچہ اردو کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل نہیں تھا، لیکن اس دور میں اردو کی مقبولیت میں مسلسل اضافہ ہوا۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آنے والے لوگوں، ملازمین اور اہلِ علم کے ذریعے اردو ریاست میں پہنچی۔ موسیقی، غزل، گیت، قوالی، راس لیلا اور رام لیلا جیسی عوامی اور ثقافتی سرگرمیوں نے بھی اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ پہاڑی سارنگی نواز اردو غزلیں اور گیت عوام تک پہنچاتے تھے، جب کہ قوال بھی اردو غزلیں گاتے تھے۔ اس طرح اردو محض اہلِ علم تک محدود نہ رہی بلکہ عوامی سطح پر بھی مقبول ہونے لگی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے ڈوگری اور فارسی کی طباعت کے لیے ودیا پرکاش پریس قائم کیا، جہاں سرکاری فرامین، ڈاک کے ٹکٹ اور قانون کی کتابیں شائع ہونے لگیں۔ بعض سرکاری کارروائیاں اردو میں بھی لکھی جانے لگیں۔ چائے کی کاشت کے سلسلے میں لالہ بوٹامل کی کانگڑہ کے ڈپٹی کمشنر کو پیش کی گئی رپورٹ اور ''ہدایتِ کاشتِ چائے'' کا اردو ترجمہ اس بات کی مثال ہے کہ اردو اس دور میں مختلف علمی اور سرکاری مقاصد کے لیے بھی استعمال ہونے لگی تھی۔

ریاست جموں و کشمیر کا لسانی منظرنامہ بھی نہایت متنوع ہے۔ یہاں کشمیری، ڈوگری، گوجری، لداخی، بلتی، دردی، پنجابی اور پہاڑی سمیت متعدد زبانیں اور بولیاں رائج رہی ہیں۔ ان میں کشمیری، ڈوگری اور گوجری کو ریاست کی اہم علاقائی زبانوں کی حیثیت حاصل ہے۔ جموں کی مقامی زبان ڈوگری ہے، جو لسانی اعتبار سے پنجابی اور اردو سے قریب سمجھی جاتی ہے۔ اس میں اردو کے ساتھ الفاظ، لہجے اور جملوں کی ساخت کے اعتبار سے متعدد مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ اردو اور گوجری کا رشتہ بھی نہایت قدیم اور گہرا ہے۔ قدیم اردو کے متعدد نمونوں میں گوجری کے الفاظ اور اسلوب کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ امیر خسرو کے کلام اور حضرت بندہ نواز گیسو دراز کی نثر میں ایسے الفاظ ملتے ہیں جو گوجری سے مشابہت رکھتے ہیں۔ گوجری اور اردو میں صرفی و نحوی تراکیب، ذخیرہ؟ الفاظ، محاورات، ضرب الامثال، ضمائر، جملوں کی ساخت اور طرزِ اظہار کی کئی مشترک خصوصیات موجود ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدیم گوجری اور قدیم اردو کے درمیان گہرا لسانی تعلق موجود تھا۔

کشمیر کی علاقائی زبان کشمیری ہے، جو یہاں کے لوگوں کی مادری زبان بھی رہی ہے۔ کشمیری زبان کا اپنا ایک قدیم ادبی سرمایہ ہے اور اس نے کشمیر کی تہذیب، معاشرت اور فطری حسن کے اظہار میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ کشمیری اور اردو میں بہت سے الفاظ مشترک ہیں، اگرچہ قواعد کے اعتبار سے دونوں زبانوں میں نمایاں فرق موجود ہے۔ کشمیر کے شاعروں نے اپنی زبان میں وطن کی خوب صورتی، فطرت کے مناظر اور حب الوطنی کے جذبات کو مؤثر انداز میں پیش کیا، جب کہ فارسی اور اردو شعرا نے بھی کشمیر کے حسن و جمال کو اپنے کلام کا موضوع بنایا۔

جموں، کشمیراورلداخ کی زبانیں اورتہذیبیں ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجودان کے درمیان باہمی رابطے کی ضرورت ہمیشہ موجود رہی۔مواصلاتی ذرائع میں بہتری اور ہندوستان و پنجاب سے لوگوں کی آمد ورفت نے اس ضرورت کومزید بڑھایا۔حکومت میں مختلف علاقوں سے آنے والےلوگوں کی ملازمت اورتقرری کے نتیجے میں بھی اردو ریاست میں پھیلتی گئی۔مقامی لوگوں کے ساتھ میل جول نے اردو کے فروغ کومزید تقویت دی۔

الغرض،مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں اردو اگرچہ سرکاری زبان نہیں بنی،لیکن اس نے ریاست جموں وکشمیر کے سیاسی،سماجی،تہذیبی اور ادبی ماحول میں اپنی جگہ بنانا شروع کردی۔دوسری طرف ریاست کی مقامی زبانوں،خصوصاً ڈوگری،گوجری اور کشمیری، نے اس لسانی ماحول کو مزیدوسعت دی۔اردو نے مختلف لسانی اورتہذیبی اکائیوں کوایک دوسرے کےقریب لانے میں اہم کردارادا کیا اور رفتہ رفتہ ریاست میں ایک مؤثر رابطے کی زبان کی حیثیت حاصل کرلی۔اس طرح جموں وکشمیر میں اردو کا فروغ کسی ایک سبب کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ تاریخی حالات، سیاسی و ثقافتی روابط،عوامی سرگرمیوں،ادبی اثرات اورمقامی زبانوں کے ساتھ اس کے گہرے لسانی تعلق کامشترکہ نتیجہ تھا۔

6.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	معنی
منفرد	نرالا، بےمثال
لسانی	زبان سے متعلق
منظرنامہ	حالات وکیفیت کا مجموعہ
آئینی	آئین سے متعلق
دفتری	دفتر سے متعلق
درباری	دربار سے متعلق
ترویج	اشاعت،فروغ
مقبولیت	پسندیدگی،شہرت

اشتراک	شراکت، باہمی تعلق
صرفی	لفظوں کی ساخت سے متعلق
نحوی	جملوں کی ساخت سے متعلق
لہجہ	بولنے کا انداز
مواصلات	آمد و رفت اور رابطے کا نظام
تہذیبی	تہذیب سے متعلق
اکائی	حصہ، یونٹ

6.6۔ نمونہ امتحانی سوالات:۔

1۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہدِ حکومت میں اردو کے فروغ اور مقبولیت کے اسباب وعوامل پر تفصیل سے روشنی ڈالیے؟

2۔ جموں وکشمیر کے لسانی منظرنامے کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے یہاں کی اہم زبانوں اور بولیوں کا تعارف پیش کیجیے؟

3۔ اردو اور گوجری کے باہمی لسانی وادبی رشتے پر تفصیلی بحث کیجیے اور قدیم اردو میں گوجری کے اثرات کی وضاحت کیجیے؟

4۔ جموں وکشمیر میں اردو کے بطور رابطے کی زبان ابھرنے کے اسباب بیان کرتے ہوئے ڈوگری، گوجری اور کشمیری کے ساتھ اس کے تعلق پر روشنی ڈالیے؟

6.7۔ مشقی سوالات :۔

1۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہدِ حکومت میں اردو کے فروغ کے اہم اسباب کیا تھے؟

2۔ جموں وکشمیر کی مقامی زبانوں، خصوصاً ڈوگری، گوجری اور کشمیری، کا اردو سے کیا لسانی وتہذیبی تعلق ہے؟

6.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

1۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں ہندوستان اور پنجاب سے بڑھتے ہوئے روابط، موسیقی، غزل، گیت، قوالی، راس لیلا اور رام لیلا کے ذریعے اردو کو فروغ ملا اور بعد میں عدالتوں اور سرکاری محکموں میں بھی اس کا استعمال ہونے لگا۔

2۔ ڈوگری، گوجری اور کشمیری زبانوں کے اردو سے گہرے لسانی و تہذیبی روابط ہیں۔ خصوصاً گوجری اور قدیم اردو میں الفاظ، صوتیات، صرف ونحو اور طرزِ اظہار کی متعدد مشترک خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

(جوابات سرگرمی:۔ ا۔ مارچ 1846ء، ۲۔ کشمیر، ۳۔ حکومت)

6.9۔ امدادی کتب:۔

ا۔ کشمیر میں اردو — عبدالقادر سروری

۲۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما — ڈاکٹر برج پریمی

۳۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل — پروفیسر شہاب عنایت ملک

۴۔ جموں وکشمیر میں اردو ادب — پروفیسر حامدی کاشمیری

سبق نمبر:۷:۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد(1857-1885ء)اور اردو زبان و ادب

ساخت

7.0 اغراض و مقاصد
7.1 تعارف
7.2 مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد(1857-1885ء)اور اردو زبان و ادب
7.3 دارالترجمہ اور ادبی انجمنوں کا قیام
سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)
7.4 عمومی جائزہ
7.5 فرہنگ
7.6 نمونہ امتحانی سوالات
7.7 مشقی سوالات
7.8 مشقی سوالات کے جوابات
7.9 امدادی کتب

7.0۔اغراض و مقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہدِ حکومت اور اس دور میں اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے بارے میں واقف ہو جائیں گے۔ آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے ریاست کے نظم و نسق میں کس طرح اصلاحات نافذ کیں اور اردو کو اظہار و ابلاغ اور سرکاری امور کی زبان کے طور پر کس طرح فروغ حاصل ہوا۔ آپ اس دور کے تعلیمی نظام، مدرسوں کے قیام، فارسی و عربی کے ساتھ اردو کی تدریس اور جدید علوم وفنون کے فروغ کی کوششوں سے واقف ہو جائیں گے۔ آپ دارالترجمہ کے قیام، مغربی علوم وفنون کی کتابوں کے اردو میں تراجم، مطابع اور بدیابلاس پریس کے قیام کی اہمیت کو سمجھ سکیں گے۔ آپ رنبیر سنگھ کے عہد کے اہم علماء، ادباء، شعراء اور انشا پردازوں کی علمی و ادبی خدمات سے واقف ہوں گے اور دیوان کرپارام، بابو نصر اللہ عیسائی اور دیگر اہلِ علم کے کارناموں کو سمجھ سکیں گے۔ آپ اس دور میں ادبی انجمنوں کے قیام، خصوصاً بدیابلاس سبھا اور بدیابلاس اخبار کے ذریعے اردو اور دیگر زبانوں کے ادبی ماحول کو ملنے والی تقویت سے بھی واقف ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ آپ یہ بھی سمجھ سکیں گے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کی علمی، ادبی اور تعلیمی دلچسپیوں نے ریاست جموں و کشمیر میں اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے کس طرح سازگار ماحول پیدا کیا۔ آپ اس دور کی علمی و ادبی سرگرمیوں، ترجمہ نگاری، مطابع، تعلیمی اداروں اور ادبی انجمنوں کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے جموں و کشمیر میں اردو زبان و ادب کی ترقی کے تاریخی پس منظر سے بھی واقف ہو جائیں گے۔

7.1۔تعارف:۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد ریاست جموں و کشمیر کی تاریخ میں ایک نہایت اہم اور یادگار دور کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ریاست سیاسی استحکام، انتظامی اصلاحات، تعلیمی ترقی اور علمی و ادبی بیداری کے نئے مرحلے میں داخل ہو رہی تھی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے بعد رنبیر سنگھ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور ریاست کے مختلف شعبوں میں ایسی اصلاحات نافذ کیں جن کے اثرات طویل عرصے تک محسوس کیے گئے۔ انھوں نے نہ صرف انتظامی ڈھانچے کو مضبوط بنانے کی کوشش کی بلکہ تعلیم، تہذیب، مذہب، زبان اور ادب کے فروغ پر بھی خصوصی توجہ دی۔ ان کے دور میں ریاست میں ایسے ادارے قائم ہوئے جنھوں نے علمی اور ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ انیسویں صدی کے وسط تک ہندوستان میں اردو زبان ایک اہم عوامی اور سرکاری زبان کے طور پر اپنی شناخت قائم کر چکی تھی۔ برطانوی ہند میں فارسی کی جگہ اردو کو بتدریج قبولیت حاصل ہو رہی تھی اور یہی رجحان ریاست جموں و کشمیر میں بھی نظر آنے لگا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے اس حقیقت کو محسوس کرتے ہوئے اردو زبان کو سرکاری، تعلیمی اور علمی سطح پر فروغ دینے کی کوشش کی۔ چنانچہ ریاست کے مختلف تعلیمی اداروں میں اردو کی تدریس کا آغاز ہوا اور اسے

انتظامی معاملات میں بھی اہم مقام حاصل ہونے لگا۔اس طرح اردو زبان ریاست کے مختلف طبقوں کے درمیان رابطے کا ایک موثر ذریعہ بنتی گئی۔رنبیر سنگھ خود علم دوست اورادب نواز حکمران تھے۔انھیں سنسکرت، فارسی، عربی اوراردو سمیت مختلف زبانوں اورعلوم سے گہری دلچسپی تھی۔ان کی سرپرستی میں متعدد تعلیمی ادارے، پاٹھ شالائیں، مدارس، کتب خانے اور مذہبی مراکز قائم ہوئے۔جموں میں رگھوناتھ مندراوراس سے وابستہ سنسکرت پاٹھ شالہ ان کی علمی اور مذہبی دلچسپیوں کا نمایاں ثبوت ہیں۔اسی طرح انھوں نے مخطوطات اور نادر کتابوں کے تحفظ کے لیے عظیم الشان کتب خانے قائم کیے جنھوں نے ریاست کی علمی روایت کو مستحکم بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دور کا ایک اہم کارنامہ دارالترجمہ کا قیام تھا۔اس ادارے کے ذریعے مغربی علوم اور جدید معلومات کو اردو اور دوسری زبانوں میں منتقل کیا گیا۔اس اقدام نے نہ صرف اردو نثر کو فروغ دیا بلکہ ریاست کے عوام کو جدید علوم وفنون سے بھی روشناس کرایا۔اسی دور میں بدیا بلاس پریس کے قیام اور مختلف زبانوں میں کتابوں کی اشاعت نے علمی سرگرمیوں کو مزید وسعت بخشی۔ادبی انجمنوں اوراخبارات کے اجرا نے بھی اردو زبان وادب کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔اس طرح مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی ترقی کے ایک اہم سنگِ میل کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

7.2۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد(1885-1857ء)اوراردو زبان وادب:۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے جب نظم ونسق سے کنارہ کشی اختیار کی تو رنبیر سنگھ نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا۔اپنے والد کے دورِ حکومت میں وہ مختلف محکموں سے وابستہ رہ چکے تھے۔گلاب سنگھ نے اپنے انتقال تک رنبیر سنگھ کو اہم مشورے بھی دیے۔اس کے بعد مہاراجہ رنبیر سنگھ نے یہاں نظم ونسق میں بہت سی اصلاحات کر کے اسے برطانوی ہند کے معیار پر لانے کی کوشش کی۔اس نے نظم ونسق میں اظہار وابلاغ کا وسیلہ اردو زبان کو بنایا، جو اُس وقت تک برطانوی ہند میں فارسی کی جگہ لے چکی تھی اور پورے ہندوستان میں عوامی زبان کے طور پر قبول کر لی گئی تھی۔مہاراجہ رنبیر سنگھ علم وادب کا خود بھی شیدائی تھا۔ریاستی عوام کو تعلیم سے روشناس کرانا چاہتا تھا۔خاص طور سے ہندو مذہب کو فروغ دینے کے علاوہ مفکرانہ زبان اور دیگر علوم وفنون سے بھی مہاراجہ کو گہرا شغف تھا۔اس مقصد کے پیشِ نظر انھوں نے کئی مندر بنوائے اور پاٹھ شالائیں قائم کیں۔جموں میں شری رگھوناتھ مندراور سنسکرت پاٹھ شالہ اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ رنبیر سنگھ کے دل میں ہندو مذہب اور سنسکرت کے لیے کتنا احترام تھا۔سنسکرت کی اس پاٹھ شالہ میں، جو مہا ودیالیہ کے نام سے موسوم تھی، برہمن لڑکوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ پاٹھ شالہ کے ساتھ ہی انھوں نے رگھوناتھ مندر کے اطراف کئی اور مندر بھی بنوائے اور سنسکرت مطبوعات اور مخطوطات کا ایک بڑا کتب خانہ بھی قائم کیا، جس میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے مخطوطات کو منگوا کر محفوظ کیا گیا۔جموں کی رنبیر لائبریری آج بھی موجود ہے اور علم وادب کے شیدائیوں کے لیے بڑی اہمیت

رکھتی ہے۔ رنبیر سنگھ نے ایک اور کام یہ بھی کیا کہ جموں و کشمیر کے مقدس ہندو مقامات، مندروں اور تیرتھوں کا ایک جائزہ مرتب کروایا اور اُن کے تحفظ کے لیے ایک وقف بھی قائم کیا، جس کے قواعد وضوابط فارسی میں لکھے گئے۔

رنبیر سنگھ کے عہد میں انگریزی حکومت کے استحکام کے نتیجے کے طور پر علمی اور ادبی روایات بھی نئی راہوں پر گامزن ہوئیں۔ نیا تعلیمی نظام اور نئے علوم وفنون، جو ہندوستان میں رائج ہو چکے تھے، اس کا براہِ راست اثر ریاست پر بھی پڑا۔ چنانچہ نظم ونسق کے لیے بھی نئے تعلیم یافتہ اہلِ کاروں کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کے لیے مہاراجہ رنبیر سنگھ نے انگریزی تعلیم کے مدرسے قائم کرنے کے علاوہ فارسی اور عربی کے مدرسے بھی قائم کیے۔ فارسی اگرچہ اس عہد میں درباری زبان تھی، لیکن یہ نئے عہد کے تقاضوں اور ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ اس کام کو اردو نے آگے بڑھانا شروع کیا۔ اب ریاست کے مدرسوں میں اردو پڑھائی جانے لگی اور اس کا نصاب عموماً وہی ہوتا تھا جو ہندوستان کے اور علاقوں میں رائج تھا۔ مہاراجہ نے جدید علوم سے روشناس کرانے کے مقصد سے ایک دارالترجمہ بھی قائم کیا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے نورتن، جن میں دیوان کرپا رام، پنڈت صاحب رام، ڈاکٹر بخشی رام، پنڈت گنیش کول شاستری، حکیم ولی اللہ شاہ، حکیم نورالدین قادیانی، مولوی عبداللہ مجتبٰی العصر، مولوی غلام حسین طالب لکھنوی اور بابو نصر اللہ عیسائی شامل تھے، فارسی میں بھی لکھتے تھے اور اردو زبان بولنے کے علاوہ اس میں لکھتے بھی تھے۔ ان علما میں قابلِ ذکر نام دیوان کرپا رام کا ہے۔ انھیں فارسی پر اچھا عبور حاصل تھا اور فارسی میں چار پانچ کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ ''گلاب نامہ'' اور ''تاریخ کشمیر'' ان کی اہم تصانیف ہیں۔ ''گلاب نامہ'' مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد تک کی تاریخ ہے۔ جب شمس العما مولانا محمد حسین آزاد کی ''دربارِ اکبری'' شائع ہوئی تو مہاراجہ رنبیر سنگھ نے انھیں ڈوگرہ خاندان کی تاریخ لکھنے کی بھی دعوت دی اور اس کے شایانِ شان صلے کی پیش کش بھی کی، لیکن آزاد نے اس پیش کش کو قبول نہیں کیا۔

رنبیر سنگھ مغلیہ دربار کی طرح ہی اپنے دربار میں بھی دربار کی شان وشوکت اور رعب وداب کی روایت قائم کرنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لیے انھوں نے جموں و کشمیر کے باہر سے نقیبوں کو بلوا کر دربار میں ملازم رکھا۔ یہ نقیب دہلی سے آئے تھے اور مغلیہ دربار کی روایت سے واقف تھے۔ چنانچہ جب دربار منعقد ہوتا تو یہ نقیب مہاراجہ کی آمد پر مغلیہ دربار کے انداز میں اس کا اعلان کرتے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کی یہ ساری دلچسپیاں ریاست میں اردو کا ذوق پیدا کرنے کے سلسلے میں اہمیت رکھتی ہیں۔

7.3۔ دارالترجمہ اور ادبی انجمنوں کا قیام:۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کا اہم کارنامہ اُن کا قائم کیا ہوا دارالترجمہ تھا، جو مغربی علوم کو ریاست کی زبانوں اور خاص طور پر اردو میں منتقل کرنے

کے مقصد سے قائم کیا گیا تھا۔اس کے تحت بہت ساری کتابیں اردواوردوسری زبانوں میں ترجمہ کی گئیں۔اس کے ناظم پنڈت گوبند کول تھےاور مولانا عزیز الدین مفتی اس کے صدر تھے۔ان کے فرزند مفتی اعظم محمد شریف الدین بھی مترجمین میں شامل تھے۔انھوں نے ’’اخوان الصفا‘‘ کا ترجمہ فارسی میں کیا اوران کی مدد سے ایک پنڈت نے سنسکرت میں بھی ترجمہ کیا۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ نے کتابوں کو چھاپنے کے لیے ایک چھاپہ خانہ بدیابلاس پریس کے نام سے کھولا۔اس میں اردو، فارسی اور دیوناگری رسم الخط کی کتابیں چھاپی جاتی تھیں۔اردو میں جو کتابیں ترجمہ ہوئیں، وہ زیادہ تر انگریزی سے ہوئیں۔ان میں علم اور طب سے متعلق زیادہ کتابیں ہیں۔اسی زمانے میں سرسید تحریک کے تحت بھی مختلف علوم وفنون سے متعلق انگریزی کتابوں کے ترجمے بڑی تعداد میں ہورہے تھےاور اردو نظم ونثر میں نئی اضافات سامنے آرہی تھیں۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دربار کے علما ابونصر اللہ عیسائی نے ڈاکٹر جان مارٹن کی تصنیف ’’Kashmir BookHand‘‘ کا ترجمہ اردو میں ’’تاریخ رہنمائے کشمیر‘‘ کے نام سے کیا۔یہ کام انھوں نے مہاراجہ کے حکم پر 1874ء میں کیا۔رنبیر سنگھ کے اس دارالترجمہ کے بارے میں نظم ونسق کی کچھ رپورٹوں سے جو اردو میں چھپتی تھیں،تھوڑی بہت تفصیلات ملتی ہیں۔مثلاً 83-1882ء کی ایک رپورٹ میں یوں درج ہے:

> ’’سالِ حال کوئی کتاب جوانگریزی سے سنسکرت اور سنسکرت سے عربی اور عربی سے اردو میں ترجمہ ہوئی ہے،ختم نہیں ہوئیں۔‘‘

اس دارالترجمہ سے ہٹ کر بھی ریاست میں رنبیر سنگھ کے عہد میں علمی اورادبی کام ہوتا رہا۔ان میں سرکار کی جانب سے جو کام ہوا،ان میں ایک اہم رسالہ قابلِ ذکر ہے جو’’پیداواراور جانورانِ لداخ‘‘ کے نام سے موسوم ہے۔یہ رسالہ وزارتِ لداخ، ریاست جموں وکشمیر کی جانب سے 1885ء میں مرتب ہوا۔اس نوعیت کی ایک اوراہم دستاویز مہتہ شیر سنگھ کا سفرنامہ ہے جو 27-1926ء میں مرتب ہوا۔مہتہ شیر سنگھ رنبیر سنگھ کی حکومت میں ملازم تھا۔رنبیر سنگھ کوریاست کی تجارت کوفروغ دینے کا بہت خیال تھا۔اس لیے انھوں نے مہتہ شیر سنگھ کوریاست کے پڑوسی ملکوں کے اہم مقامات کا سفراختیار کرنے اورراستوں کی کیفیت مرتب کرنے پر مامور کیا تھا۔مہتہ شیر سنگھ نے 1867ء میں کابل، بلخ اور بخارا کا سفر کیا۔واپسی پرانھوں نے اس سفر کی پوری روداد لکھی، جو’’سفرنامہ‘‘ سے موسوم ہے۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں کئی اچھے شاعراورانشاپرداز بھی اُبھر کر سامنے آئے،جن میں پنڈت دیوان شیوناتھ کول، پنڈت نندرام پرمانند،بلبل کاشمیری، پنڈت واسودیوجی، پنڈت ٹھمن نارائن بھان،سید محمد انور شاہ،رسول میر وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ نے ہی ریاست کی پہلی ادبی انجمن بدیا بلاس سبھا قائم کی، جس کے جلسوں میں سنسکرت، فارسی، عربی، اردو، ہندی اور ڈوگری زبان کے دانشور شرکت کرتے تھے۔اس کی ہفتہ وار نشستوں کی صدارت مہاراجہ خود کرتا تھا اور اس ادبی انجمن کی کارروائیوں میں دل چسپی لیتا تھا۔نتیجہ یہ نکلا کہ اس انجمن نے صوبہ جموں میں ادبی ماحول کو بے حد تقویت پہنچائی۔ یہی نہیں، مہاراجہ نے ایک ہفتہ وار اخبار ''بدیا بلاس'' بھی جاری کیا، جس میں اس انجمن کی کارروائیوں کی روداد اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں تفصیل سے چھپتی تھی۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد (1857-1885ء) اور اردو زبان و ادب'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 7.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

۔۔۔۔۔۔ کے عہد میں انگریزی حکومت کے استحکام کے نتیجے کے طور پر علمی اور ادبی روایات بھی نئی راہوں پر گامزن ہوئیں۔ نیا تعلیمی نظام اور نئے علوم وفنون، جو ہندوستان میں رائج ہو چکے تھے، اس کا براہِ راست اثر ریاست پر بھی پڑا۔ چنانچہ نظم ونسق کے لیے بھی نئے تعلیم یافتہ اہلِ کاروں کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کے لیے مہاراجہ رنبیر سنگھ نے انگریزی تعلیم کے مدرسے قائم کرنے کے علاوہ۔۔۔۔۔۔۔۔ کے۔۔۔۔۔ بھی قائم کیے۔

7.4۔عمومی جائزہ:۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد ریاست جموں وکشمیر میں علمی، تعلیمی، ثقافتی اور ادبی ترقی کا ایک اہم دور تھا۔انھوں نے حکومت سنبھالنے کے بعد ریاست کے انتظامی نظام کو بہتر بنانے کے لیے متعدد اصلاحات نافذ کیں اور بدلتے ہوئے دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جدید تعلیم اور علوم وفنون کے فروغ کی طرف خصوصی توجہ دی۔ان اصلاحات کے نتیجے میں ریاست میں ایک ایسا ماحول پیدا ہوا جس میں زبان وادب، تعلیم اور ثقافت کے مختلف شعبوں کو ترقی کے مواقع حاصل ہوئے۔اس دور کی ایک نمایاں خصوصیت اردو زبان کی بڑھتی ہوئی اہمیت تھی۔ اگرچہ فارسی

درباری زبان کی حیثیت رکھتی تھی، لیکن نئے زمانے کے تقاضوں اور عوامی ضرورتوں کے باعث اردو نے تیزی سے اپنی جگہ بنانا شروع کر دی۔ ریاست کے تعلیمی اداروں میں اردو کی تدریس کو فروغ ملا اور اسے نظم و نسق اور علمی اظہار کا موثر ذریعہ سمجھا جانے لگا۔ اس طرح اردو زبان نے نہ صرف سرکاری سطح پر اہمیت حاصل کی بلکہ عوامی زندگی میں بھی اس کا دائرہ اثر وسیع ہوتا گیا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کی علم دوستی اور ادب پروری نے ریاست میں علمی سرگرمیوں کو نئی جہت عطا کی۔ انھوں نے مختلف تعلیمی ادارے قائم کیے، مدارس اور پاٹھ شالاؤں کی سرپرستی کی اور کتب خانوں کے قیام کے ذریعے علمی سرمایہ محفوظ کرنے کی کوشش کی۔ رنبیر لائبریری جیسے ادارے ان کی علمی بصیرت اور دور اندیشی کی یاد دلاتے ہیں۔ ان اداروں کے ذریعے نہ صرف تعلیم کو فروغ ملا بلکہ مختلف علوم و فنون کے مطالعے کی راہیں بھی ہموار ہوئیں۔ دارالترجمہ کا قیام اس عہد کا ایک غیر معمولی کارنامہ تھا۔ اس ادارے کے ذریعے انگریزی، عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کی اہم کتابوں کے تراجم اردو میں کیے گئے۔ اس عمل نے اردو زبان کو جدید علمی مباحث کے اظہار کے قابل بنایا اور ریاست کے اہلِ علم کو دنیا کے نئے افکار اور نظریات سے روشناس ہونے کا موقع فراہم کیا۔ مترجمین اور علما کی ایک بڑی جماعت نے اس کام میں حصہ لیا اور مختلف موضوعات پر کتابیں اردو میں منتقل کیں۔ اس سے اردو نثر کو فروغ ملا اور زبان کے علمی دائرے میں نمایاں وسعت پیدا ہوئی۔ اس دور میں طباعت اور اشاعت کے میدان میں بھی اہم پیش رفت ہوئی۔ بدیا بلاس پریس کے قیام سے اردو، فارسی اور دیوناگری رسم الخط میں کتابوں کی اشاعت ممکن ہوئی۔ مطبوعات کی دستیابی نے علمی مواد کو عوام تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا اور مطالعے کے رجحان کو فروغ دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر کتابوں، رسائل اور سرکاری دستاویزات کی اشاعت نے ریاست میں علمی فضا کو مزید مستحکم کیا۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دور میں متعدد اہلِ علم، شعرا، ادبا اور مورخین سامنے آئے جنھوں نے اردو زبان و ادب کی ترقی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ دیوان کرپارام، بابو نصر اللہ عیسائی، پنڈت نند رام پرمانند، بلبل کاشمیری، سید محمد انور شاہ اور رسول میر جیسے اہلِ قلم نے اپنی تصانیف اور ادبی کاوشوں کے ذریعے اردو ادب کے سرمائے میں اضافہ کیا۔ ان شخصیات کی علمی اور ادبی خدمات اس دور کی فکری اور تہذیبی سرگرمیوں کی آئینہ دار ہیں۔ ادبی انجمنوں کا قیام بھی اس دور کی ایک اہم خصوصیت تھی۔ بدیا بلاس سبھا ریاست کی پہلی باقاعدہ ادبی انجمن تھی، جس میں مختلف زبانوں کے اہلِ علم شریک ہوتے تھے۔ اس انجمن نے علمی و ادبی مذاکروں اور مباحثوں کے ذریعے ادبی ذوق کو فروغ دیا اور مختلف زبانوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی۔ اسی طرح بدیا بلاس اخبار نے ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کو عام لوگوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا اور اردو صحافت کے فروغ میں بھی معاون ثابت ہوا۔

الغرض مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد جموں وکشمیر میں اردوزبان وادب کے فروغ، علمی وادبی سرگرمیوں کی توسیع، جدید علوم کی ترویج، ترجمہ نگاری، طباعت واشاعت اورادبی انجمنوں کے قیام کے اعتبار سے ایک اہم اور قابلِ ذکر دور قرار پاتا ہے۔ تعلیمی اداروں، دارالترجمہ، بدیابلاس پریس، بدیابلاس سبھا اور بدیابلاس اخبار جیسے اداروں اور ذرائع نے اردوزبان کو ریاست میں مضبوط بنیاد فراہم کی۔ اہلِ علم، شعرا اور ادبا کی سرپرستی نے اس علمی وادبی ماحول کو مزید تقویت دی اور اردو کو ریاست کی علمی، تعلیمی اور ادبی زندگی میں نمایاں مقام حاصل ہوا۔

7.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
عہد	:	زمانہ، دور
نظم ونسق	:	انتظام، حکومتی نظام
اصلاحات	:	بہتری کے لیے تبدیلیاں
اظہاروابلاغ	:	خیالات کی ترسیل
شیدائی	:	دلدادہ، بہت زیادہ چاہنے والا
شغف	:	گہری دلچسپی
مطبوعات	:	چھپی ہوئی کتابیں
مخطوطات	:	ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں
کتب خانہ	:	کتابوں کا ذخیرہ، لائبریری
وقف	:	کسی نیک کام کے لیے مخصوص مال
تیرتھ	:	مقدس مذہبی مقام
استحکام	:	مضبوطی
رائج	:	جاری، عام

تقاضے	:	ضروریات
دارالترجمہ	:	ترجمہ کرنے کا ادارہ
مترجم	:	ترجمہ کرنے والا
مطابع	:	چھاپہ خانے
نقیب	:	بادشاہ کی آمد کا اعلان کرنے والا
شان وشوکت	:	عظمت اور جاہ وجلال
رعب وداب	:	دبدبہ، اثر
روداد	:	کسی واقعے یا کارروائی کی تفصیل
انشاپرداز	:	نثر لکھنے والا
سرپرستی	:	نگرانی، حوصلہ افزائی
ترویج	:	فروغ، پھیلاؤ

7.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

1۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے ریاست کے نظم ونسق میں کون سی اہم اصلاحات کیں؟

2۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں اردو زبان کو کس طرح فروغ حاصل ہوا؟

3۔ دارالترجمہ کے قیام کا بنیادی مقصد کیا تھا اور اس کے ذریعے کون سے علمی کام انجام دیے گئے؟

4۔ بدیابلاس سبھا اور بدیابلاس اخبار نے ریاست کے علمی وادبی ماحول کو کس طرح تقویت پہنچائی؟

7.7۔مشقی سوالات:۔

1۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے اردو زبان کے فروغ کے لیے کون سے اہم اقدامات کیے؟

2۔ دارالترجمہ اور بدیا بلاس پریس کے قیام کی کیا اہمیت تھی؟

7.8۔مشقی سوالات کے جوابات:۔

1۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے ریاست کے مدرسوں میں اردو کی تدریس شروع کروائی اور اردو کو نظم ونسق اور علمی اظہار کے لیے فروغ دیا۔

2۔ دارالترجمہ کے ذریعے جدید علوم کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا گیا، جبکہ بدیا بلاس پریس نے اردو، فارسی اور دیوناگری رسم الخط میں کتابوں کی اشاعت کو فروغ دیا۔

(جوابات سرگرمی:۔ا۔رنبیر سنگھ،۲۔فارسی اور عربی،۳۔فارسی اور عربی۔)

7.9۔امدادی کتب:۔

ا۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما	ڈاکٹر برج پریمی
۲۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۳۔	جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری
۴۔	ریاست میں اردو صحافت	صوفی محی الدین
۵۔	ڈاکٹر برج پریمی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر چمن لعل بھگت

سبق نمبر:۸:۔اُردوزبان وادب کےفروغ میں بدیابلاس سبھااور بدیابلاس اخبار کی خدمات

ساخت:

8.0 اغراض ومقاصد

8.1 تعارف

8.2 اُردوزبان وادب کےفروغ میں بدیابلاس سبھا کی خدمات

8.3 بدیابلاس اخبار کی خدمات

سرگرمی (آؤاپنی معلومات جانچیں)

8.4 عمومی جائزہ

8.5 فرہنگ

8.6 نمونہ امتحانی سوالات

8.7 مشقی سوالات

8.8 مشقی سوالات کے جوابات

8.9 امدادی کتب

8.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

آپ جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کے فروغ کی ابتدائی کوششوں سے واقف ہو جائیں گے۔آپ مہاراجہ رنبیر سنگھ کی علمی، ادبی اور تعلیمی خدمات کو سمجھ سکیں گے اور یہ جان جائیں گے کہ انہوں نے ریاست میں مختلف زبانوں کے فروغ کے ساتھ اُردو زبان کی ترقی کے لیے کیا اقدامات کیے۔آپ "بدیا بلاس سبھا" کے قیام، اس کے بنیادی مقاصد اور اس کی علمی وادبی سرگرمیوں سے واقف ہو جائیں گے۔آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ سبھا کی ہفتہ وار نشستوں میں مختلف زبانوں کے علما وفضلا کی شرکت سے علمی وادبی ماحول کس طرح پیدا ہوا اور اُردو زبان کو اس سے کس طرح فائدہ پہنچا۔آپ بدیا بلاس سبھا کی سرپرستی میں ہونے والے ترجمے کے کام اور دوسری زبانوں کے علمی وادبی سرمائے کو اُردو میں منتقل کرنے کی اہمیت کو سمجھ سکیں گے۔آپ ان علما ودانشوروں کے نام اور ان کی ادبی خدمات سے بھی واقف ہو جائیں گے جنھوں نے بدیا بلاس سبھا کی علمی وادبی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔آپ "بدیا بلاس" پریس کے قیام اور اس سے شائع ہونے والے "بدیا بلاس" اخبار کے اجرا سے واقف ہو جائیں گے۔ آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ اس اخبار نے اُردو صحافت، ادب اور ثقافت کے فروغ میں کیا کردار ادا کیا اور اس کے صفحات پر سبھا کی کارروائیوں، ادبی سرگرمیوں، خبروں اور اہلِ قلم کے کارناموں کو کس طرح جگہ دی جاتی تھی۔آپ اُردو اور دیوناگری دونوں رسم الخط میں اخبار کی اشاعت کی اہمیت کو سمجھ سکیں گے اور یہ جان جائیں گے کہ "بدیا بلاس" نے ریاست کے لوگوں میں ادبی اور ثقافتی ذوق پیدا کرنے میں کس طرح مدد کی۔آپ بدیا بلاس سبھا اور بدیا بلاس اخبار کی وجہ سے اُردو زبان کے علمی، ادبی اور عملی استعمال میں پیدا ہونے والی وسعت سے واقف ہو جائیں گے۔آپ ان اہم ادبی اور مذہبی کتابوں سے بھی واقف ہو جائیں گے جن کا اُردو میں ترجمہ یا جن کی کتابت اس دور میں ہوئی۔آخر میں آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کو فروغ دینے، اُردو صحافت کی بنیاد مضبوط کرنے اور علمی وادبی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے میں "بدیا بلاس سبھا" اور "بدیا بلاس" اخبار نے ایک اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔

8.1۔تعارف:۔

جموں وکشمیر کی ادبی، علمی اور تہذیبی تاریخ میں اُردو زبان وادب کو ایک نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ریاست میں اُردو کے فروغ اور ترقی میں جہاں مختلف حکمرانوں، علما، ادبا اور شعرا نے اہم کردار ادا کیا، وہیں مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں قائم ہونے والی ادبی اور ثقافتی تنظیم "بدیا بلاس

سبھا" اور اسی نام سے شائع ہونے والے ہفتہ وار اخبار "بدیا بلاس" کی خدمات بھی خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ خود علم و ادب اور فنونِ لطیفہ سے گہری دل چسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے ریاست میں تعلیم کے فروغ کے لیے پاٹھ شالاؤں، مدرسوں اور کالجوں کے قیام کے ساتھ ساتھ مختلف زبانوں کی تعلیم کا بھی انتظام کیا۔ ان کی سرپرستی میں اُردو کو بھی ترقی کے مواقع حاصل ہوئے۔ ریاست میں ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کو منظّم انداز میں فروغ دینے کے لیے "بدیا بلاس سبھا" کا قیام ایک اہم قدم تھا۔ اگرچہ اس سبھا کا مقصد مختلف زبانوں کو فروغ دینا تھا، لیکن اُردو زبان و ادب کے فروغ میں بھی اس نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس کی ہفتہ وار نشستوں میں سنسکرت، ہندی، فارسی، عربی، ڈوگری اور اُردو کے علما و فضلا شریک ہوتے تھے۔ ان نشستوں میں علمی و ادبی موضوعات پر گفتگو، بحث و مباحثہ اور مختلف زبانوں کے علمی سرمائے سے استفادہ کیا جاتا تھا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کی ذاتی سرپرستی نے ان ادبی سرگرمیوں کو مزید تقویت دی۔ دوسری زبانوں کی متعدد اہم کتابوں اور علمی و مذہبی شہ پاروں کو اُردو میں منتقل کیا گیا، جس سے اُردو کے علمی دائرہ کار میں وسعت پیدا ہوئی۔ ''بدیا بلاس'' پریس اور اخبار کا اجرا بھی ریاست کی ادبی اور صحافتی تاریخ میں ایک اہم واقعہ تھا۔ 1858ء میں قائم ہونے والے بدیا بلاس پریس سے بعد میں "بدیا بلاس" کے نام سے ہفتہ وار اخبار شائع ہوا۔ یہ اخبار اُردو اور دیوناگری دونوں رسم الخط میں شائع ہوتا تھا۔ اس میں ریاست اور ہندوستان کے مختلف شہروں کی خبریں، سبھا کی نشستوں کی کارروائیاں، ادبی سرگرمیوں کی تفصیلات، اہلِ قلم کے کارناموں پر تبصرے اور اہم ادبی موضوعات سے متعلق مضامین شائع کیے جاتے تھے۔ اس بنا پر "بدیا بلاس" کو محض ایک اخبار کے بجائے ایک ادبی و ثقافتی رسالہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بدیا بلاس سبھا اور اخبار نے نہ صرف اُردو زبان کے فروغ میں مدد دی بلکہ لوگوں میں علمی، ادبی اور ثقافتی ذوق بھی پیدا کیا۔ مختلف زبانوں کے درمیان ادبی رابطے کو مضبوط کرنے، ترجمے کی روایت کو فروغ دینے اور اُردو کو علمی و عملی زندگی میں استعمال کرنے کے مواقع فراہم کرنے میں ان دونوں اداروں کا کردار نہایت اہم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جموں و کشمیر میں اُردو صحافت اور اُردو ادب کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ "بدیا بلاس سبھا" اور "بدیا بلاس" کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔ ان اداروں نے آنے والی ادبی اور صحافتی سرگرمیوں کے لیے بنیاد فراہم کی اور ریاست میں اُردو زبان و ادب کے فروغ کی راہ ہموار کی۔

8.2۔ اُردو زبان وادب کے فروغ میں بدیا بلاس سبھا کی خدمات:۔

ریاست میں مہاراجہ رنبیر سنگھ کی حکومت 1856ء سے 1885ء تک رہی۔ مہاراجہ چونکہ ادب اور آرٹ کا خود زبردست دل دادہ تھا، اس لیے انہوں نے ان شعبوں کو فروغ دینے میں ذاتی دل چسپی لی۔ مہاراجہ نے جہاں ایک طرف اپنی رعایا کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے پاٹھ شالاؤں، مدرسوں اور کالجوں کا قیام عمل میں لایا اور مختلف زبانوں کی تعلیم کا بندوبست کیا، وہیں دوسری زبانوں کی طرف توجہ دیتے ہوئے

اُردو کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔انہوں نے سنسکرت، فارسی اور عربی کے علاوہ ہندی اور انگریزی کے علما و فضلا کو ریاست کے اندر اور باہر سے بلا کر اپنی سلطنت میں جگہ دی اور ادب و تعلیم کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ریاست میں اُردو کے حوالے سے ابتدائی ادبی و ثقافتی سرگرمیاں اس وقت شروع ہوئیں جب مہاراجہ رنبیر سنگھ کی قیادت میں ایک ادبی اور کلچرل سوسائٹی "بدیا بلاس سبھا" کا قیام عمل میں آیا۔ یہ سبھا اگرچہ مختلف زبانوں کو فروغ دینے کے لیے قائم کی گئی تھی، تاہم اُردو کے حوالے سے بھی اس نے چند اہم کارنامے انجام دیے۔ سبھا کی میٹنگوں میں سنسکرت، ہندی، فارسی، عربی اور ڈوگری زبان کے دانشوروں کے علاوہ اُردو زبان کے دانشور بھی حصہ لیتے تھے۔ سبھا کی ہفتہ وار نشستیں ہر وپروار کو مہاراجہ کی صدارت میں منعقد ہوتی تھیں۔ مہاراجہ کا خود ان نشستوں میں شامل ہونا اُردو کے لیے سازگار ثابت ہوا۔ ان کی سرپرستی میں دوسری زبانوں کی بہت سی کتابوں کو اُردو میں منتقل کیا گیا۔ جو دانشور اس سوسائٹی یا سبھا کی میٹنگوں میں اکثر شرکت کرتے اور بحث و مباحثہ میں حصہ لیتے رہے، ان میں جے پور کے برج لال، بنگال کے رام بھون بھٹا چاریہ، بنارس کے پنڈت بنکٹ رام شاستری، لالہ گلاب رائے، غلام غوث ہوشیار پوری، دیوان کرپا رام اور کیف الدین نور وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ ذاتی طور پر اس سبھا کے روزمرہ کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور علمی و ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے دانشوروں کو ہر قسم کی سہولت فراہم کرتے رہے۔ بدیا بلاس سبھا کی مجلسوں میں مقامی زبانوں کو تو فروغ ملا ہی، لیکن اُردو زبان بھی روزمرہ کے کام میں برتی جانے لگی، جس کی وجہ سے اس زبان کو مزید ترقی ملی۔ بدیا بلاس سبھا کے علما و فضلا نے کئی ادبی اور مذہبی شہ پاروں کے تراجم اُردو، ہندی، ڈوگری اور پنجابی میں کیے۔ اُردو کے حوالے سے ان کے بعض اہم کارنامے درج ذیل ہیں:

الف لیلہ: مشہور عربی داستان الف لیلہ کا اُردو ترجمہ لکھنو کے مفتی عبدالکریم نے کیا۔

دیوانِ سودآ: مہاراجہ رنبیر سنگھ کے کہنے پر گجرات کے محمد عثمان نے 1856ء میں دیوانِ سودا کی کتابت کی۔ یہ کام 155 صفحات پر مشتمل تھا۔

کلیاتِ سودا: مہاراجہ رنبیر سنگھ کے حکم پر محمد عثمان نے مرزا محمد رفیع سودا کے پورے کلیات کی بھی کتابت کی۔

رسالہ مورچہ نما: یہ Engineering سے متعلق انگریزی رسالے کا ترجمہ تھا، جسے بخشی رام پنڈت نے 1868ء میں اُردو میں منتقل کیا۔

تاریخ رہنمائے کشمیر: یہ انگریزی کتاب KashmirHandbook کا اُردو ترجمہ تھا، جسے مہاراجہ کے حکم پر بابو نصر اللہ نے 1874ء میں اُردو میں کیا۔ اس کے صفحات کی تعداد 143 تھی۔

سفر نامہ مہتہ شیر سنگھ: یہ سفر نامہ مہتہ شیر سنگھ نے مہاراجہ رنبیر سنگھ کے حکم کے مطابق 1866ء میں لکھنا شروع کیا اور 1896ء میں مکمل کیا۔ اس کی

کتابت مشہور کاتب مولوی غلام مصطفیٰ نے کی۔

اس کے علاوہ بدیا بلاس سبھا اور پریس کے تحت جن کتابوں کے تراجم اُردو میں کیے گئے، ان میں احوالِ ملک لداخ، تاریخ انگلستان، بھگوت گیتا اُردو اور مثنوی بدرِ منیر وغیرہ خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں بعض کتابوں پر نہ مصنف کا نام درج ہے، نہ کاتب کا اور نہ ہی سنِ اشاعت کا سراغ ملتا ہے۔ یہ تمام تراجم اور کتابیں اس وقت کشمیر یونی ورسٹی کی لائبریری میں عربی اور فارسی کے مخطوطات کے ساتھ محفوظ ہیں۔ اس طرح بدیا بلاس سبھا نے مختلف زبانوں کے علمی و ادبی سرمائے کو اُردو میں منتقل کرنے اور اُردو زبان و ادب کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

8.3۔ بدیا بلاس اخبار کی خدمات:۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ نے 1858ء میں "بدیا بلاس" کے نام سے ایک پریس قائم کیا۔ اس پریس کا بنیادی مقصد دارالترجمہ کی کتابوں کو شائع کرنا تھا، لیکن اسی پریس سے "بدیا بلاس" کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار بھی جاری کیا گیا۔ یہ اخبار 1866ء میں شائع ہوا۔ اس کے پہلے مدیر پنڈت گوپی ناتھ گوٹو تھے۔ "بدیا بلاس" اُردو اور دیوناگری دونوں رسم الخط میں شائع ہوتا تھا۔ اس کے نامہ نگار ہندوستان کے بڑے شہروں سے خبریں بھیجتے تھے، جو اخبار میں دونوں زبانوں میں شائع ہوتی تھیں۔ "بدیا بلاس سبھا" کی میٹنگوں کی کارروائیاں بھی اس کے صفحات کی زینت بنتی تھیں۔ اس کے علاوہ سبھا کے ممبران کے ادبی کارناموں کے بارے میں تفصیل سے لکھا جاتا اور ان کے کاموں پر تبصرہ بھی کیا جاتا تھا۔ اخبار کا اداریہ عموماً اہم ادبی کاموں سے متعلق ہوتا اور آئندہ شروع کیے جانے والے ادبی کارناموں کو بھی زیرِ بحث لایا جاتا تھا۔ اخبار میں بعض ایسی خبریں بھی شائع ہوتی تھیں جو دلچسپی سے بھرپور ہوتی تھیں۔ پروفیسر عبدالقادر سروری اس اخبار کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اخبار کی نوعیت کی یہ پہلی چیز تھی جو ریاست سے شائع ہونے لگی تھی۔"

اخبار میں دلچسپی کی خبریں بھی شامل ہوتی تھیں۔ مثلاً اسی اخبار میں "خدا کی قدرت" کے عنوان سے ایک خبر شائع ہوئی، جس کا اندازِ بیان کچھ یوں تھا:

"نامہ نگار میرا کبر بدایوں سے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک غریب آدمی کی عورت حاملہ تھی اور اُس کے رہنے کا مکان پرانا اور بوسیدہ تھا۔ کثرتِ بارش سے ٹپکنے لگا۔ اُس کے خاوند نے چھت پر مٹی وغیرہ ڈال کر درست کیا لیکن اُسی حالت میں بارش کا یہ زور ہوا کہ مکان کی ایک دیوار گر گئی اور اسی حالت میں عورت کے بچہ پیدا ہوا۔ کیا شانِ الٰہی دیکھئے کہ

وہ بچہ اور اُس کی ماں بچ گئی۔"

پروفیسر ظہور الدین "بدیا بلاس سبھا" اور "بدیا بلاس" اخبار کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

'The first literaray organisation which came into existence here was the Bidya Bilas Sabha' set by the Maharaja Ranbir Singh to give necessary importance to the languages prevalent in the region, particularly Urdu, Persian, Dogri and sanskrit. It also published a weeekly news paper the "Bidya Bilas" in which proceedings of the meetings of the sabha were regularly published.This organisation rendered a marvellous service to the cause of the urdu language too."

"بدیا بلاس" کی پوری فائل اس وقت برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے، جس کے مطالعے سے اس اخبار کے لکھنے کے انداز اور معیار کا اندازہ ہوتا ہے۔ اخبار میں "بدیا بلاس سبھا" کی میٹنگوں کی کارروائیاں اُردو اور ہندی میں شائع ہوتی تھیں۔ سبھا کے ممبران کے ادبی کاموں کے بارے میں تفصیل سے لکھنے کے علاوہ ان کے کاموں پر تبصرہ بھی کیا جاتا تھا۔ اس کا اداریہ اہم ادبی کاموں سے متعلق ہوتا اور مستقبل میں شروع کیے جانے والے ادبی منصوبوں کو بھی زیرِ بحث لایا جاتا تھا۔ اس طرح اس اخبار نے جموں کے لوگوں میں ثقافتی اور ادبی ذوق پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ پروفیسر محبوبہ والی "بدیا بلاس" پریس اور اخبار کی اہمیت کے بارے میں لکھتی ہیں:

"ریاست میں پہلا پرنٹنگ پریس سرمائی راجدھانی جموں میں قائم ہوا اور یہاں فارسی اور سنسکرت کی طرح اُردو میں بھی کچھ سرکاری فارم اور دستاویزات چھپتے رہے۔ اس کے کوئی لگ بھگ دس سال بعد وکرم بلاس اور پھر بدیا بلاس پریس قائم ہوئے۔ بدیا بلاس سے اسی نام کا ایک جریدہ شائع ہونا شروع ہوگیا، جس میں ایک حصہ دیوناگری اور ایک اُردو حروف میں رقم ہوتا تھا۔ یہ ریاست میں صحافت کا شعلہ روشن کرنے کا پہلا زینہ تھا، جس نے بعد میں سینکڑوں چراغ جلا دیے اور ساری ریاست اس کی کرنوں سے جگمگا اٹھی۔"

مختصر یہ کہ "بدیا بلاس سبھا" اور "بدیا بلاس" اخبار نے جموں وکشمیر کے لوگوں میں ثقافتی اور ادبی ذوق پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ "بدیا بلاس" کو محض اخبار کے بجائے ایک ادبی رسالہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا، کیونکہ اس کا تعلق سیاسی اور عام خبروں کے مقابلے میں ادبی اور ثقافتی زندگی سے زیادہ تھا۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کو سنوارنے اور نکھارنے میں "بدیا بلاس سبھا" اور "بدیا بلاس" اخبار نے کلیدی کردار ادا کیا، جس کی وجہ سے ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''اُردو زبان و ادب کے فروغ میں بدیا بلاس سبھا اور بدیا بلاس اخبار کی خدمات'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 8.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجیے:۔

۔۔۔۔۔۔ کے حوالے سے ابتدائی ادبی و ثقافتی سرگرمیاں اس وقت شروع ہوئیں جب مہاراجہ رنبیر سنگھ کی قیادت میں ایک ادبی اور کلچرل سوسائٹی ۔۔۔۔۔۔ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ سبھا اگرچہ مختلف زبانوں کو فروغ دینے کے لیے قائم کی گئی تھی، تاہم اُردو کے حوالے سے بھی اس نے چند اہم کارنامے انجام دیے۔ سبھا کی میٹنگوں میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے دانشوروں کے علاوہ اُردو زبان کے دانشور بھی حصہ لیتے تھے۔

8.4۔ عمومی جائزہ:۔

جموں و کشمیر میں اُردو زبان و ادب کے فروغ اور ترقی کی تاریخ میں مہاراجہ رنبیر سنگھ کا عہد خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ خود علم و ادب اور فنونِ لطیفہ سے گہری دل چسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے ریاست میں تعلیم کے فروغ کے لیے پاٹھ شالاؤں، مدرسوں اور کالجوں کے قیام پر توجہ دی اور مختلف زبانوں کی تعلیم کا انتظام کیا۔ انہوں نے سنسکرت، فارسی، عربی، ہندی اور انگریزی کے ساتھ اُردو زبان کی ترقی کے لیے بھی اہم اقدامات کیے۔ 1889ء میں اُردو کو ریاست کی سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا، جس سے ریاست میں اُردو کے استعمال اور فروغ کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی سرپرستی میں قائم ہونے والی ادبی اور ثقافتی تنظیم "بدیا بلاس سبھا" ریاست کی ابتدائی ادبی تنظیموں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا مقصد ریاست میں رائج مختلف زبانوں کو فروغ دینا تھا۔ سبھا کی نشستوں میں سنسکرت، ہندی، فارسی، عربی، ڈوگری اور اُردو کے علما و فضلا شریک ہوتے تھے۔ ان نشستوں میں علمی و ادبی موضوعات پر بحث و مباحثہ کیا جاتا تھا اور مختلف زبانوں کے علمی سرمائے سے استفادہ کیا جاتا تھا۔

مہاراجہ خود بھی ان نشستوں میں شریک ہوتے اور علمی وادبی سرگرمیوں کی سرپرستی کرتے تھے۔ ان کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی وجہ سے اُردو زبان کو ریاست میں ایک سازگار ماحول میسر آیا اور یہ زبان روزمرہ کے کاموں میں بھی استعمال ہونے لگی۔ بدیا بلاس سبھا کی ایک اہم خدمت مختلف زبانوں کی اہم کتابوں اور علمی و مذہبی شہ پاروں کو اُردو میں منتقل کرنا تھا۔ اس دور میں الف لیلہ، دیوانِ سوؔدا، کلیاتِ سوؔدا، رسالہ مورچہ نما، تاریخ رہنمائے کشمیر، سفرنامہ مہتہ شیر سنگھ، احوالِ ملک لداخ، تاریخ انگلستان، بھگوت گیتا اُردو اور مثنوی بدرِ منیر جیسی کتابوں کی کتابت یا ترجمانی کا کام ہوا۔ اس طرح مختلف زبانوں کے علمی وادبی ذخیرے سے اُردو قارئین کو استفادہ کرنے کا موقع ملا اور ترجمے کی روایت کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ ان میں سے کئی اہم کتابیں آج بھی کشمیر یونی ورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

اسی سلسلے میں "بدیا بلاس" پریس کا قیام بھی ایک اہم ادبی اور صحافتی واقعہ تھا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے 1858ء میں بدیا بلاس کے نام سے ایک پریس قائم کیا، جس کا مقصد دارالترجمہ کی کتابوں کو شائع کرنا تھا۔ بعد میں اسی پریس سے "بدیا بلاس" کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار بھی شائع ہونے لگا۔ یہ اخبار 1866ء میں جاری ہوا اور اس کے پہلے مدیر پنڈت گوپی ناتھ گوٹو تھے۔ اخبار اُردو اور دیوناگری دونوں رسم الخط میں شائع ہوتا تھا۔ ہندوستان کے مختلف شہروں سے آنے والی خبریں بھی اس میں شائع کی جاتی تھیں۔

"بدیا بلاس" نے صرف عام خبروں کی اشاعت تک اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ اس کا تعلق ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں سے زیادہ تھا۔ اس میں "بدیا بلاس سبھا" کی میٹنگوں کی کارروائیاں، سبھا کے ارکان کے ادبی کارنامے، ان کے کاموں پر تبصرے، ادبی مضامین اور آئندہ شروع کیے جانے والے ادبی کاموں سے متعلق معلومات شائع ہوتی تھیں۔ اس میں بعض دلچسپ اور معلوماتی خبریں بھی شامل کی جاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے محض اخبار کے بجائے ایک ادبی و ثقافتی رسالہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پروفیسر عبدالقادر سروری نے "بدیا بلاس" کو ریاست سے شائع ہونے والی اخبار کی نوعیت کی پہلی چیز قرار دیا، جبکہ پروفیسر ظہور الدین نے "بدیا بلاس سبھا" کو ریاست کی پہلی ادبی تنظیم قرار دیتے ہوئے اُردو زبان کے لیے اس کی خدمات کو نمایاں قرار دیا۔ پروفیسر محبوبہ والی کے مطابق "بدیا بلاس" ریاست میں صحافت کا شعلہ روشن کرنے والا ایک اہم ابتدائی قدم تھا۔ اس اخبار نے بعد کی صحافتی اور ادبی سرگرمیوں کے لیے راستہ ہموار کیا۔

الغرض، "بدیا بلاس سبھا" اور "بدیا بلاس" اخبار نے جموں و کشمیر میں اُردو زبان و ادب کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ سبھا نے علمی و ادبی نشستوں، ترجمے، کتابت اور مختلف زبانوں کے درمیان ادبی رابطے کو فروغ دیا، جبکہ اخبار نے ادبی، ثقافتی اور صحافتی سرگرمیوں کو عوام تک پہنچایا۔ ان دونوں اداروں نے ریاست کے لوگوں میں اُردو زبان کے ساتھ ساتھ علمی، ادبی اور ثقافتی ذوق پیدا کیا اور اُردو صحافت کی ابتدائی

بنیادوں کو مضبوط بنایا۔اس لیے جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کی ترقی اور اُردو صحافت کی تاریخ کا مطالعہ "بدیا بلاس سبھا" اور "بدیا بلاس" اخبار کی خدمات کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔

8.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
دل دادہ	:	شوقین، محبت کرنے والا
سرپرستی	:	نگہداشت، حوصلہ افزائی
نمایاں	:	واضح، ممتاز
علمی	:	علم سے متعلق
ادبی	:	ادب سے متعلق
ثقافتی	:	تہذیبی، کلچرل
دانشور	:	علم وعقل رکھنے والا
بحث ومباحثہ	:	گفتگو، علمی گفتگو
ترجمہ	:	ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا
سرمایہ	:	ذخیرہ، دولت
شہ پارہ	:	اعلیٰ اور بہترین تخلیق
اشاعت	:	چھپنا، شائع ہونا
نامہ نگار	:	خبر لکھنے والا
کارروائی	:	کسی مجلس یا نشست کی تفصیل
اداریہ	:	اخبار کا اہم تحریری مضمون

رسم الخط : لکھنے کا طریقہ

صحافت : اخبار نویسی، خبروں کی اشاعت

جریدہ : رسالہ، اخبار

ذوق : شوق، پسند

فروغ : ترقی، پھیلاؤ

کلیدی : بنیادی، اہم

مخطوطہ : ہاتھ سے لکھی ہوئی کتب

8.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

۱۔ ''ابدیابلاس سبھا'' کے قیام کا بنیادی مقصد کیا تھا اور اُردو زبان وادب کے فروغ میں اس نے کیا کردار ادا کیا؟

۲۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے ریاست میں اُردو زبان کے فروغ کے لیے کون کون سے اہم اقدامات کیے؟

۳۔ ''بدیابلاس'' اخبار کب جاری ہوا اور اس کے پہلے مدیر کون تھے؟

۴۔ ''بدیابلاس'' اخبار نے جموں وکشمیر میں ادبی اور ثقافتی ذوق پیدا کرنے میں کیا خدمات انجام دیں؟

8.7۔مشقی سوالات:۔

۱۔ بدیابلاس سبھا نے اُردو زبان وادب کے فروغ کے لیے کیا خدمات انجام دیں؟

۲۔ بدیابلاس اخبار کی ادبی اور صحافتی خدمات پر مختصر روشنی ڈالیں؟

8.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

۱۔ بدیابلاس سبھا نے علمی وادبی نشستوں، بحث ومباحثے اور مختلف زبانوں کی کتابوں کے اُردو تراجم کے ذریعے اُردو زبان وادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

۲۔ بدیابلاس اخبار نے سبھا کی کارروائیوں، ادبی کارناموں، خبروں اور ادبی مضامین کو شائع کر کے لوگوں میں ادبی وثقافتی ذوق پیدا کیا اور اُردو صحافت کو فروغ دیا۔

(جوابات سرگرمی:۔۱۔ ریاست میں اُردو،۲۔ "بدیابلاس سبھا" ،۳۔ سنسکرت، ہندی، فارسی، عربی اور ڈوگری زبان)

8.9۔ امدادی کتب:۔

۱۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما	ڈاکٹر برج پریمی
۲۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۳۔	جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری
۴۔	ریاست میں اردو صحافت	صوفی محی الدین
۵۔	ڈاکٹر برج پریمی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر چمن لعل بھگت
۶۔	جموں وکشمیر میں اردو خودنوشت کی سمت ورفتار	ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ
۷۔	آج کل کشمیر نمبر	دہلی
۸۔	ماہنامہ تعمیر: جموں وکشمیر میں اردو ادب نمبر	جموں

سبق نمبر:۹:۔مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا عہد اور اُردو زبان

ساخت:

9.0 اغراض ومقاصد
9.1 تعارف
9.2 مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا عہد اور اُردو زبان
9.3 صوبہ جموں میں ابتدائی ادبی تخلیقات
سرگرمی(آؤ اپنی معلومات جانچیں)
9.4 عمومی جائزہ
9.5 فرہنگ
9.6 نمونہ امتحانی سوالات
9.7 مشقی سوالات
9.8 مشقی سوالات کے جوابات
9.9 امدادی کتب

9.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہدِ حکومت اور اس دور میں اُردو زبان کی اہمیت ومقبولیت سے واقف ہو جائیں گے۔آپ یہ جان سکیں گے کہ

مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے 1889ء میں اُردو کو سرکاری زبان کا درجہ کیوں دیا اور اس فیصلے کے ریاست جموں و کشمیر کی سیاسی، سماجی اور ادبی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔ آپ اس دور کے اہم اُردو ادیبوں، خصوصاً سالک رام سالک اور ان کی ادبی و علمی خدمات سے آگاہ ہو جائیں گے اور یہ سمجھ سکیں گے کہ اُردو صحافت نے ریاست میں اُردو نثر اور ادبی صلاحیتوں کے فروغ میں کس طرح اہم کردار ادا کیا۔ آپ محمد دین فوق، لالہ ملک راج صراف اور ''رنبیر'' جیسے اخبارات کی ادبی خدمات سے بھی واقف ہوں گے۔ اس کے علاوہ آپ صوبہ جموں میں ابتدائی ادبی تخلیقات کے پس منظر، عربی و فارسی کے ادبی مراکز، ذاتی کتب خانوں اور قلمی نسخوں کی اہمیت کو سمجھ سکیں گے۔ آپ یہ بھی جان سکیں گے کہ کشتواڑ، پونچھ، ڈوڈہ، ٹھاٹھری اور تھنہ منڈی جیسے علاقوں میں علم و ادب کے مراکز کس طرح وجود میں آئے اور قدیم کتابوں اور مخطوطات کو محفوظ رکھنے میں ان کتب خانوں نے کیا کردار ادا کیا۔ مزید برآں، آپ فورٹ ولیم کالج، علی گڑھ تحریک اور ''بدیا بلاس سبھا'' کے ذریعے ہونے والے تالیف، ترجمے اور نئی اصنافِ ادب کے فروغ سے واقف ہو جائیں گے اور یہ سمجھ سکیں گے کہ برصغیر میں پیدا ہونے والی ادبی تحریکوں اور رجحانات نے ریاست جموں و کشمیر کی ادبی فضا کو کس طرح متاثر کیا۔ ریاست جموں و کشمیر میں اُردو زبان و ادب کے ارتقا اور اس کے فروغ میں مختلف ادیبوں، صحافیوں، ادبی انجمنوں اور تعلیمی و علمی مراکز کے کردار کو مجموعی طور پر سمجھ سکیں گے۔

9.1۔تعارف:۔

جموں و کشمیر میں اُردو زبان و ادب کے فروغ کی تاریخ مختلف ادوار اور اہم ادبی و سیاسی واقعات سے عبارت ہے۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا عہد اس سلسلے میں خاص اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اس دور تک اُردو ریاست کے مختلف علاقوں میں مقبول ہو چکی تھی اور عوام کے درمیان اظہار و ابلاغ کا موثر ذریعہ بن گئی تھی۔ 1889ء میں اُردو کو سرکاری درجہ دیے جانے سے ریاست میں اس زبان کے فروغ کو ایک نئی سمت ملی اور سرکاری و ادبی سطح پر اس کے استعمال میں اضافہ ہوا۔ اس دور میں سالک رام سالک جیسے اہلِ قلم نے اُردو نثر، لغت، صحافت اور قانونی تحریروں کے ذریعے زبان کی خدمت کی، جبکہ محمد دین فوق اور لالہ ملک راج صراف جیسے صحافیوں نے اخبارات کے ذریعے ادبی اور سماجی شعور کو فروغ دیا۔ دوسری جانب صوبہ جموں میں عربی و فارسی کے قدیم علمی مراکز اور ذاتی کتب خانوں نے علمی و ادبی سرمایہ محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ کشتواڑ، پونچھ، ڈوڈہ اور دیگر علاقوں میں موجود قلمی نسخے اس علمی روایت کی اہم یادگار ہیں۔ فورٹ ولیم کالج، علی گڑھ تحریک اور ''بدیا بلاس سبھا'' جیسی علمی و ادبی سرگرمیوں کے اثرات بھی ریاست جموں و کشمیر تک پہنچے اور تالیف، ترجمے اور نئی اصنافِ ادب کے فروغ کی راہ ہموار ہوئی۔ یوں مہاراجہ پرتاپ

سنگھ کے عہد اور اس سے وابستہ ادبی وصحافتی سرگرمیوں نے جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

9.2 ۔مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا عہد اور اُردو زبان:۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی وفات کے بعد 1885ء میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ پرتاپ سنگھ کے عہد تک اُردو زبان کا چلن عام ہو چکا تھا۔عوام کی ایک بڑی تعداد اُردو لکھنے پڑھنے کی جانب راغب ہو چکی تھی اور اُردو زبان اُن کے اظہار کا ایک کامیاب ذریعہ بن چکی تھی۔مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے سیاسی حکمتِ عملی اور اُردو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیشِ نظر ریاست کے تینوں خطوں، جموں، کشمیر اور لداخ کو ایک لسانی دائرے میں لانے کے لیے اُردو کو 1889ء میں سرکاری درجہ عطا کیا۔مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی دوراندیشی اور دانش مندی کی یہ علامت ہے کہ انہوں نے الگ الگ بولیوں کے خطوں کے عوام کو ایک زبان کی لڑی میں پرو دیا۔مہاراجہ کا یہ ایسا کارنامہ ہے جسے جموں وکشمیر کی سیاسی اور اُردو ادبی تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا جانا چاہیے۔مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہدِ حکومت میں ایک سے ایک نامور ادیب ریاست جموں وکشمیر کو حاصل ہوئے۔اس دور میں ہرگوپال خستہ کے برادرِ اصغر سالگ رام سالک دوسرے نثر نگار رہے ہیں۔سالک بہت بڑے اُردو دوست ادیب تھے۔ان کا ادبی ذوق لکھنؤ اور لاہور کی ادبی محفلوں میں نکھرا اور معتبر بنا تھا۔وہ ایک لمبے عرصے تک ''اودھ اخبار'' میں اپنے مضامین تحریر کرتے رہے ہیں۔اپنے برادر کی مدد سے انہوں نے بھی ایک ہفت روزہ پرچہ ''خیر خواہ کشمیر'' کے نام سے جاری کیا تھا۔اس زمانے میں جب عیسائی دھرم کی تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا تو اسے روکنے کے لیے مختلف مذاہب کے عالموں میں ایک علمی بیداری ہوئی۔اس ماحول میں سالگ رام سالک کشمیر وارد ہوئے اور یہاں پر مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی نگرانی میں سناتن دھرم کی تشکیل ہوئی۔جس کے منشور کے تحت عیسائیت کے خلاف کئی کتابچے تیار کیے گئے۔مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے ''مسالک سے مورتی منڈن''، ''دھرم اُپدیش'' اور ''شاستر ارتھ'' جیسی دھارمک کتابیں ترتیب دلائیں۔علاوہ ازیں سالک نے ''لغاتِ اُردو'' اور ''محاوراتِ اُردو'' کے نام سے بھی چند کتابیں مرتب کیں۔

ادبی کتابوں کے علاوہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے حکم کے مطابق سالک نے ''قانونی تعزیراتِ جموں وکشمیر'' کی مبسوط شرح، ''ضابطہ دیوانی'' اور کئی قانونی دستاویزات کو اُردو میں لکھا۔ان کے خالص ادبی کارناموں میں ''گنجینہ فطرت''، ''داستانِ جگت روپ'' اور ''تحفہ سالک'' قابلِ ذکر ہیں۔بعد میں یہی سلسلہ آگے بڑھا اور اُنیسویں صدی کے اواخر میں اور بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں لاہور، پنجاب، دہلی اور ان کے علاوہ دوسرے شہروں سے ریاست جموں وکشمیر کا رابطہ اخبارات کے وسیلے سے ہوا۔یہ اخبار اکثر وبیشتر یہاں کے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل اپنے اخباری کالموں میں جگہ دیتے تھے۔چنانچہ یہاں کی ادبی صلاحیتوں کو ابھارنے اور نکھارنے میں اُردو صحافت کا ایک نمایاں کردار

ہے۔صحافت کے میدان میں محمد دین فوق کا نام سرفہرست ہے، جنہوں نے اپنی جدوجہد سے کشمیر سے متعدد اخبارات جاری کیے۔محمد دین فوق اپنے زمانے کے مایہ ناز عالم تھے۔وہ ایک کثیر الجہات ادبی شخصیت کے مالک بھی تھے۔ان کے علاوہ صحافتی میدان میں لالہ ملک راج صراف جموں کے وہ پہلے صحافی تھے جن کی اُردو دوستی کو کسی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا۔انہوں نے 1924ء میں جموں سے پہلا اخبار ''رنبیر'' جاری کیا۔ اس اخبار کی اشاعت اُردو نثر و ادب کے فروغ کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی۔اس اخبار کے ذریعے اُردو نثر نگاروں کی ایک نئی کھیپ اُبھر کر سامنے آئی، جن میں مولوی زین العابدین، جیالال کلم، سالک رام کول، مولوی عبداللہ وکیل، کشپ بندھو، پریم ناتھ بزاز، پریم ناتھ رونق، بلدیو پرشاد شرما، عشرت کشتواڑی، نشاط کشتواڑی، دیا کرشن گردش، غلام حیدر چشتی، تاراچند، قیس شیروانی وغیرہ کافی اہم ہیں۔

9.3۔صوبہ جموں میں ابتدائی ادبی تخلیقات:۔

جب دلی میں اسلام پھیلا اور مغل کورٹ کا تسلط قائم ہوا تو صوبہ جموں میں اس کا براہِ راست اثر پڑا، جس کی وجہ سے عربی اور فارسی کے کئی مراکز یہاں وجود میں آئے۔ان میں کشتواڑ اور پونچھ کے ادبی مراکز اہمیت کے حامل ہیں۔ان مراکز نے پڑھنے لکھنے کا اچھا خاصا ماحول پیدا کیا۔عربی اور فارسی کے ساتھ ساتھ چونکہ اُردو اُس وقت مقبول ہو رہی تھی، لوگوں نے اس کے فن پاروں کو بھی پڑھنا شروع کیا۔نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ ہندوؤں نے بھی ان زبانوں کی مذہبی اور ادبی تخلیقات کو پڑھنا شروع کیا۔چونکہ اُس زمانے میں نہ تو پریس موجود تھا اور نہ چھپا ہوا زیادہ مواد، اس لیے بعض لوگوں نے اپنی مذہبی اور ادبی پیاس بجھانے کے لیے ان زبانوں کے مشہور کاموں کو ہاتھ سے لکھ کر انہیں محفوظ کرنا شروع کیا۔اس کی وجہ سے کئی افراد کے ذاتی کتب خانے وجود میں آئے۔یہاں کے مقامی کاتبوں نے بھی ان تحریروں کو لکھا۔سترھویں صدی میں یہ ساری زبانیں لوگوں میں مقبول ہو چکی تھیں۔جن لوگوں کے اپنے ذاتی کتب خانے ہیں اور جن میں ابتدائی ادبی تخلیقات محفوظ ہیں، اُن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یوں ہیں:

1۔ شری عبدالجید خان، مسجد محلّہ، کشتواڑ

2۔ حکیم سید شاہ، کشتواڑ

3۔ قاضی یعقوب شاہ، کشتواڑ

4۔ مولوی بہاؤالدین، کشتواڑ

5۔ عشرت کشمیری، کشتواڑ

6۔ شیخ غلام علی، کشتواڑ

7۔ قاضی نجیب الدین، کشتواڑ

8۔ شری محمودالحسن، پونچھ

9۔ شری دیانند کپور، پونچھ

10۔ شری دیناناتھ رفیق، پونچھ

اسی طرح کی بہت سی ذاتی لائبریریاں ٹھاٹھری، ڈوڈہ اور تھنہ منڈی میں بھی وجود میں آئیں جواب بھی محفوظ ہیں۔ ان ذاتی کتب خانوں میں ہمیں سترھویں صدی کے پانچویں عشرے کے بعد کی تخلیقات ملتی ہیں۔ بعض تخلیقات کی فہرست یوں ہے:

1۔ کتاب شرح:۔ اس کتاب کی کتابت 1673ء میں عربی میں احسان اللہ نے کی۔ اس کا مخطوطہ کشتواڑ کے قاضی نیاز اللہ کی لائبریری میں موجود ہے۔

2۔ کتاب المندب: یہ کتاب اورنگ زیب کے کہنے پر 1879ء میں گنگا رام نے لکھی۔ اس میں فارسی کے اشعار پائے جاتے ہیں۔ اس کا مخطوطہ نیاز اللہ صاحب کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

3۔ کتاب بحرالقلب: حضرت محمدﷺ کی زندگی سے متعلق اس کتاب کی کتابت 98-1697ء میں ہوئی۔ کاتب کا نام کتاب پر نہیں لکھا ہے۔ یہ کتاب بھی کشتواڑ میں قاضی نیاز اللہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

4۔ کتاب مشعلِ عربیا: یہ کتاب بھی 1700ء میں کتابت ہوئی اور قاضی نیاز اللہ کی لائبریری میں موجود ہے۔

5۔ عربی اور فارسی زبانوں پر مشتمل رسالہ بھی قاضی نیاز اللہ کی لائبریری میں ملتا ہے۔ اس کی کتابت 1721ء میں ہوئی۔ یہ مذہبی معاملات سے متعلق اہم نکات پر مبنی ہے۔

6۔ دیوان صاحب: مارچ 1735ء میں اس کی کتابت ہوئی۔ یہ حکیم پیر سید صاحب کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔

7۔ عربی میں ایک کتاب 1776ء میں کتابت ہوئی اور کشتواڑ میں حکیم پیر سید صاحب کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔ یہ کتاب مذہبی

معاملات پر لکھی گئی ہے۔

8۔ **1795-96ء** میں متبرک قرآن کو کشمیر کے کھیرا بابا نے نقل و مرتب کیا۔ یہ بھی قاضی نیاز اللہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

9۔ کتاب زلیخا: فارسی کے اس قصے کو کشتواڑ کے مشہور و معروف کاتب سیف اللہ صاحب نے 1796ء میں لکھا۔ کشتواڑ میں یہ مولوی بہاؤالدین کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

10۔ تکبیر الغت: فارسی کی اس لغت کی کتابت جناب خضر اللہ نے 1775ء میں کی۔ یہ بھی قاضی نیاز اللہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

مندرجہ بالا کتب خانوں میں اس کے علاوہ بھی عربی اور فارسی کی چند ایسی تصانیف موجود ہیں جو اٹھارویں اور انیسویں صدی میں کتابت ہوئیں۔ البتہ ان میں سے کوئی بھی اُردو میں نہیں ہے۔ قصہ ''سیف الملوک'' جو 1840ء میں کتابت ہوا، اس وقت اس کا نسخہ جناب ٹیک چند نند، ریٹائرڈ ماسٹر، بسوہلی کے پاس محفوظ ہے۔

اُنیسویں صدی میں جتنے بھی رجحانات ملکی سطح پر ہوتے رہے، ان کا براہِ راست اثر صوبہ جموں پر پڑا۔ خصوصاً فورٹ ولیم کالج، کلکتہ کے زیرِ اثر داستانوں اور دوسرے ادبی تراجم شائع کرنے کا جو سلسلہ شروع ہوا، اُس کے تحت ریاست جموں و کشمیر میں بھی داستانوں کے فروغ کو اہمیت دی گئی۔ اس زمانے میں یہاں چونکہ طباعت کی سہولیات میسر نہ تھیں، لہٰذا ادبی ذوق کی تسکین کے لیے لوگ خود قلمی نقلیں تیار کر کے تقسیم کرنے لگے۔ اس طرح کی کئی نقلیں اس وقت بھی لوگوں کی ذاتی لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ اسی طرح علی گڑھ تحریک کے زیرِ اثر جو کچھ ملکی سطح پر ہوا اور اُردو میں نئی اصناف کو متعارف کرانے کا جو کام ملکی سطح پر کیا گیا، اُس کے اثرات بھی ریاست پر مرتب ہوئے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کی قیادت میں ریاست کی پہلی سرکاری ادبی انجمن ''بدیا بلاس سبھا'' کے تحت ایک طرف تو تالیف و ترجمے کا کام کیا گیا، دوسری طرف نئی اصناف کو بھی متعارف کرانے کی کوشش کی گئی۔ خصوصاً نئی اصناف کے تحت ریاست سے باہر جو اہم فن پارے تخلیق ہوئے، انہیں ریاست کی مختلف علاقائی زبانوں، خصوصاً ڈوگری اور پنجابی میں ترجمہ کر کے خاص و عام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔

قدیم دلی کالج کے تحت Translation Society قائم کر کے جو کام ملکی سطح پر کیا گیا، اس طرح کا کام ''بدیا بلاس سبھا'' نے بھی کیا۔ یہ سبھا 1865ء سے اُنیسویں صدی کے آخر تک کام کرتی رہی، جسے چلانے کے لیے مہاراجہ رنبیر سنگھ نے اُردو، فارسی، ہندی اور سنسکرت کے اسکالر ملک کے مختلف مراکز سے مدعو کر کے اُس کے ساتھ وابستہ کیے۔ اس سبھا کے تحت جتنا کام ہوا، اسے خاص و عام تک پہنچانے کے لیے ''بدیا بلاس'' کے نام سے ہی ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا جو ہندی اور اُردو میں بیک وقت شائع ہوتا تھا۔ اس میں اس انجمن کی ساری سرگرمیاں شائع کی جاتی

تھیں۔انیسویں صدی کی ابتدا میں چونکہ مہاراجہ یہاں کوئی بھی اخبار جاری کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا، اس لیے بعض کشمیری ملک کے دوسرے حصوں سے اخبارات جاری کرتے تھے۔ خاص طور پر لاہور، سیالکوٹ، امرتسر اور دہلی جیسے ادبی مراکز سے اخبار جاری کر کے ریاست میں بھیجنا شروع کر دیتے تھے۔اُس زمانے میں ملک کے نمایاں قلم کاروں کی جو ادبی تخلیقات چھپتی تھیں، وہ ریاست میں پہنچنے لگیں اور ہماری ریاست کے عوام باہر کے اُردو قلم کاروں کی ادبی تخلیقات سے روشناس ہونے لگے۔اُنیسویں صدی کی بعض نمایاں ابتدائی تخلیقات جو ہمیں ملتی ہیں اور جو اس وقت بھی بعض ذاتی لائبریریوں میں محفوظ ہیں، اُن کی نشاندہی گزشتہ صفحات میں کی جا چکی ہے۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''اُردو زبان و ادب کے فروغ میں بدیا بلاس سبھا اور بدیا بلاس اخبار کی خدمات'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 9.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجیے:۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہدِ حکومت میں ایک سے ایک نامور ادیب ریاست جموں و کشمیر کو حاصل ہوئے۔ اس دور میں ۔۔۔۔۔۔ کے برادرِ اصغر سالک رام سالک دوسرے نثر نگار رہے ہیں۔ سالک بہت بڑے اُردو دوست ادیب تھے۔ ان کا ادبی ذوق لکھنؤ اور لاہور کی ۔۔۔۔۔۔ میں نکھرا اور معتبر بنا تھا۔ وہ ایک لمبے عرصے تک ''اودھ اخبار'' میں اپنے مضامین تحریر کرتے رہے ہیں۔ اپنے برادر کی مدد سے انہوں نے بھی ایک ہفت روزہ پرچہ ۔۔۔۔۔ کے نام سے جاری کیا تھا۔

9.4۔عمومی جائزہ:۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی وفات کے بعد 1885ء میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے ریاست جموں و کشمیر کی حکومت سنبھالی۔ اس وقت تک اُردو زبان ریاست کے مختلف علاقوں میں عام ہو چکی تھی اور عوام کی ایک بڑی تعداد اُردو پڑھنے لکھنے کی طرف راغب ہو چکی تھی۔ اُردو لوگوں کے اظہار و

ابلاغ کا ایک مؤثر ذریعہ بن گئی تھی۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اُردو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور ریاست کے مختلف علاقوں کو ایک لسانی رشتے میں جوڑنے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے 1889ء میں اُردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا۔ یہ فیصلہ ریاست کی سیاسی، سماجی اور ادبی تاریخ میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اقدام سے اُردو کے سرکاری اور ادبی استعمال کو مزید فروغ ملا اور ریاست کے مختلف خطوں کے درمیان لسانی رابطہ مضبوط ہوا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہدِ حکومت میں ریاست کو متعدد نامور ادیب اور اہلِ قلم حاصل ہوئے۔ سالگ رام سالک اس دور کی اہم ادبی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ انہیں اُردو زبان وادب سے گہری محبت تھی اور ان کا ادبی ذوق لکھنؤ اور لاہور کی ادبی محفلوں میں پروان چڑھا۔ انہوں نے ''اودھ اخبار'' میں ایک طویل عرصے تک مضامین تحریر کیے اور اپنے برادر کی مدد سے ''خیر خواہ کشمیر'' کے نام سے ایک ہفت روزہ پرچہ بھی جاری کیا۔ مذہبی اور علمی موضوعات کے علاوہ انہوں نے لغت اور محاورات پر بھی کام کیا۔ ''لغاتِ اُردو'' اور ''محاوراتِ اُردو'' ان کی اہم تصانیف میں شامل ہیں۔ قانونی ضرورتوں کے پیشِ نظر انہوں نے قانونی تعزیراتِ جموں وکشمیر کی مبسوط شرح، ''ضابطہ دیوانی'' اور دیگر قانونی دستاویزات کو بھی اُردو میں تحریر کیا۔ ان کے خالص ادبی کارناموں میں ''گنجینہ فطرت''، ''داستانِ جگت روپ'' اور ''تحفہ سالک'' قابلِ ذکر ہیں۔

اُردو زبان وادب کے فروغ میں صحافت نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ اُنیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں لاہور، پنجاب، دہلی اور دوسرے شہروں سے شائع ہونے والے اخبارات ریاست جموں وکشمیر تک پہنچتے تھے۔ ان اخبارات میں ریاست کے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کے ساتھ ساتھ ادبی موضوعات کو بھی جگہ دی جاتی تھی۔ اس طرح بیرونِ ریاست ہونے والی ادبی سرگرمیوں سے ریاست کے عوام اور اہلِ قلم کا رابطہ قائم ہوا۔ محمد دین فوق نے صحافت کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں اور کشمیر سے متعدد اخبارات جاری کیے۔ وہ ایک مایہ ناز عالم ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر الجہات ادبی شخصیت کے مالک بھی تھے۔ لالہ ملک راج صراف نے 1924ء میں جموں سے ''رنبیر'' اخبار جاری کیا۔ اس اخبار کی اشاعت اُردو نثر وادب کے فروغ کے لیے نہایت مفید ثابت ہوئی اور اس کے ذریعے متعدد نئے نثر نگار منظرِ عام پر آئے۔

صوبہ جموں میں عربی اور فارسی کے قدیم علمی مراکز نے بھی ادبی ماحول پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ دلی میں اسلام کے پھیلاؤ اور مغل حکومت کے قیام کے اثرات صوبہ جموں تک پہنچے، جس کے نتیجے میں کشتواڑ اور پونچھ جیسے علاقوں میں عربی و فارسی کے علمی مراکز قائم ہوئے۔ ان مراکز کے ذریعے پڑھنے لکھنے کا ذوق پروان چڑھا۔ عربی و فارسی کے ساتھ جب اُردو مقبول ہونے لگی تو لوگوں نے اُردو کی ادبی تخلیقات کا بھی مطالعہ شروع کیا۔ اس زمانے میں پریس اور طباعت کی سہولیات موجود نہ ہونے کے برابر تھیں، اس لیے مذہبی اور ادبی کتابوں کو

ہاتھ سے نقل کر کے محفوظ کیا جاتا تھا۔اس روایت کے نتیجے میں مختلف علاقوں میں ذاتی کتب خانے وجود میں آئے۔کشتواڑ، پونچھ، ڈوڈہ، ٹھاٹھری اورتھنہ منڈی میں قائم ذاتی کتب خانوں میں عربی اور فارسی کی متعدد قدیم تصانیف اور قلمی نسخے محفوظ رہے۔ان مخطوطات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صوبہ جموں میں علمی و ادبی سرگرمیوں کی ایک مضبوط روایت موجود تھی۔مختلف کاتبوں نے مذہبی، ادبی اور علمی کتابوں کی نقلیں تیار کر کے انہیں محفوظ رکھا۔1673ء سے لے کر اُنیسویں صدی تک مختلف کتابوں اور رسالوں کی کتابت کے شواہد ملتے ہیں۔''کتاب بحرالقلب''، ''کتاب مشعلِ عربیا''، ''کتاب زلیخا''، ''تکبیرالفت'' اور ''سیف الملوک'' جیسی تصانیف اس قدیم علمی و ادبی روایت کی اہم یادگاریں ہیں۔

اُنیسویں صدی میں برصغیر میں رونما ہونے والی علمی، ادبی اور تعلیمی تحریکوں کے اثرات ریاست جموں وکشمیر تک بھی پہنچے۔فورٹ ولیم کالج، کلکتہ کے زیرِ اثر داستانوں اور ادبی تراجم کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔اسی طرح علی گڑھ تحریک کے اثرات کے نتیجے میں اُردو میں نئی اصنافِ ادب کو متعارف کرانے اور علمی و ادبی سرگرمیوں کو وسعت دینے کی کوششیں ہوئیں۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کی سرپرستی میں 'بدیا بلاس سبھا'' قائم کی گئی، جس نے تالیف و ترجمے کے کام کے ساتھ نئی ادبی اصناف کو متعارف کرانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔اس انجمن کی سرگرمیوں کو عوام تک پہنچانے کے لیے 'بدیا بلاس'' کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار بھی جاری کیا گیا، جو ہندی اور اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا تھا۔

ریاست میں اُردو زبان و ادب کی ترقی مختلف سیاسی، سماجی، علمی، ادبی اور صحافتی عوامل کے باہمی اثرات کا نتیجہ تھی۔سرکاری سرپرستی، ادیبوں اور صحافیوں کی خدمات، اخبارات کا اجرا، علمی و ادبی مراکز کا قیام، ذاتی کتب خانوں میں قلمی نسخوں کا تحفظ اور بیرونِ ریاست ہونے والی ادبی سرگرمیوں سے رابطے نے اُردو کے فروغ کے لیے سازگار ماحول پیدا کیا۔مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی جانب سے 1889ء میں اُردو کو سرکاری درجہ دیا جانا اس سلسلے کا ایک اہم مرحلہ تھا۔ان تمام کوششوں کے نتیجے میں اُردو ریاست جموں وکشمیر میں علمی، ادبی، صحافتی اور سرکاری سطح پر ایک موثر زبان کے طور پر مستحکم ہوتی گئی۔

9.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
باگ ڈور	:	حکومت کا اختیار
چلن	:	رواج، استعمال

راغب	:	مائل،شوق رکھنے والا
اظہار	:	اپنے خیالات ظاہر کرنا
موثر	:	اثر رکھنے والا
پیشِ نظر	:	سامنے رکھتے ہوئے
لسانی	:	زبان سے متعلق
دائرہ	:	حدود،حلقہ
دوراندیشی	:	مستقبل کو سمجھنے کی صلاحیت
دانش مندی	:	عقل مندی، دانائی
کارنامہ	:	بڑااور قابلِ ذکر کام
معتبر	:	قابلِ اعتبار، قابلِ احترام
نثر نگار	:	نثر لکھنے والا
ادبی ذوق	:	ادب سے دلچسپی
وارد ہونا	:	آنا، پہنچنا
تبلیغ	:	کسی بات یا مذہب کی اشاعت
بیداری	:	شعور، آگاہی
منشور	:	اصولوں اور مقاصد کا بیان
مرتب کرنا	:	ترتیب دینا، تیار کرنا
مبسوط	:	تفصیلی، وسیع
کثیرالجہات	:	کئی صلاحیتوں والا
صحافت	:	اخبار نویسی

سرفہرست	:	سب سے آگے، نمایاں
قلم کار	:	لکھنے والا، مصنف
مخطوطہ	:	ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب
کاتب	:	لکھنے والا
ذاتی کتب خانہ	:	شخصی لائبریری
تصنیف	:	لکھی ہوئی کتاب
تالیف	:	کتاب لکھنا یا مرتب کرنا
ترجمہ	:	ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا
اصنافِ ادب	:	ادب کی مختلف قسمیں
قلمی نسخہ	:	ہاتھ سے لکھی ہوئی نقل
طباعت	:	چھپائی
ذوق	:	شوق، دلچسپی
تسکین	:	اطمینان، سکون
فروغ	:	ترقی، پھیلاؤ
سرپرستی	:	نگرانی اور مدد
انجمن	:	مجلس، تنظیم
ادبی سرگرمیاں	:	ادب سے متعلق کام
روشناس	:	واقف، متعارف
لسانی رابطہ	:	زبان کے ذریعے تعلق
علمی ورثہ	:	علم کا قدیم سرمایہ

سنگِ میل	:	اہم مرحلہ
ارتقاء	:	ترقی ،نشو ونما
ابلاغ	:	پیغام پہنچانا
ادبی روایت	:	ادب کا مسلسل رواج

9.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

1۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اُردو زبان کو سرکاری درجہ کب عطا کیا اور اس فیصلے کی کیا اہمیت تھی؟

2۔ سالک رام سالک کی ادبی اور علمی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔؟

3۔ اُردو صحافت نے ریاست جموں وکشمیر میں اُردو زبان وادب کے فروغ میں کیا کردار ادا کیا؟

4۔ صوبہ جموں میں ابتدائی ادبی تخلیقات اور ذاتی کتب خانوں کی اہمیت بیان کیجیے۔؟

9.7۔مشقی سوالات:۔

1۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اُردو کو سرکاری زبان کا درجہ کب دیا؟

____

____

____

2۔ ’’رنبیر‘‘اخبار جموں سے کب جاری ہوا اور اس کے اجرا سے اُردو ادب کو کیا فائدہ پہنچا؟

____

____

____

9.8۔مشقی سوالات کے جوابات:۔

1۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے 1889ء میں اُردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا۔اس فیصلے سے ریاست میں اُردو کے فروغ کو مزید تقویت ملی۔

2۔ ''رنبیر'' اخبار 1924ء میں جموں سے جاری ہوا۔اس کے ذریعے اُردو نثر وادب کو فروغ ملا اور کئی نئے نثر نگار سامنے آئے۔

(جوابات سرگرمی:۔ا۔ ہرگوپال خستہ،۲۔ادبی محفلوں،۳۔''خیرخواہ کشمیر'')

9.9۔امدادی کتب:۔

ا۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما	ڈاکٹر برج پریمی
۲۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۳۔	جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری

سبق نمبر:۱۰:۔اُردوزبان کے فروغ میں بزمِ سخن جموں کا حصہ

ساخت:۔

10.0 اغراض ومقاصد

10.1 تعارف

10.2 جموں وکشمیر میں آزادی سے قبل ادبی انجمنوں اور بزموں کی خدمات

10.3 اردوزبان کے فروغ میں بزمِ سخن جموں کا حصہ

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

10.4 عمومی جائزہ

10.5 فرہنگ

10.6 نمونہ امتحانی سوالات

10.7 مشقی سوالات

10.8 مشقی سوالات کے جوابات

10.9 امدادی کتب

10.0 اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر میں آزادی سے قبل قائم ہونے والی ادبی انجمنوں اور بزموں سے واقف ہوجائیں گے۔ان انجمنوں کے اغراض ومقاصد

کو سمجھ سکیں گے۔ ان کی ادبی خدمات کو جان سکیں گے۔ بزمِ سخن جموں کے قیام اور اس کے ارتقائی مراحل سے واقف ہو جائیں گے۔ بزمِ سخن جموں کی ادبی سرگرمیوں کو سمجھ سکیں گے۔ اردو زبان وادب کے فروغ میں اس بزم کے کردار کو جان سکیں گے۔ اس بزم سے وابستہ معروف شعرا اور ادیبوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں گے۔

10.1 تعارف:۔

اردو زبان وادب کے فروغ میں ادبی انجمنوں اور بزموں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ جموں وکشمیر میں بھی آزادی سے قبل مختلف علمی، ادبی اور ثقافتی انجمنیں قائم ہوئیں، جنھوں نے اردو زبان کو فروغ دینے، ادبی ذوق پیدا کرنے اور شعراء و ادباء کو اپنی تخلیقات پیش کرنے کے مواقع فراہم کرنے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان انجمنوں کے زیرِ اہتمام مشاعرے، ادبی نشستیں، علمی مجالس اور مختلف ادبی اجتماعات منعقد ہوتے تھے۔ ان سرگرمیوں کے ذریعے نہ صرف اردو شاعری اور نثر کو فروغ ملا بلکہ مقامی نوجوانوں اور اہلِ قلم کو بھی ادبی سرگرمیوں سے وابستہ ہونے کا موقع ملا۔ ان ادبی انجمنوں میں مفرح القلوب، انجمن نصرت الاسلام، حلقہ اربابِ ذوق، بزمِ مشاعرہ، بزمِ ادب، بزمِ ادب کشمیر، انجمن ترقی پسند مصنفین اور اخوان الصفا کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اسی ادبی سلسلے میں بزمِ سخن جموں نے بھی اردو زبان وادب کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ابتداء میں اس بزم کا مقصد شاعری کو فروغ دینا تھا، لیکن بعد میں اس کے دائرہ کار کو وسیع کر کے اردو ادب کے دوسرے تخلیقی شعبوں کو بھی اس میں شامل کیا گیا۔ اس طرح بزمِ سخن جموں بعد میں بزمِ اردو جموں کے نام سے ایک اہم ادبی مرکز بن گئی۔

10.2 جموں وکشمیر میں آزادی سے قبل ادبی انجمنوں اور بزموں کی خدمات:۔

آزادی سے قبل جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کے فروغ کے لیے مختلف ادبی انجمنیں، بزمیں اور حلقے سرگرم رہے۔ ان اداروں نے ادبی نشستوں، مشاعروں، علمی مجالس اور دیگر ادبی سرگرمیوں کے ذریعے اردو زبان وادب کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں مفرح القلوب، انجمن نصرت الاسلام، حلقہ اربابِ ذوق، بزمِ مشاعرہ، بزمِ ادب، بزمِ ادب کشمیر، انجمن ترقی پسند مصنفین اور اخوان الصفا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مفرح القلوب

مفرح القلوب ریاستِ جموں وکشمیر میں تہذیبی اور ادبی اقدار کے فروغ کی ابتدائی کوششوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس انجمن کے قیام کی

کوشش سراج الدین احمد خان نے کی۔انہوں نے ''مفرح القلوب'' کے نام سے ایک انجمن تشکیل دی،جس کے ذریعے ادبی سرگرمیوں کو منظّم کیا گیا۔اس کے باقاعدہ جلسے منعقد ہوتے تھے اوران جلسوں میں مشاعروں کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔انجمن کی سرگرمیوں میں مقامی شعرا کے ساتھ ساتھ معروف اہلِ قلم کی شرکت بھی ہوتی تھی،جس سے ادبی ذوق کی پرورش اوراردوزبان کے فروغ کوتقویت ملی۔

انجمن نصرت الاسلام

انجمن نصرت الاسلام جموں وکشمیر کی اہم علمی،اصلاحی اورادبی انجمنوں میں شامل تھی۔یہ انجمن 1905ء میں قائم ہوئی۔اس کے بانیوں کا مقصد مسلمانوں میں علمی اورادبی بیداری پیدا کرنا تھا۔انجمن کے زیرِ اہتمام مختلف جلسے منعقد ہوتے تھے اوران میں اردوزبان کے استعمال کو فروغ دیا جاتا تھا۔اس کی سرگرمیوں میں مذہبی اور غیر مذہبی موضوعات کے ساتھ اردوزبان وادب کو بھی اہمیت حاصل رہی۔انجمن کے جلسوں میں مقامی اہلِ علم وادب شریک ہوتے اوراردو کے فروغ کے لیے اپنی خدمات انجام دیتے تھے۔

حلقہ اربابِ ذوق

حلقہ اربابِ ذوق ایک ایسی ادبی انجمن تھی جس میں کشمیری نوجوانوں نے سرگرمی سے حصہ لیا۔اس انجمن سے وابستہ نوجوانوں میں غلام رسول نازکی،مرزا عارف بیگ اور دیگر اہلِ قلم کے نام قابلِ ذکر ہیں۔اس ادارے کا بنیادی مقصد اردو کی ترقی اورادبی سرگرمیوں کوفروغ دینا تھا۔اس کا قیام 1943ء کے آس پاس عمل میں آیا۔اس کے وابستگان باہم مل بیٹھتے،ادبی موضوعات پر گفتگو کرتے اوراردو کی ترقی کے بارے میں منصوبے تیار کرتے تھے۔اس انجمن نے کشمیر میں اردو کوفروغ دینے میں اہم کردارادا کیا،تاہم 1947ء کے ہنگاموں کے بعد اس ادبی انجمن کی سرگرمیاں بھی متاثر ہوئیں۔

بزمِ مشاعرہ

جموں کے اہلِ ذوق حضرات نے 15-1914ء میں بزمِ مشاعرہ کے نام سے ایک انجمن قائم کی۔اس کے قیام اور تنظیم میں اہلِ ادب اور شعروسخن سے وابستہ شخصیات نے حصہ لیا۔اس بزم کے زیرِ اہتمام مشاعرے منعقد ہوتے تھے،جن کے ذریعے شعرا کو اظہارِ خیال کا موقع ملتا اورادبی ذوق کوفروغ حاصل ہوتا تھا۔بزمِ مشاعرہ نے جموں کی ادبی فضا میں مشاعروں کی روایت کو مضبوط بنانے میں اپنا کردارادا کیا۔

بزمِ ادب

بزمِ ادب بھی جموں وکشمیر کی ان ادبی تنظیموں میں شامل تھی جنہوں نے اردو زبان وادب کی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے میں حصہ لیا۔اس کے ذریعے ادبی اجتماعات اور نشستوں کا اہتمام کیا جاتا تھا،جن میں اہلِ ادب اور شعرائے کرام شریک ہوتے تھے۔اس طرح بزمِ ادب نے اردو کے ادبی ماحول کو قائم رکھنے اور اسے وسعت دینے میں اپنا حصہ ادا کیا۔

بزمِ ادب کشمیر

بزمِ ادب کشمیر کا قیام 1935ء میں عمل میں آیا۔ یہ بزم عزت کشمیری کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔عزت صاحب نے مقامی نوجوانوں کو اردو سے جوڑنے کے لیے ایک خاص گروپ تشکیل دیا،جس میں اردو کے چاہنے والے نوجوان شامل تھے۔اس بزم کے ذریعے ادبی سرگرمیوں کو منظّم کیا گیا اور اردو زبان وادب کے فروغ کے لیے کوششیں کی گئیں۔اس کے ساتھ وابستہ نوجوانوں نے ادبی مجالس اور نشستوں کے ذریعے اردو کے ادبی ذوق کو آگے بڑھایا۔

انجمن ترقی پسند مصنّفین

ملک میں انجمن ترقی پسند مصنّفین کا قیام 1936ء میں عمل میں آیا۔کشمیر میں اس کی شاخ 1942ء میں قائم کی گئی۔اس کے ابتدائی اجلاسوں میں پروفیسر رامانند ساگر،سومناتھ زتشی، حسین عظیم آبادی، دیوندر ستیارتی، ڈاکٹر مہندر ناتھ اور دیگر اہلِ قلم نے حصہ لیا۔اس انجمن سے وابستہ ادیبوں اور شاعروں نے اپنی تحریروں اور ادبی سرگرمیوں کے ذریعے اردو زبان وادب کے فروغ میں حصہ لیا۔انجمن کی سرگرمیوں نے کشمیر میں اردو کے ادبی حلقوں کو ایک نئی سمت دینے میں بھی کردار ادا کیا۔

اخوان الصفا

اخوان الصفا کے نام سے بھی ایک ادبی انجمن قائم تھی۔اس کے ساتھ مولانا منظر گیلانی، حیرت کالی، محمد امین دراب اور کمال الدین شہداء جیسے اہلِ علم وابستہ تھے۔اس انجمن میں مذہبی اور غیر مذہبی موضوعات کے ساتھ ادبی اور شعری سرگرمیوں کو بھی جگہ حاصل تھی۔اس طرح اخوان الصفا نے بھی اپنے دور میں علمی، ادبی اور شعری مجالس کے ذریعے اردو کے فروغ میں حصہ لیا۔

10.3 اردو زبان کے فروغ میں بزمِ سخن جموں کا حصہ:۔

بزمِ سخن، جموں کا قیام 1912ء میں عمل میں آیا، جو بعد میں بزمِ اردو، جموں کہلائی۔تاہم اخبار رنبیر جموں کے 14 اکتوبر 1924ء کے

شمارے کے مطابق یہ ادبی تنظیم 1914ء میں بزمِ سخن، جموں کے نام سے قائم ہوئی تھی۔اس طرح اس انجمن کے قیام کے سال کے بارے میں دونوں روایات ملتی ہیں۔ابتدائی دور میں اس کی ادبی نشستیں ماہ میں دو مرتبہ منشی غلام حیدر چشتی کے گھر پر منعقد ہوتی تھیں۔

جیسا کہ اس کے ابتدائی نام بزمِ سخن سے ظاہر ہوتا ہے، اس کا بنیادی مقصد شاعری اور ادبی سرگرمیوں کو فروغ دینا تھا۔اس بزم کے قیام میں چند سرگرم نوجوانوں نے اہم کردار ادا کیا، جن میں مرزا مبارک بیگ، شیخ غلام محمد خان چشتی اور عبدالحلیم پیش پیش تھے۔1932ء میں یہ محسوس کیا گیا کہ بزم کے اغراض و مقاصد کا دائرہ وسیع کیا جائے، چنانچہ 1933ء میں اس کا نام تبدیل کر کے بزمِ اردو رکھا گیا اور ادب کے دوسرے تخلیقی شعبوں کے لیے بھی اس کے دروازے کھول دیے گئے۔1937ء میں قیس شیروانی اس کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔بزمِ اردو کے تحت مختلف مقامات پر ادبی تقریبات، مشاعروں اور علمی نشستوں کا انعقاد کیا جاتا تھا۔ہفتہ وار ادبی نشستوں کے علاوہ اس کے سالانہ اجتماعات بھی خاص اہمیت رکھتے تھے۔پنڈت دینا ناتھ چکن مست کی سرپرستی میں اس انجمن نے اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے قابلِ ذکر خدمات انجام دیں۔ابتدا میں اس کی سرگرمیاں جموں تک محدود رہیں،لیکن وقت گزرنے کے ساتھ سرینگر میں بھی اس کے ادبی اجتماعات منعقد ہونے لگے۔اس طرح یہ انجمن جموں و کشمیر کی تہذیبی اور ادبی زندگی میں ایک نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔

1942ء میں کشوری لال کو اس کا صدر، اظہر عسکری کو نائب صدر، طارق کشمیری کو جوائنٹ سیکرٹری اور غلام محمد محی الدین اظہر کو خازن مقرر کیا گیا۔بزم کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں میں اردو کے متعدد اعلیٰ پایہ کے شعرا نے شرکت کی۔ان میں حفیظ جالندھری، سیماب اکبر آبادی، تاجور نجیب آبادی، ہری چند اختر، موہن لال ساحر، اثر صہبائی، چودھری خوشی محمد ناظر، پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی، یاس یگانہ چنگیزی، جوش ملیح آبادی، اختر شیرانی، جگر مرادآبادی، احسان دانش، ڈاکٹر محمد دین تاثیر، ابوالجعفر خان اثر اور فیض احمد فیض وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ریاست کے جن ادیبوں اور شاعروں کو اس بزم کی وساطت سے شہرت ملی اور جنھوں نے اس کی ادبی تقریبات میں شرکت کی، ان میں نند لال طالب، غلام حیدر چشتی، غلام رسول ناز، حبیب کیفوی، میکش کشمیری، کوثر فردوس، رسا جاودانی، منوہر لال دل، غلام احمد فدا، کشن سمیل پوری، محمد نور الٰہی، قاضی نظام الدین، فتح حسین شاہ، موہن یاد، کشوری لال ذاکر، نرسنگ داس نرگس اور اللہ رکھا ساگر وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔

اس انجمن نے مشاعروں، ادبی نشستوں اور سالانہ اجتماعات کے ذریعے نہ صرف اردو شاعری بلکہ اردو زبان و ادب کی دوسری تخلیقی سرگرمیوں کو بھی فروغ دیا۔معروف شعرا کی شرکت اور مقامی ادیبوں و شاعروں کی حوصلہ افزائی کے باعث بزمِ سخن/بزمِ اردو جموں کی ادبی سرگرمیوں نے جموں و کشمیر میں اردو کے فروغ اور ادبی ماحول کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔

سرگرمی (آؤاپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ وطالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔اب جبکہ آپ نے ''اردو زبان کے فروغ میں بزمِ سخن جموں کا حصہ'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 10.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجیے:۔

۔۔۔۔، جموں کا قیام 1912ء میں عمل میں آیا، جو بعد میں بزمِ اردو، جموں کہلائی۔تاہم اخبار رنبیر جموں کے 14 اکتوبر 1924ء کے شمارے کے مطابق یہ ادبی تنظیم 1914ء میں بزمِ سخن، جموں کے نام سے قائم ہوئی تھی۔اس طرح اس انجمن کے قیام کے سال کے بارے میں دونوں روایات ملتی ہیں۔ابتدائی دور میں اس کی ۔۔۔۔۔۔ماہ میں دو مرتبہ منشی غلام حیدر چشتی کے گھر پر ۔۔۔ ہوتی تھیں۔

10.4 عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر میں آزادی سے قبل اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے متعدد ادبی انجمنیں اور بزمیں قائم ہوئیں۔ان میں مفرح القلوب، انجمن نصرت الاسلام، حلقہ اربابِ ذوق، بزمِ مشاعرہ، بزمِ ادب، بزمِ ادب کشمیر، انجمن ترقی پسند مصنفین اور اخوان الصفا قابلِ ذکر ہیں۔ان انجمنوں نے مشاعروں، ادبی نشستوں، علمی مجالس اور ادبی اجتماعات کے ذریعے اردو کے فروغ میں حصہ لیا اور مقامی شعرا و ادیبوں کو اظہارِ خیال کے مواقع فراہم کیے۔

ان ادبی انجمنوں کے اسی سلسلے میں بزمِ سخن جموں کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔اس کا قیام 1912ء کے مطابق ہوا، اگرچہ اخبار رنبیر جموں کے حوالے سے 1914ء کا ذکر بھی ملتا ہے۔ابتدا میں اس کا مقصد شاعری کو فروغ دینا تھا، لیکن 1933ء میں اس کا نام بزمِ اردو رکھا گیا اور ادب کے دوسرے تخلیقی شعبوں کے لیے بھی اس کے دروازے کھول دیے گئے۔اس کے زیرِ اہتمام مشاعروں، ادبی نشستوں اور سالانہ اجتماعات کا انعقاد ہوتا رہا، جن میں ریاست کے مقامی شعرا و ادیبوں کے ساتھ اردو کے معروف شعرا نے بھی شرکت کی۔اس طرح بزمِ سخن جموں نے نہ

صرف شاعری بلکہ مجموعی طور پر اردو زبان و ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

10.5 فرہنگ:۔

لفظ	:	معنی
انجمن	:	تنظیم، جماعت
بزم	:	مجلس، محفل
ترویج	:	فروغ، پھیلاؤ
اغراض	:	مقاصد
تخلیقی	:	تخلیق سے متعلق
ادبی	:	ادب سے متعلق
تہذیبی	:	تہذیب سے متعلق
علمی	:	علم سے متعلق
مجالس	:	مجلس کی جمع، نشستیں
وابستہ	:	منسلک، متعلق
سرپرستی	:	حمایت، نگرانی
حوصلہ افزائی	:	ہمت بڑھانا
اہلِ سخن	:	شاعر
اعلیٰ پایہ	:	بلند مرتبہ
ادبی ذوق	:	ادب سے دلچسپی

10.6 نمونہ امتحانی سوالات:۔

۱۔ جموں وکشمیر میں آزادی سے قبل قائم ہونے والی ادبی انجمنوں کی خدمات بیان کیجیے؟

۲۔ بزمِ سخن جموں کے قیام اوراردو کے فروغ میں اس کے کردار پر روشنی ڈالیے؟

۳۔ بزمِ سخن جموں کا نام بزمِ اردو کب رکھا گیا اوراس تبدیلی کا کیا مقصد تھا؟

۴۔ بزمِ سخن جموں کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی اہمیت بیان کیجیے؟

10.7 مشقی سوالات:۔

سوال:1 جموں وکشمیر میں آزادی سے قبل قائم ہونے والی چار ادبی انجمنوں کے نام لکھیے اوران کی خدمات مختصراً بیان کیجیے؟

سوال:2 بزمِ سخن جموں کے قیام اوراردو زبان وادب کے فروغ میں اس کے کردار پر مختصر نوٹ لکھیے؟

10.8 مشقی سوالات کے جوابات:۔

جواب:1 مفرح القلوب، انجمن نصرت الاسلام، حلقہ ارباب ذوق اور بزمِ مشاعرہ اہم ادبی انجمنیں تھیں۔ان کے ذریعے مشاعروں، ادبی نشستوں اور علمی مجالس کا انعقاد کیا جاتا تھا۔

جواب:2 بزمِ سخن جموں کا قیام 1912ء میں عمل میں آیا۔اس نے مشاعروں، ادبی نشستوں اور سالانہ اجتماعات کے ذریعے اردو زبان وادب کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(جوابات سرگرمی:۔۱۔بزمِ سخن،۲۔ادبی نشستیں،۳۔منعقد)

10.9 امدادی کتب:۔

ا۔ کشمیر میں اردو	عبدالقادر سروری
۲۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما	ڈاکٹر برج پریمی
۳۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۴۔ جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری
۵۔ ریاست میں اردو صحافت	صوفی محی الدین
۶۔ ڈاکٹر برج پریمی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر چمن لعل بھگت
۷۔ جموں وکشمیر میں اردو خود نوشت کی سمت ورفتار	ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ
۸۔ آج کل کشمیر نمبر	دہلی
۹۔ ماہنامہ تعمیر: جموں وکشمیر میں اردو ادب نمبر	جموں
۱۰۔ جموں وکشمیر میں اردو افسانہ	ڈاکٹر افتخار احمد
۱۱۔ ادب کے معمار (جموں وکشمیر اور اردو)	پروفیسر قدوس جاوید

سبق نمبر:۱۱:۔اُردو جموں وکشمیر کی درباری وسرکاری زبان

ساخت:

11.0 اغراض ومقاصد

11.1 تعارف

11.2 اُردو جموں وکشمیر کی درباری وسرکاری زبان

11.3 اُردو کی اہمیت اور جموں وکشمیر کی لسانی وحدت میں اس کا کردار

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

11.4 عمومی جائزہ

11.5 فرہنگ

11.6 نمونہ امتحانی سوالات

11.7 مشقی سوالات

11.8 مشقی سوالات کے جوابات

11.9 امدادی کتب

11.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر کی تاریخی، لسانی اور تہذیبی صورتِ حال سے واقف ہوں گے۔جموں وکشمیر میں اردو زبان کے آغاز، فروغ اور ارتقاء کے

اسباب کو سمجھ جائیں گے اور یہ جان جائیں گے کہ ڈوگرہ دورِ حکومت میں فارسی کے بعد اردو کو سرکاری اور درباری زبان کا درجہ کس طرح اور کن حالات میں حاصل ہوا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ اور مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دورِ حکومت میں اردو کی ترقی کے بارے میں جان جائیں گے۔ اردو کے سرکاری ودرباری زبان بننے کی تاریخی اہمیت کو سمجھیں گے اور یہ بھی جان سکیں گے کہ مختلف لسانی خطوں اور بولیوں کے درمیان اردو نے رابطے کی زبان کے طور پر کس طرح اہم کردار ادا کیا۔ جموں و کشمیر کی مختلف علاقائی زبانوں اور بولیوں کے بارے میں واقف ہوں گے اور کثیر اللسانی معاشرے میں کسی مشترکہ زبان کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھ سکیں گے۔ یہ بھی جان جائیں گے کہ اردو نے جموں و کشمیر کے تعلیمی، ادبی، صحافتی، سیاسی اور تہذیبی میدانوں میں کس قدر اہم کردار ادا کیا ہے۔ طلبہ اردو کی ادبی اور صحافتی خدمات سے واقف ہوں گے اور اس کے ذریعے خیالات، تصورات، مشاہدات اور تجربات کی وسیع تر ترسیل و ابلاغ کی اہمیت کو سمجھیں گے۔ اس کے علاوہ موجودہ دور میں جموں و کشمیر کی انتظامی اور لسانی صورتِ حال سے بھی واقف ہوں گے اور یہ سمجھ سکیں گے کہ بدلتے ہوئے حالات کے باوجود اردو کی تاریخی، ادبی اور تہذیبی اہمیت کیوں برقرار ہے۔

11.1۔ تعارف:۔

زبان کسی بھی معاشرے کی تہذیبی، ادبی اور سماجی زندگی کا ایک اہم ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ نہ صرف انسانوں کو اپنے خیالات اور جذبات کے اظہار کا موقع فراہم کرتی ہے بلکہ مختلف علاقوں، قوموں اور تہذیبی گروہوں کے درمیان رابطے کا وسیلہ بھی بنتی ہے۔ خصوصاً ایسے خطوں میں جہاں مختلف زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہوں، وہاں کسی ایسی زبان کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جو مختلف لسانی اکائیوں کے درمیان رابطے کا کام انجام دے سکے۔ جموں و کشمیر بھی ایک ایسا ہی کثیر اللسانی اور کثیر الثقافتی خطہ رہا ہے، جہاں مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں اور بولیاں رائج ہیں۔ ایسے ماحول میں اردو نے ایک طویل عرصے تک رابطے، تعلیم، ادب، صحافت اور سرکاری امور کی زبان کے طور پر اہم کردار ادا کیا ہے۔ جموں و کشمیر کی تاریخ میں اردو کے فروغ کی داستان خاصی اہم اور قابلِ توجہ ہے۔ ڈوگرہ دورِ حکومت کے ابتدائی زمانے میں سرکاری کام کاج میں فارسی زبان کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ تاہم انیسویں صدی میں شمالی ہندوستان میں اردو کے فروغ اور فارسی کے بتدریج زوال کے اثرات جموں و کشمیر تک بھی پہنچے۔ شمالی ہندوستان کے مختلف علاقوں سے جموں کے لوگوں کے تجارتی، تہذیبی اور سماجی روابط بڑھ رہے تھے، جس کے نتیجے میں اردو کے استعمال اور مقبولیت میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ ڈوگری زبان کے ساتھ اردو کی قربت نے بھی جموں کے لوگوں کے لیے اردو کو سمجھنا اور

استعمال کرنا نسبتاً آسان بنا دیا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دور میں جموں میں اردو کے لیے ایک سازگار ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ ان کے دربار سے وابستہ بعض علما، فضلا اور اہلِ علم اردو سے واقف تھے اور اردو کی مقبولیت میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کے بعد مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دور میں اردو کو ایک اہم تاریخی مقام حاصل ہوا۔ 1889ء میں فارسی کی جگہ اردو کو سرکاری اور درباری زبان کا درجہ دیا گیا۔ اس فیصلے کے نتیجے میں ریاست میں اردو کی ترویج و اشاعت کے لیے نئی راہیں ہموار ہوئیں اور اردو نے سرکاری، تعلیمی، ادبی اور سماجی زندگی میں اپنا اثر قائم کیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ اردو صرف سرکاری کام کاج تک محدود نہ رہی بلکہ تعلیم، ادب، صحافت اور سیاسی و سماجی اظہار کا بھی اہم ذریعہ بن گئی۔ مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اردو کو اپنے خیالات اور تجربات کی وسیع تر ترسیل کے لیے استعمال کیا۔ ادیبوں اور شاعروں نے اردو میں تخلیقی ادب پیش کیا، جبکہ اخبارات اور دیگر ذرائعِ ابلاغ نے بھی اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اس طرح اردو نے مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کے درمیان رابطے کو مضبوط بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جموں و کشمیر کی لسانی صورتِ حال کو سمجھنے کے لیے یہ بات بھی اہم ہے کہ یہاں مختلف علاقوں میں کشمیری، ڈوگری، گوجری، پہاڑی، لداخی، بلتی، پنجابی اور دیگر زبانیں اور بولیاں رائج رہی ہیں۔ ہر زبان اپنی مخصوص تہذیبی اور علاقائی اہمیت رکھتی ہے۔ اس لسانی تنوع کے باوجود اردو نے ایک ایسی زبان کی حیثیت حاصل کی جو مختلف علاقوں کے لوگوں کے درمیان رابطے کا وسیلہ بنی۔ اسی وجہ سے جموں و کشمیر کی تاریخ، تہذیب اور سماجی زندگی کے مطالعے میں اردو کی حیثیت اور کردار کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موجودہ دور میں جموں و کشمیر کی انتظامی اور لسانی صورتِ حال میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں۔ سابقہ ریاست اب مرکز کے زیرِ انتظام علاقہ ہے اور مختلف علاقائی زبانوں اور بولیوں کی ترقی اور فروغ کی طرف بھی توجہ دی جا رہی ہے۔ اس کے باوجود اردو کی تاریخی حیثیت، ادبی روایت اور صحافتی کردار اپنی جگہ اہم ہیں۔ جموں و کشمیر کے ادبی اور صحافتی منظرنامے میں آج بھی اردو کا نمایاں مقام ہے اور بڑی تعداد میں لوگ اردو پڑھتے، لکھتے اور سمجھتے ہیں۔ زبانوں کا یہ تنوع کسی معاشرے کی کمزوری نہیں بلکہ اس کی تہذیبی دولت ہوتا ہے، بشرطیکہ مختلف زبانوں کے بولنے والوں کے درمیان احترام، رواداری اور باہمی رابطہ قائم رہے۔ اردو نے جموں و کشمیر میں اسی رابطے اور باہمی ابلاغ کو مضبوط بنانے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کی تاریخی حیثیت، ادبی روایت اور تہذیبی خدمات جموں و کشمیر کی مشترکہ ثقافت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ اردو نے مختلف لسانی اور تہذیبی اکائیوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور ان کے درمیان خیالات و جذبات کے تبادلے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جموں و کشمیر میں اردو کی تاریخ دراصل یہاں کی بدلتی ہوئی سیاسی، سماجی، تہذیبی اور لسانی صورتِ حال کی بھی عکاس ہے۔ فارسی سے اردو کی طرف منتقلی، اردو کا درباری اور سرکاری زبان کا مقام حاصل کرنا، تعلیمی و ادبی میدان میں اس کا فروغ، صحافت میں اس کی مقبولیت اور مختلف

علاقوں کے درمیان رابطے کی زبان کے طور پر اس کا استعمال، اردو کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ موجودہ لسانی تنوع کے دور میں بھی اردو کی تاریخی خدمات اور تہذیبی اہمیت کو سمجھنا جموں و کشمیر کی مشترکہ لسانی و تہذیبی روایت کو سمجھنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔

11.2۔ اُردو جموں و کشمیر کی درباری و سرکاری زبان:۔

جموں و کشمیر تین جغرافیائی خطوں پر مشتمل تھا: جموں، کشمیر اور لداخ۔ جموں و کشمیر کی حکومت کی باگ ڈور اس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھوں میں آئی، جب 16 مارچ 1846ء کو امرتسر معاہدے کے تحت مہاراجہ گلاب سنگھ نے انگریزوں سے دولت کے عوض جموں اور کشمیر کے صوبوں پر حکومت کرنے کا اختیار حاصل کر لیا۔ لداخ کا خطہ تو پہلے ہی ان کے قبضے میں تھا۔ ڈوگروں کا یہ دورِ اقتدار ایک صدی سے بھی زائد عرصے پر پھیلا رہا۔ ڈوگرہ دورِ حکومت میں ریاست کا اکثر سرکاری کام کاج فارسی زبان کے ذریعے عمل میں آتا تھا۔ ڈوگروں کی حکومت ہونے کے سبب ڈوگری کی سرپرستی بھی کی جا رہی تھی، لیکن انیسویں صدی میں شمالی ہندوستان میں اردو زبان کا فروغ ہوا اور فارسی زبان کا انحطاط شروع ہو گیا۔ یہ لسانی اثر ڈوگرہ حکومت پر بھی پڑا۔ ایک تو ڈوگرہ حکومت کے شمالی ہند کے درباروں اور حکومتوں سے گہرے مراسم تھے، دوسرے ریاست کے تینوں خطوں کی زبانیں اور بولیاں بھی مختلف تھیں۔ شمالی ہند سے مختلف امور کے سلسلے میں جو لوگ جموں آیا کرتے تھے، وہ اردو میں ہی بات چیت کیا کرتے تھے۔ ڈوگری، پنجابی سے گہرے انسانی رشتے رکھنے کے سبب اردو سے بھی زیادہ قریب تھی۔ اس وجہ سے جموں والوں کو اردو سمجھنے میں زیادہ مشکل پیش نہ آئی۔ چنانچہ رنبیر سنگھ کے دورِ حکومت 1857ء تا 1885ء سے ہی جموں میں اردو کے لیے ماحول سازگار رہا ہے۔ ان کے دربار سے جو عالم اور فاضل وابستہ تھے، وہ اردو سے واقف تھے، جن میں دیوان کرپارام، غوث محمد ہشیارپوری، پنڈت رام کرشن وغیرہ کے نام خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔

ریاست، خصوصی طور پر جموں میں اردو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت، ریاست کے مختلف خطوں کی لسانی تقسیم اور شمالی ہند سے تہذیبی، تجارتی اور لسانی روابط کے سبب مہاراجہ رنبیر سنگھ کے ولی عہد مہاراجہ پرتاپ سنگھ (1885ء تا 1925ء) نے 1889ء میں فارسی کی جگہ اردو کو سرکاری اور درباری زبان کا درجہ عطا کیا۔ اس طرح تمام ریاست میں اردو زبان کی ترویج و اشاعت کی راہیں ہموار ہونے لگیں۔ تقریباً بیسویں صدی کے وسط تک جموں و کشمیر میں تعلیمی، ادبی، صحافتی اور سیاسی، غرض کہ ہر شعبہ حیات پر اردو زبان کا ایک اہم اور واضح کردار متعین ہو چکا تھا اور اس زبان نے ریاست کی مختلف لسانی اکائیوں کے مابین رابطے کی زبان کا مرتبہ بھی پا لیا تھا۔ آخرکار 1956ء میں جب ریاست کا آئین منظور ہوا تو ریاستی

قانون ساز اسمبلی نے اردو کی غیر معمولی عوامی مقبولیت کی وجہ سے اسے سرکاری زبان کا درجہ دینے کی توثیق کی۔

جموں و کشمیر چونکہ مختلف النوع بولیوں اور زبانوں کا علاقہ ہے، اس لیے یہاں بولی جانے والی تمام بولیاں اور زبانیں اپنے اپنے جغرافیائی علاقوں تک محدود ہیں۔ ان کا اثر و رسوخ دوسرے علاقوں تک نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی سبب سے کہ کسی ایک علاقے یا خطے کو دیگر علاقوں پر لسانی اور سیاسی برتری حاصل نہ رہے، ایک سیاسی حکمتِ عملی اور بہتر منصوبے کے تحت اردو زبان کو اس اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔ البتہ انگریزی زبان کے استعمال کی گنجائش ضرورت کے مطابق واضح طور پر رکھی گئی۔ آئین کے چھٹے شیڈول میں کشمیری، ڈوگری، بلتی، دری، پنجابی اور لداخی کو علاقائی زبانوں کے طور پر درج کیا گیا تھا اور ان تمام زبانوں، بشمول اردو اور ہندی، کی ترقی اور اشاعت کے لیے دفعہ 196 کے تحت جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز قائم کی گئی۔

11.3۔ اُردو کی اہمیت اور جموں و کشمیر کی لسانی وحدت میں اس کا کردار:۔

کسی بھی کثیر اللسانی ملک، ریاست یا خطے میں وہاں کی کسی ایک یا کئی زبانوں کو سرکاری درجہ دیے جانے سے فطری طور پر کئی قسم کے مسائل بھی پیدا ہو سکتے ہیں، جو بعض دفعہ خطرناک صورتِ حال بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ اس لیے سرکاری درجہ دیے جانے سے ایک زبان اور اس کے بولنے والوں کا ہر لحاظ سے احترام بھی باقی رہتا ہے۔ خاص طور پر ان کی سیاسی اور اقتصادی زندگی میں ان کی شمولیت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہی اسباب ہیں کہ ایسے حالات میں ایک فطری یا غیر وابستہ زبان کو ہی سرکاری درجے کا اہل بنایا جائے، تاکہ کوئی بھی مقامی لسانی جماعت کسی طرح کے احساسِ کمتری کا شکار نہ ہو۔ خاص بات یہ ہے کہ جموں و کشمیر میں اردو کسی مخصوص علاقے کی مادری زبان نہیں ہے، اس کے باوجود یہ زبان یہاں کے باشندوں کے لیے اجنبی بھی نہیں ہے۔ اس لیے اردو زبان کو سرکاری زبان کے طور پر منتخب کرنا دور اندیشی بھی ہے اور دانش مندی بھی۔

دانش مندوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ تہذیبی، مذہبی، نسلی اور لسانی اختلافات کے سبب عمومی طور پر ملک کی ہمہ گیر ترقی میں رکاوٹ بھی پیدا ہو سکتی ہے، کیوں کہ اس طرح کی صورتِ حال میں بہتر اور وسیع ترین ترسیل و ابلاغ کے وسائل محدود ہو جاتے ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر علاقائی، لسانی اور مذہبی تعصب کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں اور سرکاری عملے کی توجہ ترقی کی رفتار تیز کرنے کے بجائے قانون کی بالادستی قائم کرنے کی جانب مرکوز ہو جاتی ہے۔ اس طرح کے ملکی ماحول اور حالات میں فطری زبان کی سرپرستی اور تشہیر ہمیشہ ہی ملکی اور قومی مفادات

کے حق میں ہوتی ہے۔

ان اسباب کے ذکر کرنے کے بعد جموں وکشمیر میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت عطا کیے جانے کی اہمیت بخوبی سمجھی جا سکتی ہے۔ موجودہ حالات میں جموں وکشمیر میں کئی طرح کی بے چینی نظر آتی ہے، لیکن کم از کم فی الوقت کسی طرح کا کوئی لسانی تنازع موجود نہیں ہے اور سرکاری زبان کے حوالے سے عوامی سطح پر کسی قسم کی کوئی بے تعلقی یا عدم توجہی کا اندازہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس علاقائی زبانوں کے متعلق سرکاری عدم دلچسپی کی شکایات آئے دن سنتے، دیکھتے اور پڑھتے بھی ہیں۔

جموں وکشمیر میں اردو کے حوالے سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ یہ زبان ایک طویل عرصے تک دسویں جماعت تک ایک لازمی مضمون کی حیثیت رکھتی رہی ہے۔ تاہم وقت کے ساتھ تعلیمی اور انتظامی پالیسیوں میں تبدیلیاں آئی ہیں اور مختلف مقامی زبانوں کو بھی تعلیمی وسرکاری سطح پر اہمیت دی گئی ہے۔ موجودہ دور میں جموں وکشمیر اب سابقہ ریاست کے بجائے مرکز کے زیرِ انتظام علاقہ (Union Territory) ہے۔ یہاں مختلف زبانیں اور بولیاں رائج ہیں اور ان کی اپنی اپنی علاقائی اہمیت ہے۔ کشمیری، ڈوگری، پہاڑی، گوجری اور دیگر زبانوں کے فروغ اور تدریس کے مطالبات بھی سامنے آتے رہے ہیں۔ ایسے کثیر اللسانی ماحول میں اردو کی تاریخی حیثیت اور رابطے کی زبان کے طور پر اس کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اردو نہ صرف جموں وکشمیر کے مختلف خطوں اور مختلف مذہبی، نسلی اور تہذیبی اکائیوں کے درمیان ایک رابطے کی زبان رہی ہے بلکہ طویل عرصے تک یہاں سب سے زیادہ پڑھی اور استعمال کی جانے والی زبانوں میں بھی شمار ہوتی رہی ہے۔ یہی وہ زبان ہے جس نے جموں وکشمیر کے مختلف خطوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس لیے موجودہ لسانی تنوع کے باوجود اردو کی تاریخی، ادبی اور تہذیبی اہمیت برقرار ہے۔ اس بات کی طرف بھی توجہ دینا ضروری ہے کہ عصرِ حاضر میں تخلیقی اور صحافتی اظہار کا ایک اہم وسیلہ اردو زبان ہے۔ آج بھی جموں و کشمیر کے مختلف خطوں میں مقامی ادیب اور شاعر جہاں اپنی مادری زبان کو ادبی اظہار کا وسیلہ بناتے ہیں، وہیں اپنے تصورات، خیالات، مشاہدات اور تجربات کی وسیع ترسیل کے لیے اپنی تخلیقات اردو میں پیش کرتے ہیں۔

صحافتی اور ماس میڈیا کے دیگر وسائل کا جہاں تک تعلق ہے، ان میں بھی اردو کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ اخباروں کی ایک بڑی تعداد اردو میں شائع ہوتی رہی ہے اور یہ اخبار مختلف علاقوں تک پہنچتے ہیں اور دلچسپی کے ساتھ پڑھے بھی جاتے ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اردو کو ایک طویل عرصے تک جموں وکشمیر میں سرکاری زبان کا درجہ حاصل رہا، لیکن اس کی ترقی، ترویج واشاعت میں سرکاری سطح پر جدوجہد ہمیشہ تسلی بخش

نہیں رہی۔ یوں تو اسمبلی کے اجلاسوں میں بڑے لمبے لمبے دعوے کیے جاتے رہے اور کمیٹیاں بھی تشکیل دی جاتی رہیں، لیکن عملی سطح پر ہمیشہ وہ ٹھوس اقدامات نہیں کیے گئے جن کی اردو کے فروغ کے لیے ضرورت تھی۔ سرکاری عدم توجہی بھی جموں وکشمیر میں اردو کی سست رفتاری کی ایک وجہ رہی ہے۔ اس کے باوجود اردو پڑھنے اور لکھنے والوں کی تعداد آج بھی حوصلہ افزا ہے۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''اُردو جموں وکشمیر کی درباری و سرکاری زبان ''، کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 11.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

جموں وکشمیر۔۔۔۔ جغرافیائی خطوں پر مشتمل ہے: جموں، کشمیر اور لداخ۔ جموں وکشمیر کی حکومت کی باگ ڈور اس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھوں میں آئی، جب 16 مارچ 1846ء کو امرتسر معاہدے کے تحت مہاراجہ گلاب سنگھ نے۔۔۔۔۔ سے دولت کے عوض جموں اور کشمیر کے صوبوں پر حکومت کرنے کا اختیار حاصل کر لیا۔ لداخ کا خطہ تو پہلے ہی ان کے قبضے میں تھا۔۔۔۔۔۔ کا یہ دورِ اقتدار ایک صدی سے بھی زائد عرصے پر پھیلا رہا۔

11.4۔ عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر تاریخی، جغرافیائی، لسانی اور تہذیبی اعتبار سے ایک اہم خطہ رہا ہے۔ یہاں مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں اور بولیاں رائج رہی ہیں اور ہر زبان نے اپنے مخصوص علاقے اور تہذیبی ماحول میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ایسے کثیر اللسانی خطے میں ایک ایسی زبان کی ضرورت ہمیشہ محسوس ہوتی رہی ہے جو مختلف علاقوں اور لسانی اکائیوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بن سکے۔ اردو نے جموں وکشمیر میں اسی حیثیت سے ایک طویل اور اہم تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ اس زبان نے نہ صرف مختلف علاقوں کے لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے میں مدد دی بلکہ تعلیمی، ادبی، صحافتی، سیاسی اور سماجی زندگی میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔

ڈوگرہ دورِ حکومت کے ابتدائی زمانے میں ریاست کے سرکاری کام کاج میں فارسی زبان کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ تاہم انیسویں صدی میں شمالی ہندوستان میں اردو زبان تیزی سے ترقی کر رہی تھی، جب کہ فارسی کے استعمال میں بتدریج کمی آ رہی تھی۔ شمالی ہندوستان اور جموں و کشمیر کے درمیان تجارتی، تہذیبی اور سماجی روابط بھی مضبوط ہو رہے تھے۔ ان روابط کے نتیجے میں اردو کے اثرات جموں و کشمیر تک پہنچے۔ شمالی ہندوستان سے مختلف کاموں کے سلسلے میں جموں آنے والے لوگ بھی اردو میں گفتگو کرتے تھے۔ ڈوگری زبان کا پنجابی سے قریبی تعلق اور اردو سے اس کی قربت بھی اردو کی قبولیت میں معاون ثابت ہوئی۔ یوں جموں میں اردو کے لیے ایک سازگار ماحول پیدا ہونے لگا۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دورِ حکومت میں اردو کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ ان کے دربار سے وابستہ کئی علما اور اہلِ علم اردو سے واقف تھے۔ دیوان کرپارام، غوث محمد ہشیار پوری اور پنڈت رام کرشن جیسے اہلِ علم کے نام اس سلسلے میں اہم ہیں۔ بعد ازاں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دور میں اردو کو ایک اہم تاریخی مقام حاصل ہوا۔ 1889ء میں فارسی کی جگہ اردو کو سرکاری اور درباری زبان کا درجہ دیا گیا۔ اس فیصلے کے بعد ریاست میں اردو کی ترویج و اشاعت کے لیے نئی راہیں ہموار ہوئیں اور اردو نے ریاست کی اجتماعی زندگی میں اپنا اثر مزید مضبوط کیا۔

بیسویں صدی کے وسط تک اردو نے جموں و کشمیر کے تقریباً ہر اہم شعبہ حیات میں اپنی جگہ بنالی تھی۔ تعلیم کے میدان میں اردو ایک اہم ذریعہ تعلیم اور مضمون کی حیثیت سے استعمال ہوتی رہی۔ ادبی میدان میں شاعروں اور ادیبوں نے اردو کے ذریعے اپنے خیالات، جذبات، مشاہدات اور تجربات کا اظہار کیا۔ صحافت کے میدان میں بھی اردو اخبارات نے لوگوں تک خبریں اور خیالات پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ سیاسی اور سماجی زندگی میں بھی اردو مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے درمیان رابطے کا موثر وسیلہ بنی۔ اس طرح اردو محض ایک زبان نہیں رہی بلکہ جموں و کشمیر کی مشترکہ تہذیبی اور سماجی زندگی کا ایک اہم حصہ بن گئی۔

جموں و کشمیر کی سب سے نمایاں خصوصیات میں اس کا لسانی تنوع بھی شامل ہے۔ کشمیری، ڈوگری، گوجری، پہاڑی، بلتی، لداخی، پنجابی اور دیگر زبانیں اور بولیاں اپنے اپنے علاقوں میں بولی جاتی رہی ہیں۔ ان زبانوں کی اپنی اپنی تہذیبی اور علاقائی اہمیت ہے اور ان کے فروغ اور تحفظ کی بھی ضرورت ہے۔ تاہم مختلف زبانوں کے اس تنوع میں اردو نے ایک رابطے کی زبان کے طور پر ایک منفرد مقام حاصل کیا۔ چونکہ اردو کسی ایک مخصوص علاقے کی مادری زبان نہیں تھی، اس لیے مختلف لسانی گروہوں کے درمیان اسے نسبتاً آسانی سے قبول کیا گیا۔ اس خصوصیت نے اردو کو مختلف علاقوں کے لوگوں کے درمیان باہمی رابطے اور ابلاغ کا اہم ذریعہ بنا دیا۔

کثیر اللسانی معاشرے میں زبان کا مسئلہ صرف ابلاغ تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کا تعلق سماجی، سیاسی اور تہذیبی ہم آہنگی سے بھی ہوتا

ہے۔ اگر کسی ایک علاقائی زبان کو دوسری زبانوں پر غیر ضروری برتری حاصل ہو جائے تو لسانی اختلافات پیدا ہونے کا امکان رہتا ہے۔ اس لیے ایسے معاشرے میں تمام زبانوں کے احترام اور ان کے فروغ کے ساتھ ایک ایسی زبان کی اہمیت بھی برقرار رہتی ہے جو مختلف لسانی اکائیوں کے درمیان رابطے کا کام انجام دے سکے۔ جموں و کشمیر میں اردو نے طویل عرصے تک یہی کردار ادا کیا ہے۔ اس نے مختلف علاقوں، مذاہب، تہذیبوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے درمیان رابطے کو مضبوط بنانے میں مدد دی۔ موجودہ دور میں جموں و کشمیر کی انتظامی اور لسانی صورتِ حال میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں۔ سابقہ ریاست اب مرکز کے زیرِ انتظام علاقہ ہے اور مختلف علاقائی زبانوں اور بولیوں کے فروغ اور تدریس کی طرف بھی توجہ دی جا رہی ہے۔ اس بدلتی ہوئی صورتِ حال میں اردو کی تاریخی حیثیت اور خدمات کو سمجھنا ضروری ہے۔ اردو کی اہمیت صرف اس بات میں نہیں کہ اسے ایک زمانے میں سرکاری اور درباری زبان کا درجہ حاصل رہا، بلکہ اس کی اصل اہمیت اس کے وسیع ادبی، تعلیمی، صحافتی اور تہذیبی کردار میں بھی ہے۔

عصرِ حاضر میں بھی اردو تخلیقی اور صحافتی اظہار کا ایک اہم وسیلہ ہے۔ جموں و کشمیر کے مختلف علاقوں کے ادیب اور شاعر اپنی مادری زبانوں میں اظہار کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی اپنی تخلیقات پیش کرتے رہے ہیں۔ اردو اخبارات اور دیگر ذرائعِ ابلاغ نے بھی عوام تک معلومات، خیالات اور خبروں کی ترسیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس طرح اردو نے مقامی سطح سے لے کر وسیع تر سماجی سطح تک ابلاغ کے امکانات پیدا کیے ہیں۔ اس پورے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جموں و کشمیر میں اردو کی تاریخ دراصل یہاں کی بدلتی ہوئی سیاسی، سماجی، تہذیبی اور لسانی تاریخ سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ فارسی سے اردو کی طرف منتقلی، اردو کا سرکاری و درباری مقام حاصل کرنا، تعلیم و ادب میں اس کا فروغ، صحافت میں اس کی مقبولیت اور مختلف لسانی اکائیوں کے درمیان رابطے کی زبان کے طور پر اس کا کردار، اردو کی اہمیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں جہاں علاقائی زبانوں کے فروغ اور تحفظ کی ضرورت اپنی جگہ مسلم ہے، وہیں اردو کی تاریخی خدمات اور مشترکہ تہذیبی ورثے میں اس کے کردار کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مختلف زبانوں کے درمیان احترام، رواداری اور باہمی رابطے کو برقرار رکھتے ہوئے اردو سمیت تمام زبانوں کی ترقی جموں و کشمیر کی کثیر اللسانی اور کثیر الثقافتی روایت کو مزید مضبوط بنا سکتی ہے۔

11.5۔ فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
درباری	:	دربار سے متعلق

انحطاط	:	زوال،تنزلی
ترویج	:	پھیلاؤ،فروغ
اشاعت	:	عام کرنا، پھیلانا
لسانی	:	زبان سے متعلق
کثیر اللسانی	:	کئی زبانوں والا
تہذیبی	:	تہذیب سے متعلق
روابط	:	تعلقات
سرپرستی	:	حفاظت،حوصلہ افزائی
ترسیل	:	پہنچانا،منتقل کرنا
ابلاغ	:	پیغام پہنچانا،اظہار
غیروابستہ	:	کسی خاص فریق سے تعلق نہ رکھنے والا
دوراندیشی	:	مستقبل کو سمجھ کر فیصلہ کرنا
دانش مندی	:	عقل مندی،سمجھ داری
سرفراز	:	عزت ومرتبہ عطا کرنا

11.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

۱۔ جموں وکشمیر میں اردو کے سرکاری اور درباری زبان بننے کے تاریخی اسباب اور مراحل بیان کیجیے؟

۲۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ اور مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے ادوار میں اردو کی ترقی اور فروغ پر روشنی ڈالیے؟

۳۔ جموں وکشمیر کی مختلف لسانی اکائیوں کے درمیان اردو نے رابطے کی زبان کے طور پر کیا کردار ادا کیا؟

۴۔ جموں وکشمیر کی تعلیمی،ادبی اور صحافتی زندگی میں اردو کی اہمیت اور خدمات بیان کیجیے؟

11.7۔ مشقی سوالات:۔

۱۔ جموں وکشمیر میں اردو کو سرکاری اور درباری زبان کا درجہ کب اور کس نے دیا؟

۲۔ جموں وکشمیر کی مختلف لسانی اکائیوں کے درمیان اردو نے کیا کردار ادا کیا؟

11.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے 1889ء میں فارسی کی جگہ اردو کو سرکاری اور درباری زبان کا درجہ دیا۔

اردو نے جموں وکشمیر کی مختلف لسانی اکائیوں کے درمیان رابطے اور باہمی ابلاغ کی زبان کے طور پر اہم کردار ادا کیا۔

(جوابات سرگرمی:۔ ۱۔ تین، ۲۔ انگریزوں، ۳۔ ڈوگروں)

11.9۔ امدادی کتب:۔

۱۔	کشمیر میں اردو	عبدالقادر سروری
۲۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشوونما	ڈاکٹر برج پریمی
۳۔	ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۴۔	جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری

۵۔	ریاست میں اردو صحافت	صوفی محی الدین
۶۔	ڈاکٹر برج پریمی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر چمن لعل بھگت
۷۔	جموں وکشمیر میں اردو خودنوشت کی سمت ورفتار	ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ
۸۔	آج کل کشمیر نمبر	دہلی
۹۔	ماہنامہ تعمیر: جموں وکشمیر میں اردو ادب نمبر	جموں

سبق نمبر۱۲:۔جموں وکشمیر کی سرکاری زبان ۔تاریخی ارتقاء

ساخت:

12.0 اغراض ومقاصد
12.1 تعارف
12.2 جموں وکشمیر کی سرکاری زبان ۔تاریخی ارتقاء
12.3 صوبہ جموں میں اُردو کی موجودہ صورت حال، مسائل اور فروغ کے امکانات وتجاویز
سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)
12.4 عمومی جائزہ
12.5 فرہنگ
12.6 نمونہ امتحانی سوالات
12.7 مشقی سوالات
12.8 مشقی سوالات کے جوابات
12.9 امدادی کتب

12.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر میں اردو زبان کے تاریخی ارتقا سے واقف ہوں گے۔ اردو کے سرکاری، تعلیمی، ادبی اور سماجی کردار کو سمجھ جائیں

گے۔مہاراجہ گلاب سنگھ اور مہاراجہ رنبیر سنگھ کے ادوار میں اردو کے فروغ سے آگاہ ہو جائیں گے۔ادبی انجمنوں کے قیام اور اردو اخبارات و رسائل کی اشاعت کی اہمیت کو جان جائیں گے۔صوبہ جموں میں اردو زبان و ادب کے فروغ میں ادیبوں، شاعروں، ڈراما نگاروں اور ادبی اداروں کی خدمات سے واقف ہوں گے۔اردو کی بطورِ رابطے کی زبان اہمیت کو سمجھ جائیں گے۔صوبہ جموں میں اردو کی موجودہ صورتِ حال اور اسے درپیش مسائل سے آگاہ ہو جائیں گے۔اردو درس و تدریس میں حائل رکاوٹوں، معیاری کتابوں کی کمی اور اردو اساتذہ کی قلت کی وجوہ کو سمجھ جائیں گے۔اردو کے مقابلے میں ہندی اور انگریزی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے اثرات کو جان جائیں گے۔اردو کے فروغ و ترویج کے لیے پیش کی گئی مختلف تجاویز سے واقف ہو جائیں گے اور جموں و کشمیر میں اردو زبان و ادب کی ترقی اور بقا کی اہمیت کو محسوس کر سکیں گے۔

12.1۔تعارف:۔

جموں و کشمیر برصغیر کا ایک ایسا خطہ ہے جہاں مختلف زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں۔ماضی میں یہ خطہ ایک ریاست کی حیثیت سے صوبہ جموں، صوبہ کشمیر اور صوبہ لداخ پر مشتمل تھا، جب کہ موجودہ انتظامی صورتِ حال میں جموں و کشمیر ایک یونین ٹیریٹری ہے اور لداخ الگ یونین ٹیریٹری بن چکا ہے۔اس خطے کی مختلف لسانی اور ثقافتی خصوصیات کے درمیان اردو نے طویل عرصے تک رابطے کی زبان کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا ہے۔اردو کے تاریخی سفر کا آغاز یہاں کسی ایک دور یا کسی ایک شخصیت سے نہیں ہوتا، بلکہ مختلف ادوار میں سرکاری سرپرستی، تعلیمی اداروں، ادبی انجمنوں، اخبارات و رسائل، شاعروں، ادیبوں اور اہلِ علم کی کوششوں سے اردو کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں اگرچہ فارسی درباری زبان تھی، تاہم اردو کے استعمال کے شواہد ملتے ہیں۔بعد ازاں مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دور میں اردو زبان و ادب کی ترقی کے لیے سازگار ماحول پیدا ہوا اور ادبی انجمنوں کے قیام سے اردو کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا۔صوبہ جموں میں مختلف ادبی انجمنوں، مشاعروں، کانفرنسوں، اخبارات اور رسائل نے اردو کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔"رنبیر" جیسے اخبار نے اردو صحافت کو تقویت پہنچائی، جب کہ مقامی اور بیرونی ادیبوں اور شاعروں نے اپنی تخلیقات کے ذریعے اردو ادب کے دامن کو وسیع کیا۔ایک عرصے تک اردو تعلیمی اداروں اور مختلف سرکاری محکموں میں بھی اہم حیثیت رکھتی رہی۔تاہم وقت گزرنے کے ساتھ تعلیمی، انتظامی اور سماجی حالات میں تبدیلی آئی اور صوبہ جموں میں اردو کے استعمال اور تدریس کو مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ہندی اور انگریزی کے بڑھتے ہوئے استعمال، اردو اساتذہ کی کمی، معیاری کتابوں کی قلت اور اردو کتابوں کی محدود فروخت نے بھی اردو کے فروغ کو متاثر کیا۔اس کے باوجود جموں یونیورسٹی، ادبی انجمنوں، ثقافتی اداروں، اخبارات و

رسائل اور ریڈیو جیسے ذرائع نے اردو کی خدمت کا سلسلہ جاری رکھا۔اس سبق میں جموں وکشمیر میں اردو کے اسی تاریخی سفر، اس کی ادبی وتعلیمی خدمات، موجودہ صورتِ حال اور اس کے فروغ کے لیے ضروری اقدامات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

12.2۔جموں وکشمیر کی سرکاری زبان۔تاریخی ارتقاء:۔

ریاست جموں وکشمیر تین صوبوں پر مشتمل تھی: صوبہ جموں، صوبہ کشمیر اور صوبہ لداخ۔ ریاست کی تنظیمِ نو سے قبل اردو کو جموں وکشمیر کی سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا اور یہ ریاست کے تینوں صوبوں میں رابطے کی زبان تھی۔ 2019ء میں جموں وکشمیر کی تنظیمِ نو کے بعد لداخ الگ یونین ٹیریٹری بن گیا اور جموں وکشمیر بھی یونین ٹیریٹری بن گیا۔ موجودہ جموں وکشمیر یونین ٹیریٹری میں اردو کے ساتھ کشمیری، ڈوگری، ہندی اور انگریزی بھی سرکاری زبانوں کا درجہ رکھتی ہیں۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کے دورِ حکومت (1841ء سے 1857ء) میں ہمیں اردو زبان کے استعمال کا پتا چلتا ہے۔اس سے پہلے اردو کے چلن کے متعلق زیادہ تفصیلی معلومات نہیں ملتیں۔ بقول ایک آفیسر، ''طبقات الارض کے ماہر نے مہاراجہ کے دربار کے متعلق لکھا کہ ہندوستان سے آنے والے ملازم بلا شبہ ہندوستانی (اردو) بولتے ہیں اور مقامی لوگ اسے سمجھ لیتے ہیں۔'' حالاں کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے دورِ حکومت میں فارسی درباری زبان تھی۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد (1852ء سے 1889ء) میں ریاست کی پہلی ادبی انجمن ''بدیا بلاس'' 1867ء کے قیام سے اردو زبان وادب کو فروغ ملا۔مہاراجہ موصوف ہی کی کوششوں سے اردو زبان اس علاقے میں تمام سرکاری اور غیر سرکاری ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل ہوئی۔

20 ویں صدی کے آغاز ہی سے صوبہ جموں میں ادبی سرگرمیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔اُس وقت کے دو رسائل ''ڈوگرہ گزٹ'' 1911ء اور ''مہاجن نیتی پتر'' 1912ء خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ان میں اکثر سیاسی، سماجی، دھارمک وغیرہ مضامین شائع ہوتے تھے۔ملک راج صراف صاحب نے یہاں کے شاعروں اور ادیبوں کو اکٹھا کر کے جموں خطے میں اردو کی ایک انجمن ''بزمِ سخن جموں'' 1912ء میں قائم کی۔ اس سے جموں خطے میں اردو زبان کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ بزم بعد میں ''بزمِ ادب'' کے نام سے مشہور ہوئی۔صوبہ جموں کے ادیبوں، شاعروں نیز ڈراما نگاروں نے بھی اپنی تخلیقات کے ذریعے اردو ادب کے دامن کو بہت وسیع کیا۔اُن میں محمد عمر، نور الٰہی، قیس شیروانی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

20 جون 1923ء کو اردو کا پہلا مکمل اخبار ''رنبیر''منظرِ عام پر آیا۔ اخبار ''رنبیر'' کے جاری ہونے سے صوبہ جموں میں اردو زبان و ادب کی ترقی کی رفتار تیز ہوئی۔ جن شاعروں اور ادیبوں کی تخلیقات اس میں شائع ہوئیں، اُن میں مبارک علی بیگ، محمد عمر، نور الٰہی، پنڈت کشن سمیل پوری، قیس شیروانی، عرش صہبائی، غلام حیدر چشتی وغیرہ کے نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ محمد عمر اور نور الٰہی کا تعلق خطہ جموں سے تھا۔ ان دونوں ادیبوں نے مشترکہ طور پر کئی قابلِ قدر ادبی کارنامے انجام دیے۔ ڈراما نگاری پر ان کی کتاب ''ناٹک ساگر'' خاص اہمیت رکھتی ہے۔

صوبہ جموں میں اردو کی ادبی انجمنوں کا ایک اہم رول رہا ہے۔ ادبی انجمنیں لوگوں کے ادبی ذوق وشوق کا مظہر ہوتی ہیں۔ یہ انجمنیں سیمینار، ادبی کانفرنسیں، مشاعرے وغیرہ منعقد کرتی ہیں۔ صوبہ جموں کے تمام اضلاع میں تقریباً ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر پر ادبی انجمنیں قائم ہیں۔ 1935ء میں بزمِ ادب کشتواڑ وجود میں آئی۔ یہ بزمِ ادب اردو نشاط کشتواڑی، عشرت کشمیری وغیرہ شاعروں اور ادیبوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن اب اس بزم میں جمود سا آ گیا ہے۔ بزمِ ادب بھدرواہ اپریل 1968ء میں وجود میں آئی۔ اس کے ذریعے سے اس علاقے کے اہلِ سخن کو ملک کے دیگر ادیبوں، شاعروں اور فن کاروں سے روشناس ہونے کا موقع ملا، جن میں وہاں کے مشہور شاعر رسا جاودانی (مرحوم) کا نام سرفہرست ہے۔ بزم کے زیرِ اہتمام یادگاری مشاعرے اور کانفرنسیں منعقد کی گئیں، جن میں شامِ مہجور، یومِ اقبال، شامِ رسا وغیرہ خصوصیت کی حامل ہیں۔

ڈوڈہ کی ''فریدیہ بزمِ ادب'' کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہاں پر چار کل ہند مشاعرے منعقد کیے گئے۔ ''فریدیہ بزمِ ادب ڈوڈہ'' نے کتابیں بھی شائع کیں۔ اُن میں ''انوارِ فریدیہ'' اور ''ضلع ڈوڈہ کی ادبی وثقافتی تاریخ'' قابلِ ذکر ہیں۔ بزمِ ادب بانہال (1972ء)، کرشن چندر لٹریری کلب پونچھ، کرشن چندر میموریل، بزمِ ادب سرنکوٹ، انجمن فروغِ اردو جموں، بزمِ ادب اردو جموں، ادبی کنج جموں، انجمنِ محبانِ اردو جموں، انجمن ترقیِ اردو (ہند) شاخ جموں وغیرہ بھی اردو کی ترقی وترویج کے لیے پیش پیش رہی ہیں۔ جموں سے شائع ہونے والے اردو اخبارات، سالنامے اور میگزین بھی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں ''کشمیر عظمیٰ'' جموں، ''تسکین'' جموں، ''قومی آواز'' جموں، ''راہِ منزل'' جموں، ''پیامِ جمہور''، ''کاشتکار'' جموں، ''تصویر'' جموں اور ''ترکوٹا ٹائمز'' جموں وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

11.3۔ صوبہ جموں میں اُردو کی موجودہ صورت حال، مسائل اور فروغ کے امکانات وتجاویز:۔

صوبہ جموں کے لوگوں کی مادری زبان اردو نہیں ہے۔ صوبہ جموں میں مختلف علاقائی بولیاں بولی جاتی ہیں۔ جموں میں ڈوگری، پنجابی اور گوجری؛ پونچھ میں پونچھی؛ کشتواڑ میں کشتواڑی؛ بھدرواہ میں بھدرواہی اور کشمیری؛ ڈوڈہ میں سراجی اور کشمیری؛ پاڈر میں پاڈری؛ پوگل میں پوگلی؛

راجوری میں پہاڑی اور گوجری بولی جاتی ہیں۔

یہ علاقائی بولیاں یا زبانیں مقامی طور پر مقبول ہونے کے باوجود اس قابل نہیں کہ ریاست کو متحد رکھ سکیں۔ اردو ریاست کی وہ زبان رہی ہے جس نے ریاست کی مختلف جغرافیائی اکائیوں کو باہم مربوط رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔1940ء میں پوری ریاست کے اسکولوں اور کالجوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا۔ اچھے تعلیم یافتہ اساتذہ اردو اسکولوں اور کالجوں میں تعینات کیے گئے۔ مختلف سرکاری محکموں میں، خاص طور پر محکمہ تعلیم، محکمہ جنگلات، محکمہ پولیس، محکمہ عدلیہ وغیرہ میں اردو کا کافی چلن رہا۔

1956ء میں ریاست کی پہلی آئین ساز اسمبلی نے دفعہ 145 کے تحت اردو کو رابطے کی زبان قرار دیا، لیکن سرکاری حیثیت کے باوجود اسے بے توجہی کا شکار ہونا پڑا۔ حالات کی تبدیلی کے باعث اب دفتری کام زیادہ تر انگریزی میں ہوتا ہے۔ آزادی کے تقریباً 20 برس بعد تک صوبہ جموں میں اردو کا خوب دور دورہ رہا۔ ہائر سیکنڈری اور کالجوں کی سطح تک اردو پڑھانے کی طرف خاص توجہ دی جاتی رہی۔ یہاں تک کہ صوبہ جموں کا بیوپاری طبقہ اپنی روزمرہ گفتگو، اپنے حساب کتاب اور لین دین میں جتنا استعمال اردو کا کرتا تھا، اتنا شاید ہی کسی دوسری زبان کا کرتا ہو۔

سرکاری زبان کا درجہ مل جانے کے بعد ریاستی حکومت نے سرکاری اسکولوں میں سہ لسانی فارمولا سختی سے لاگو کیا۔ اردو کے ساتھ ہندی کا جاننا بھی ضروری قرار پایا۔ اسی دوران پرائمری اور ہائی اسکولوں کے اساتذہ کو اردو اور ہندی سکھانے کے لیے ٹریننگ دی گئی۔ پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں کے طلبہ کے لیے اردو اور ہندی کی کتابیں یکساں طور پر ملتی تھیں۔ تقریباً 1965ء کے بعد صوبہ جموں میں ہندی کی طرف زیادہ توجہ دی گئی۔ مرکزی حکومت کے تقریباً تمام اداروں میں انگریزی کے ساتھ ساتھ ہندی کو بھی عمل میں لایا گیا۔ یہاں تک کہ مرکزی حکومت نے CompetitiveExamination میں Hindi Medium رائج کیا۔ صوبہ جموں میں رہنے والوں پر اس کا گہرا اثر پڑا۔

چوں کہ ریاست کے اندر اور باہر مرکزی اداروں میں نوکری حاصل کرنے کے لیے ہندی جاننا ضروری تھا اور انگریزی پہلے سے ہی لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی تھی، لہٰذا نئی پیڑھی نے اردو کے مقابلے میں ہندی کو ترجیح دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صوبہ جموں کے ہندو اکثریت والے علاقوں میں پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں میں ہندی اساتذہ کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ جو طلبہ اردو بطور مضمون پڑھنا چاہتے تھے، وہ اردو اساتذہ کی کمی کے باعث اس مضمون میں دل چسپی کم لینے لگے، نیز انھیں اس مضمون سے اکتاہٹ ہونے لگی۔ ایسے طلبہ نے یا تو پڑھائی چھوڑ دی یا انھیں مجبوراً ہندی بحیثیت لازمی مضمون اختیار کرنا پڑا۔ اس طرح سرکاری اسکولوں میں اردو پڑھنے والوں کی تعداد دن بہ دن کم

ہونے لگی۔

صوبہ جموں میں اردو درس وتدریس کی معیاری کتابوں کا ہمیشہ فقدان رہا ہے۔اردو کے مقابلے میں ہندی لٹریچر زیادہ چھپتا رہا۔ہندی کی شائع ہونے والی کتابیں نہایت سستی قیمتوں پر ملتی ہیں۔ ہندی کتابوں، رسالوں وغیرہ کا چلن بھی اردو کے مقابلے میں زیادہ رہا۔صوبہ جموں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہاں کے کتب فروش اردو کی بہت کم کتابیں فروخت کرتے ہیں۔اس کی خاص وجہ ایک تو یہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں اردو پڑھنے والے طلبہ کی تعداد کم ہے۔ دوسرے یہ کہ اردو کتابوں کی قیمتیں زیادہ ہونے کے باعث اکثر ان کی کتابیں بکتی نہیں۔ اردو اکادمیوں سے شائع ہونے والی کتابیں وہ فروخت نہیں کرتے، کیوں کہ انھیں اس میں مالی فائدہ بہت کم نظر آتا ہے۔

اردو کی ترقی وترویج کے لیے شعبہ اردو، جموں یونیورسٹی، جموں بھی ایک اہم رول ادا کر رہا ہے۔شعبہ اردو کے زیرِ اہتمام سیمینار، کانفرنسیں اور ریفریشر کورس منعقد کیے جاتے رہے ہیں۔

صوبہ جموں میں اردو کے فروغ کے لیے باہر کے اردو عالموں اور اہلِ زبان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ادیب وشاعر جو ریاست میں ملازمت کے سلسلے میں تشریف لائے اور انھوں نے زندگی کا تمام قیمتی وقت اردو کی خدمت میں صرف کیا، اُن کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔اُن میں جموں یونیورسٹی، جموں کے سابق صدر پروفیسر گیان چند جین، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، پروفیسر شام لال کالرا، پروفیسر منظر اعظمی اور پروفیسر خورشید احمد صدیقی کے نام اہمیت رکھتے ہیں۔ یہاں کے مقامی اساتذہ میں پروفیسر ظہور الدین، پروفیسر نصرت چودھری، پروفیسر سکھ چین سنگھ، پروفیسر وجے دیو سنگھ، چین سنگھ، پروفیسر ضیاء الدین اور پروفیسر شہاب عنایت ملک وغیرہ بھی تحقیقی وتنقیدی کاموں میں مصروف ہیں۔

شعبہ اردو، جموں یونیورسٹی، جموں، ریاستی کلچرل اکادمی، جموں، انجمنِ فروغِ اردو، انجمن ترقیِ اردو اور دیگر اداروں نے تحقیق وتنقید کے شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔کلچرل اکادمی کا ''شیرازہ'' اور ''ہمارا ادب''، محکمہ انفارمیشن کا ''تعمیر''، ''فروغِ اردو جموں''، ''تسکین''، جموں، ''کشمیر عظمیٰ''، جموں، ''سندیش''، جموں، ''دھنگ'' (راجوری)، ''چوگان'' (کشتواڑ)، ''شاہین'' (بھدرواہ)، ''سراج'' (بھدرواہ) وغیرہ نے جموں کے اخبارات ورسائل میں اپنا نام پیدا کیا ہے اور اردو کی ترقی میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔

ریڈیو کشمیر، جموں بھی اردو کی ترقی کے لیے اچھا کردار ادا کر رہا ہے۔ یہاں کے مقامی ادیبوں اور شاعروں کو بھی ریڈیو پروگرام میں شرکت کا موقع ملتا ہے۔ریڈیو اسٹیشن جموں سے ایک زمانے میں ''آبشار'' کے نام سے ایک ادبی پروگرام ہوا کرتا تھا، جواب ''خرمن'' کے نام

سے دوبارہ نشر ہورہا ہے اوراب ''آبشار''ٹی وی پر دکھایا جارہا ہے۔

اس پروگرام میں ملک کے نامور شعراء کی شخصیت اور کارناموں کو پیش کیا جاتا ہے۔اس خطے کے طلبہ اور اردو شعر وادب کا شوق رکھنے والوں کے لیے یہ 25 منٹ کا پروگرام بہت معلومات افزا اور دل چسپ ہوتا ہے۔

اس پروگرام کی تحقیق، ترتیب، تشکیل و پیش کش ایک عرصے تک اردو کے نامور محقق وشاعر اور شعبہ اردو کے استاد پروفیسر ایس۔ایل۔ کالرا، عابد پیشاوری صاحب انجام دیتے رہے۔ان کے انتقال کے بعد یہ خدمت مختلف لوگوں سے لی جاتی رہی اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ریڈیو نے اس خطے کی نمائندگی کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔کافی دنوں تک یہاں سے اردو میں خبریں (News Bulletin) نشر کی جاتی تھیں،لیکن اب اردو اور ہندی کے ملے جلے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ صوبہ جموں میں اردو کی حالت بہتر بنانے کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب اس کی طرف خاص توجہ دیں۔ایسے علاقوں میں جہاں اردو زوال پذیر ہے، وہاں اس کے فروغ کے لیے نئی راہیں پیدا کی جائیں۔مثلاً پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں میں اردو پڑھانے کا خاص انتظام کیا جائے اور ریاستی حکومت کی جانب سے تمام سہولتیں میسر ہوں۔اردو اساتذہ کی تقرری، رعایتی قیمتوں پر کتابوں کی دستیابی اور اردو میں اچھے نمبرات حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کی حوصلہ افزائی کے لیے انعامات کا انتظام کیا جائے۔مقابلے کے تمام امتحانوں میں دوسری زبانوں کی طرح اردو میڈیم بھی شامل کیا جائے۔

صوبہ جموں میں اردو اکادمی کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ اس خطے میں بھی اردو سے شغف رکھنے والوں کو اردو کی ترقی و ترویج کے مواقع میسر ہوں۔اردو کتابوں کی فروخت رعایتی شرح پر ہو اور کتابوں کا پرنٹ مناسب ہو۔کتابیں چھپوانے کے لیے مصنفوں کو سبسڈی دی جائے۔ اردو اساتذہ کی تقرری پر خاص توجہ دی جائے۔

صرف چند مقامات پر مشاعروں، ادبی محفلوں، نشستوں اور کانفرنسوں سے اردو کی حالتِ زار کو دور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ مندرجہ بالا پہلوؤں پر غور کرنا اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرنا بھی لازمی ہے۔

جموں و کشمیر کی کلچرل اکادمی اس سلسلے میں سرگرم ضرور ہے،لیکن اس کی ذمہ داریاں خطے کی تمام زبانوں میں بٹی ہوئی ہیں۔سرکاری زبان اور خطے کے مختلف علاقوں کے علاوہ دنیا کے دوسرے علاقوں کے اردو داں عوام سے رابطے کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کا اہم ترین ذریعہ ہونے کی حیثیت سے اردو کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جموں و کشمیر کی حکومت سے خصوصی توجہ اور حوصلہ افزائی کی امید رکھے۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ وطالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔اب جبکہ آپ نے ''جموں وکشمیر کی سرکاری زبان۔تاریخی ارتقاء'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے،تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 12.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

ریاست کی تنظیمِ نو سے قبل اردو کو جموں وکشمیر کی ۔۔۔۔۔۔کا درجہ حاصل تھا اور یہ ریاست کے تینوں صوبوں میں رابطے کی زبان تھی ۔۔۔۔۔۔۔جموں وکشمیر کی تنظیمِ نو کے بعد لداخ الگ یونین ٹیریٹری بن گیا اور جموں وکشمیر بھی یونین ٹیریٹری بن گیا۔موجودہ جموں وکشمیر یونین ٹیریٹری میں اردو کے ساتھ کشمیری، ڈوگری، ہندی اور انگریزی بھی سرکاری زبانوں کا۔۔۔۔۔۔ ہیں۔

12.4۔عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر میں اردو زبان کا تاریخی سفر نہایت اہم اور قابلِ ذکر ہے۔ یہ خطہ مختلف زبانوں اور بولیوں کا مرکز رہا ہے، لیکن اردو نے طویل عرصے تک مختلف علاقوں اور لسانی گروہوں کے درمیان رابطے کی زبان کے طور پر اہم کردار ادا کیا۔ماضی میں جموں وکشمیر کی سابق ریاست تین صوبوں، جموں، کشمیر اور لداخ، پر مشتمل تھی، تاہم 2019ء میں ریاست کی تنظیمِ نو کے بعد لداخ الگ یونین ٹیریٹری بن گیا اور جموں وکشمیر بھی یونین ٹیریٹری کی حیثیت اختیار کر گیا۔موجودہ جموں وکشمیر میں اردو کے ساتھ کشمیری، ڈوگری، ہندی اور انگریزی بھی سرکاری زبانوں میں شامل ہیں۔جموں وکشمیر میں اردو کے استعمال کے ابتدائی شواہد مہاراجہ گلاب سنگھ کے دورِ حکومت سے ملتے ہیں۔اگرچہ اس زمانے میں فارسی درباری زبان تھی، تاہم ہندوستان سے آنے والے ملازمین اردو بولتے تھے اور مقامی لوگ بھی اسے سمجھتے تھے۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں اردو زبان و ادب کو مزید فروغ حاصل ہوا۔1867ء میں ''بدیا بلاس'' جیسی ادبی انجمن کے قیام نے اردو کی ادبی سرگرمیوں کو تقویت دی۔20 ویں صدی کے آغاز میں صوبہ جموں میں ادبی سرگرمیوں کا سلسلہ مزید وسیع ہوا۔''ڈوگرہ گزٹ'' (1911ء) اور ''مہاجن نیتی پتر'' (1912ء) جیسے رسائل

نے اردو صحافت کو فروغ دیا۔ 1912ء میں ملک راج صراف نے ''بزمِ سخن جموں'' قائم کی، جو بعد میں ''بزمِ ادب'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

20 جون 1923ء کو ''رنبیر'' کے اجرا سے جموں میں اردو صحافت کو ایک نئی قوت حاصل ہوئی۔ اس اخبار میں متعدد شاعروں اور ادیبوں کی تخلیقات شائع ہوئیں اور اردو زبان و ادب کی ترقی کی رفتار تیز ہوئی۔ محمد عمر، نورالٰہی، قیس شیروانی، مبارک علی بیگ، پنڈت کشن سمیل پوری، عرش صہبائی اور غلام حیدر چشتی جیسے اہلِ قلم نے اردو ادب کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ محمد عمر اور نورالٰہی کی مشترکہ ادبی خدمات بھی قابلِ ذکر ہیں اور ان کی کتاب ''ناٹک ساگر'' ڈرامانگاری کے حوالے سے اہمیت رکھتی ہے۔

صوبہ جموں میں مختلف ادبی انجمنوں نے اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ کشتواڑ، بھدرواہ، ڈوڈہ، بانہال، پونچھ، سرنکوٹ اور جموں کے مختلف علاقوں میں ادبی انجمنیں قائم ہوئیں۔ ان انجمنوں کے زیرِ اہتمام مشاعرے، ادبی کانفرنسیں، سیمینار اور دیگر ادبی پروگرام منعقد ہوتے رہے۔ مختلف اخبارات، رسائل اور میگزین نے بھی اردو کے فروغ اور ادبی ذوق کی آبیاری میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اردو نے ادبی میدان کے ساتھ ساتھ تعلیمی اور سرکاری شعبوں میں بھی اہم مقام حاصل کیا۔ 1940ء میں پوری ریاست کے اسکولوں اور کالجوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا۔ مختلف سرکاری محکموں، خصوصاً محکمہ تعلیم، محکمہ جنگلات، محکمہ پولیس اور محکمہ عدلیہ میں اردو کا استعمال عام رہا۔ 1956ء میں ریاست کی پہلی آئین ساز اسمبلی نے دفعہ 145 کے تحت اردو کو رابطے کی زبان قرار دیا۔ اس طرح اردو نے ریاست کے مختلف علاقوں کو باہم مربوط رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ صوبہ جموں میں اردو کی صورتِ حال میں تبدیلی آنے لگی۔ سہ لسانی فارمولے کے نفاذ، ہندی کے بڑھتے ہوئے استعمال اور مرکزی اداروں میں ہندی و انگریزی کی اہمیت میں اضافے کے باعث نئی نسل میں اردو کے مقابلے میں ہندی کی طرف رجحان بڑھا۔ اردو اساتذہ کی کمی، معیاری درسی کتابوں کا فقدان، اردو کتابوں کی نسبتاً زیادہ قیمت اور کتب فروشوں کی محدود دلچسپی نے بھی اردو کے فروغ کو متاثر کیا۔ نتیجتاً سرکاری اسکولوں میں اردو پڑھنے والوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی۔

ان حالات کے باوجود اردو کی خدمت کا سلسلہ جاری رہا۔ جموں یونیورسٹی کے شعبہ اردو، ریاستی کلچرل اکادمی، انجمنِ فروغِ اردو، انجمن ترقیِ اردو اور دیگر ادبی اداروں نے اردو کی ترقی کے لیے سیمینار، کانفرنسیں، ریفریشر کورس اور دیگر ادبی سرگرمیاں منعقد کیں۔ مقامی اور بیرونی اہلِ علم، ادیبوں اور شاعروں نے تحقیق، تنقید، شاعری اور دیگر ادبی شعبوں میں اہم خدمات انجام دیں۔ ریڈیو کشمیر، جموں نے بھی ادبی پروگراموں کے ذریعے اردو زبان و ادب کی ترویج میں اپنا کردار ادا کیا۔ اردو کی حالت بہتر بنانے کے لیے اسکولوں میں اردو کی تدریس کا مناسب انتظام، اردو اساتذہ کی تقرری، معیاری اور سستی کتابوں کی فراہمی، اردو میں نمایاں کارکردگی دکھانے والوں کی حوصلہ افزائی، مقابلے کے امتحانات میں

اردو میڈیم کی سہولت، اردو اکادمی کا قیام اور مصنفین کو کتابیں شائع کرنے کے لیے مالی معاونت فراہم کرنا ضروری ہے۔ اردو کے فروغ کے لیے صرف مشاعروں اور ادبی محفلوں کا انعقاد کافی نہیں، بلکہ تعلیمی، انتظامی، اشاعتی اور معاشرتی سطح پر بھی موثر اقدامات ضروری ہیں۔ جموں و کشمیر میں اردو کا سفر ایک طویل اور قابلِ ذکر تاریخی، ادبی اور تہذیبی سفر ہے۔ مختلف زبانوں اور بولیوں کے درمیان اردو نے رابطے اور باہمی تعلق کا اہم ذریعہ بن کر اپنی شناخت قائم کی۔ اردو کی تدریس، اشاعت، تحقیق اور ادبی سرگرمیوں پر خصوصی توجہ دے کر نئی نسل کو اس زبان سے جوڑا جا سکتا ہے اور جموں و کشمیر میں اردو کے شاندار ادبی ورثے کو مزید مضبوط اور مستحکم بنایا جا سکتا ہے۔

12.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
ارتقاء	:	ترقی، نشو ونما
سرمائی	:	سردیوں سے متعلق
درباری	:	دربار سے متعلق
چلن	:	رواج، استعمال
ادبی	:	ادب سے متعلق
انجمن	:	تنظیم، جماعت
ترویج	:	پھیلاؤ، فروغ
تخلیقات	:	تصنیفات، ادبی کارنامے
اہلِ سخن	:	شاعر و ادیب
سرفہرست	:	سب سے نمایاں
یادگاری	:	یاد سے متعلق
ذریعہ تعلیم	:	تعلیم دینے کا وسیلہ

آئین ساز	:	آئین بنانے والا
رابطہ	:	تعلق،میل جول
بےتوجہی	:	لاپروائی
فروغ	:	ترقی، پھیلاؤ
معیاری	:	اچھے معیار کا
فقدان	:	کمی، نایابی
ریفریشر کورس	:	معلومات میں تازگی لانے کا تربیتی کورس
حوصلہ افزائی	:	ہمت بڑھانا
رعایتی	:	کم قیمت والا
سبسڈی	:	مالی امداد
حالتِ زار	:	خراب حالت
کارہائے نمایاں	:	نمایاں خدمات
تہذیبی	:	تہذیب سے متعلق

12.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

1۔ جموں وکشمیر میں اردو زبان کے تاریخی ارتقاء پر تفصیلی نوٹ لکھیں؟

2۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں اردو زبان وادب کی ترقی کے بارے میں بیان کریں؟

3۔ صوبہ جموں میں اردو کی ادبی انجمنوں اور اخبارات ورسائل کی خدمات پر روشنی ڈالیں؟

4۔ صوبہ جموں میں اردو کی موجودہ صورتِ حال اور اس کے فروغ کے لیے ضروری اقدامات بیان کریں؟

12.7۔ مشقی سوالات:۔

1۔ جموں وکشمیر میں اردو کے فروغ میں ادبی انجمنوں نے کیا کردار ادا کیا؟

2۔ صوبہ جموں میں اردو کے زوال کی اہم وجوہات کیا ہیں؟

12.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

1۔ ادبی انجمنوں نے مشاعرے، ادبی کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کر کے اردو زبان وادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

2۔ اردو اساتذہ کی کمی، معیاری کتابوں کا فقدان اور ہندی وانگریزی کے بڑھتے ہوئے استعمال کی وجہ سے صوبہ جموں میں اردو کا چلن کم ہوا۔

(جوابات سرگرمی:۔ ا۔ سرکاری زبان، ۲۔ 2019ء میں، ۳۔ درجہ رکھتی)

12.9۔ امدادی کتب:۔

ا۔ کشمیر میں اردو	عبدالقادر سروری
۲۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما	ڈاکٹر برج پریمی
۳۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۴۔ جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری

سبق نمبر:۱۳:۔آزادی سے قبل غیر سرکاری اداروں کی خدمات

ساخت:

13.0 اغراض ومقاصد

13.1 تعارف

13.2 آزادی سے قبل غیر سرکاری اداروں کی خدمات

13.3 دیگر ادبی واصلاحی انجمنیں اوران کی خدمات

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

13.4 عمومی جائزہ

13.5 فرہنگ

13.6 نمونہ امتحانی سوالات

13.7 مشقی سوالات

13.8 مشقی سوالات کے جوابات

13.9 امدادی کتب

13.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کے فروغ میں ادبی انجمنوں کے کردار سے واقف ہو جائیں گے۔مختلف ادبی، علمی اور

اصلاحی انجمنوں کے قیام، ان کے اغراض ومقاصد اور ادبی خدمات کے بارے میں جان سکیں گے۔ بزمِ سخن جموں، بزمِ اردو جموں وکشمیر، انجمنِ نصرت الاسلام، حلقہ اربابِ ذوق، بزمِ مشاعرہ، بزمِ ادب، اردو سبھا، بزمِ ادب کشتواڑ، انجمنِ ترقی پسند مصنفین اور اخوان الصفا جیسی اہم انجمنوں کی تاریخ اور سرگرمیوں سے واقف ہو جائیں گے۔ یہ سمجھ سکیں گے کہ ان انجمنوں نے مشاعروں، ادبی محفلوں، سیمیناروں، مباحثوں، سالانہ جلسوں اور دیگر ادبی سرگرمیوں کے ذریعے اردو زبان وادب کی ترقی اور ترویج میں کس طرح اہم کردار ادا کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھ سکیں گے کہ غیر سرکاری ادبی اداروں نے اردو کے فروغ، ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی اور نئی نسل میں شعر وادب کا ذوق پیدا کرنے میں کس قدر نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ وہ 1947ء کے سانحے اور تقسیمِ ہند کے نتیجے میں ان ادبی انجمنوں کو پہنچنے والے نقصان اور ان کی سرگرمیوں پر پڑنے والے اثرات سے بھی واقف ہو جائیں گے اور ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی ترقی کے سلسلے میں ان ادبی انجمنوں کی اہمیت اور تاریخی خدمات کو سمجھ سکیں گے۔

13.1۔تعارف:۔

اردو زبان وادب کی ترقی اور ترویج میں ادبی انجمنوں کا کردار ہمیشہ سے نہایت اہم رہا ہے۔ ادبی انجمنیں دراصل وہ پلیٹ فارم ہیں جہاں ادیب، شاعر، دانشور، اساتذہ اور ادب سے دلچسپی رکھنے والے افراد ایک دوسرے سے مل بیٹھتے ہیں، اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور زبان وادب کے فروغ کے لیے مختلف سرگرمیوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر میں بھی اردو زبان وادب کی آبیاری میں مختلف ادبی، علمی اور اصلاحی انجمنوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ان انجمنوں نے ایسے وقت میں اردو کے فروغ کی ذمہ داری سنبھالی جب سرکاری سطح پر اردو کی ترقی کے لیے خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے جا رہے تھے۔ ان ادبی اداروں نے مشاعروں، ادبی محفلوں، جلسوں، سیمیناروں، مباحثوں اور دیگر علمی وادبی سرگرمیوں کے ذریعے اردو زبان کو عوام میں مقبول بنانے کے ساتھ ساتھ نئے لکھنے والوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ ان محفلوں میں ملک کے نامور شعرا اور ادبا شریک ہوتے تھے، جس سے ریاست کے نوجوانوں میں شعر وسخن اور ادب سے دلچسپی پیدا ہوتی تھی۔ ریاست میں قائم ہونے والی اہم انجمنوں میں انجمنِ مفرح القلوب، بزمِ سخن جموں، بزمِ اردو جموں وکشمیر، انجمنِ نصرت الاسلام، حلقہ اربابِ ذوق، بزمِ مشاعرہ، بزمِ ادب، اردو سبھا، بزمِ ادب کشتواڑ، انجمنِ ترقی پسند مصنفین اور اخوان الصفا کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان انجمنوں میں بعض کا مقصد شاعری کو فروغ دینا تھا، بعض نے اردو تعلیم اور اصلاحِ معاشرہ پر توجہ دی اور بعض نے فکشن، ڈراما، تنقید اور دیگر ادبی

شعبوں کی ترقی کے لیے کام کیا۔ بزمِ سخن جموں نے خصوصاً مشاعروں کے ذریعے جموں کے ادبی ماحول کو سرگرم بنانے میں اہم کردار ادا کیا اور بعد میں اس کا دائرہ کار کشمیر تک وسیع کیا گیا۔ اسی طرح انجمنِ نصرت الاسلام نے علمی، اصلاحی اور تعلیمی سرگرمیوں کے ذریعے کشمیر کے مسلمانوں میں علم و ادب کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ حلقہ اربابِ ذوق اور انجمنِ ترقی پسند مصنفین نے بھی نوجوان ادیبوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور ادبی مباحث کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان انجمنوں کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی ادبی محفلوں میں ریاست کے علاوہ بیرونِ ریاست کے ممتاز شعرا اور ادیب بھی شریک ہوتے تھے، جس سے ریاست کے ادبی ماحول میں وسعت اور تازگی پیدا ہوئی۔ 1947ء کے سیاسی اور فرقہ وارانہ حالات نے ان میں سے کئی ادبی اداروں کی سرگرمیوں کو شدید متاثر کیا اور بعض انجمنیں اپنے بہت سے اہم اراکین سے محروم ہوگئیں، لیکن ان کی ادبی خدمات اردو کی تاریخ کا ایک اہم باب بن گئیں۔ اس طرح ریاست جموں و کشمیر میں اردو زبان و ادب کے فروغ کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مختلف غیر سرکاری ادبی، علمی اور اصلاحی انجمنوں نے اردو کو عوام تک پہنچانے، ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی کرنے، ادبی ذوق پیدا کرنے اور اردو ادب کی مختلف اصناف کو فروغ دینے میں نہایت اہم اور نا قابلِ فراموش کردار ادا کیا۔

13.2۔ آزادی سے قبل غیر سرکاری اداروں کی خدمات

کسی بھی زبان کو فروغ دینے اور اسے مقبول بنانے میں ان ادبی انجمنوں کا رول بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو وقتاً فوقتاً ادبی تقاریب کا انعقاد کر کے لکھنے والوں کو نئی تحریک بخشتی ہیں۔ ریاست کی مختلف زبانوں کی ترقی و ترویج کے لیے ادبی انجمنیں 19 ویں صدی کے وسط سے ہی سرگرم رہی ہیں۔ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے، ماضی میں بھی اور موجودہ دور میں بھی کئی غیر سرکاری ادارے اردو کے فروغ کے لیے اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ یہ غیر سرکاری ادبی ادارے مشاعروں، سیمیناروں، ادبی بحث و مباحثوں اور تقاریب کا اہتمام کر کے اردو کی بقا اور اردو کو اس کے حقوق دلانے کے لیے کلیدی رول ادا کرتے رہے ہیں۔ ان ادبی تنظیموں کی ادبی سرگرمیوں کی وجہ سے ریاست میں اردو مقبول سے مقبول تر ہوتی گئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہونے کے باوجود سرکار اس زبان کے تئیں وہ برتاؤ نہیں کر رہی تھی جو اسے کرنا چاہیے تھا۔ ریاست میں آزادی سے پہلے بھی اور آزادی کے بعد بھی مختلف ادبی تنظیموں نے اردو کے سلسلے میں جو کارنامے انجام دیے ہیں، انہیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

ریاست جموں و کشمیر میں تہذیبی اور ادبی اقدار کو غیر سرکاری اداروں کے ذریعے فروغ دینے کی اولین کوششوں میں منشی سراج الدین احمد خان کی قائم کردہ انجمن " مفرح القلوب " کا نام نمایاں ہے۔ اس انجمن کے ذریعے باقاعدگی کے ساتھ جلسے منعقد ہوتے تھے اور مشاعروں کا

بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔شیخ عبدالقادر اور علامہ اقبال جیسے نامور دانشوروں نے بھی اس کے بعض جلسوں میں شرکت کی۔ان کے علاوہ چودھری خوشی محمد ناظر،محمد حسین عارف اور مرزا اسعدالدین سعد وغیرہ نے بھی اس ادبی فضا کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کیا۔

ریاست میں سب سے پہلی باقاعدہ ادبی انجمنوں میں بزمِ سخن جموں کا نام بھی اہمیت کا حامل ہے۔ بزمِ سخن جموں کا قیام 1912ء میں عمل میں لایا گیا۔ابتدا میں اس کی مہینے میں دو دفعہ ادبی میٹنگیں منشی غلام حیدر چشتی کے گھر پر منعقد ہوتی تھیں۔جیسا کہ اس انجمن کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے،اس کا مقصد شاعری کو فروغ دینا تھا،لیکن 1932ء میں محسوس کیا گیا کہ اس کے اغراض ومقاصد کا دائرہ وسیع کیا جائے۔اس لیے 1933ء میں اس بزم کا نام تبدیل کر کے''بزمِ اردو'' کھا گیا اور اس کے دروازے ادب کے دوسرے تخلیقی شعبوں کے لیے بھی کھول دیے گئے۔

1937ء میں قیس شیروانی اس کے جنرل سکریٹری مقرر کیے گئے۔اس بزم کا قیام چند نوجوانوں کی کوششوں سے عمل میں آیا تھا۔ان سرگرم نوجوانوں میں مرزا مبارک بیگ،شیخ غلام محمد خان چشتی اور عبدالحکیم پیش پیش تھے۔ بزمِ سخن کی ابتدائی محفلوں میں مصرعہ طرح پر غزلیں پڑھی جاتی تھیں۔ 1947ء تک یہ بزم قائم رہی اور اس دوران اس کی سرگرمیوں کی بدولت جموں اور کشمیر کے نوجوانوں میں شعروسخن کا ذوق پروان چڑھتا رہا۔''بزمِ سخن'' کا نام جب تبدیل کر کے''بزمِ اردو'' رکھا گیا تو 1942ء میں جناب کشوری لال کو اس کا صدر، جناب اظہر عسکری کو نائب صدر، جناب طارق کشمیری کو جوائنٹ سکریٹری اور جناب غلام محمد محی الدین اظہر کو اس کا خازن مقرر کیا گیا۔ بزمِ سخن نے متواتر ادبی محفلوں کے علاوہ سالانہ مشاعروں کا بھی اہتمام کیا۔ یہ مشاعرے اتنے شاندار انداز سے منعقد ہوتے تھے اور لوگوں کو ان سے اتنی زیادہ دلچسپی پیدا ہوگئی تھی کہ وہ سال بھر مشاعرے کے منتظر رہتے،تاکہ اپنے محبوب سخنوروں کا تازہ کلام سن سکیں۔ بزم کے زیرِ اہتمام منعقدہ مشاعروں میں اردو کے اعلیٰ پایہ کے شعرا نے شرکت کی۔ان میں حفیظ جالندھری، سیماب اکبرآبادی،تاجور نجیب آبادی، ہری چند اختر،موہن لال ساحر،اثر صہبائی، عابد علی عابد، چودھری خوشی محمد ناظر، پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی، یاس یگانہ چنگیزی، جوش ملیح آبادی،اختر شیرانی،جگر مرادآبادی،احسان دانش،ڈاکٹر محمد دین تاثیر،نواب جعفر علی خان اثر اور فیض احمد فیض وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ بزم کا پہلا تاریخی مشاعرہ 1927ء میں منعقد ہوا،جس کی صدارت رچھپال سنگھ شیدا نے کی۔ان مشاعروں کی وجہ سے جموں میں ادبی چہل پہل پیدا ہوئی۔ان مشاعروں کے دوسرے دن انجمنِ اسلامیہ کا سالانہ جلسہ مسلم ہال میں منعقد ہوتا تھا اور رات کو شعروسخن کی محفل سجتی تھی۔تعلیمی،ثقافتی اور ادبی محفلوں کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔بزم کے زیرِ اہتمام ایک اجتماع میں جب مولانا علیم الدین سالک نے شرکت کی تو انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ بزم کے کام کو صرف جموں تک محدود نہیں رکھنا چاہیے، بلکہ اس کی سرگرمیوں کو کشمیر تک بھی وسعت دینی چاہیے۔ چنانچہ کشمیر میں اس کی ایک شاخ کھولی گئی اور بزمِ اردو جموں کا نام تبدیل کر کے بزمِ

اردو جموں وکشمیر رکھا گیا۔ یہ نام اس جلسے میں تبدیل کیا گیا جو سری نگر میں منعقد ہوا۔ اس جلسے میں مشہور صحافی پنڈت پریم ناتھ بزاز کے علاوہ یوسف خان، عبداللہ قریشی، پنڈت دینا ناتھ مست اور قیس شیروانی بھی موجود تھے۔ بزمِ اردو جموں وکشمیر کے پہلے صدر پنڈت دینا ناتھ مست منتخب ہوئے۔ اس کا ایک شاندار مشاعرہ مشن اسکول سری نگر کے احاطے میں منعقد ہوا۔

بزمِ اردو جموں وکشمیر کے مشاعرے گرمیوں میں سری نگر اور سردیوں میں جموں میں منعقد ہونے لگے۔ ریاست کی صنعتی نمائش کے موقع پر بھی سری نگر میں مشاعروں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ 1939ء میں اس بزم کے زیرِ اہتمام سری نگر میں ایک یادگار مشاعرہ منعقد ہوا۔ کل ہند ایجوکیشنل کانفرنس کا جب سری نگر میں اہتمام کیا گیا تو اس میں ہندوستان کے مایہ ناز ماہرینِ تعلیم، مثلاً ڈاکٹر ذاکر حسین، مولوی عبدالحق، سرتیج بہادر سپرو، ڈاکٹر امرناتھ جھا، بشیر الدین احمد اور غلام کیفی نے شرکت کی۔ بزم کی طرف سے اس موقع پر ایک شاندار مشاعرے کا اہتمام کیا گیا، جس کی صدارت سرتیج بہادر سپرو نے کی، جو اُس وقت انجمنِ ترقیِ اردو کے صدر تھے۔ اپنی صدارتی تقریر میں سرتیج بہادر سپرو نے اردو کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں طویل اور تاریخی خطبہ دیا۔ دوسرے دن ڈل جھیل پر ایک شاندار مشاعرے کا اہتمام کیا گیا۔ مشاعرے کے لیے شکارے سجائے گئے اور ان شکاروں میں چاندنی رات میں ڈل پر شاعروں نے اپنا کلام پیش کیا۔ اس مشاعرے کی روداد حبیب کیفی نے ایک جگہ یوں لکھی ہے:

> ''رات چاندنی تھی، فضا میں خوشگوار خنکی تھی۔ ڈل کے سینے پر آرام دہ اور نظر نواز شکاروں کا بیڑا رواں تھا۔ ہانجیوں نے شکاروں کو کچھ اس طرح ترتیب دیا کہ ایک حلقہ سا بن کر رنگ ونور کا تیرتا ہوا حلقہ نظر آنے لگا۔ جس شاعر کے پڑھنے کی باری آتی، وہ درمیان کے شکارے میں آجاتا، اپنا کلام سناتا اور پھر اپنی جگہ پر چلا جاتا۔ کسی کو محسوس ہی نہیں ہوا کہ یہ بزم سطحِ آب پر تیر رہی ہے۔''

ریاست کے جن ادیبوں کو اس بزم کی وساطت سے شہرت ملی اور جنھوں نے اس کی تقاریب میں شرکت کی، ان میں نند لال طالب، غلام حیدر چشتی، غلام رسول نازکی، حبیب کیفی، میکش کشمیری، کوثر فردوسی، رسا جاودانی، منوہر لال دل، غلام احمد فدا، کشن سمیل پوری، محمد نور الٰہی، قاضی نظام الدین، فتح حسین شاہ، موہن یاور، کشمیری لال ذاکر، نرسنگھ داس نرگس اور اللہ رکھا ساغر وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔

1947ء کے سانحے کے بعد اس بزم کے بعض اراکین یا تو پاکستان چلے گئے یا فرقہ وارانہ فساد میں مارے گئے۔ تقسیم کا یہی سانحہ اس بزم کو بھی لے ڈوبا۔ پھر بھی تقسیم سے پہلے ریاست جموں وکشمیر میں شاعری کے علاوہ فکشن اور تنقید کے شعبے میں اس بزم نے نمایاں کارنامے انجام دیے۔

اس بزم کے بارے میں پروفیسر ظہور الدین اپنی کتاب Development of Urdu language and literature in

jammu region میں لکھتے ہیں:

"The out standing contribution of Bazm - i- Sukhan /Bazm-i- Urdu jammu is that it gives tremendous importance to poetry, fiction , drama and criticism in this region."

13.3۔دیگرادبی واصلاحی انجمنیں اوران کی خدمات:۔

انجمنِ نصرت الاسلام

جموں وکشمیر کی اہم علمی،اصلاحی اورادبی انجمنوں میں انجمنِ نصرت الاسلام کا نام نمایاں ہے۔یہ انجمن 1905ء میں قائم ہوئی۔اس کے بانی میر واعظ رسول شاہ صاحب تھے۔میر واعظ مولوی غلام رسول شاہ نے کشمیر کے مسلمانوں میں علم کو عام کرنے کے لیے وہی کام انجام دیا جو سرسید احمد خان نے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے انجام دیا تھا۔انجمنِ نصرت الاسلام کے بانیوں کے پیشِ نظر انجمنِ حمایتِ اسلام کے طرز پر کام کرنا تھا۔انجمنِ نصرت الاسلام کے سالانہ جلسے بھی انجمنِ حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسوں کی طرح ہوتے تھے،جن میں حالی اور اقبال بھی اپنی نظمیں سناتے تھے۔ان جلسوں میں سرکردہ مسلمانوں کے علاوہ پنڈت علما اور کبھی کبھی انگریز عہدہ دار بھی شرکت کرتے تھے۔کشمیر کے اساتذہ وشعرا میں منشی امیر الدین امیر اور منشی صادق علی خان صادق ان جلسوں میں اپنی اردو قومی نظمیں پیش کرتے تھے۔منشی محمد الدین فوق نے بھی بعض سالانہ جلسوں میں شرکت کی تھی۔اس کے علاوہ انجمن کے سر پرستوں میں رحمان ڈار،خواجہ عبدالغنی وکیل،منشی غلام محمد خادم اور خواجہ عبدالصمد نگر وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔انجمن کے جلسوں میں جو نظمیں،مضامین اور تقریریں پیش کی جاتی تھیں،جلسوں کی یہ ساری روداد ہر سال شائع کی جاتی تھی۔

حلقہ اربابِ ذوق

حلقہ اربابِ ذوق ایک انجمن تھی جو چند کشمیری نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ان نوجوانوں میں پروفیسر پی۔این۔پشپ،غلام رسول نازکی، مرزا عارف بیگ اور قیصر قلندر وغیرہ کے نام اہم ہیں۔اس ادارے کا بنیادی مقصد اردو کی ترقی تھا۔اس کا قیام 1943ء کے آس پاس عمل میں آیا۔یہ لوگ آپس میں مل بیٹھتے اور اردو کی ترقی کے بارے میں منصوبے تیار کرتے تھے۔اس انجمن نے اردو کو کشمیر میں مقبول کرنے میں اہم رول ادا کیا۔1947ء کے ہنگاموں میں اس اہم ادبی انجمن کا چراغ بھی بجھ گیا۔

بزمِ مشاعرہ

جموں کے اہلِ ذوق حضرات نے 1914ء 1915- ء میں بزمِ مشاعرہ کے نام سے ایک انجمن قائم کی۔ اسکے آغاز اور تنظیم میں صاحب زادہ محمد عمر، شیخ غلام نقشبند، سردار وزیر محمد خان اور شیخ غلام قادر کی کوششوں کو بڑا دخل تھا۔ اس بزم کے زیرِ اہتمام پندرہ روزہ مشاعرے منعقد ہوتے تھے اور جموں کا عجائب گھر مشاعروں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ ان مشاعروں میں غزلیں پڑھی جاتی تھیں۔ تاہم یہ بزم زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی۔

بزمِ ادب

بزمِ ادب 1944ء میں سری نگر میں قائم ہوئی۔ اس کے بنیاد گزار جناب عارف بیگ تھے۔ یہ انجمن " گریز" نام کا ایک ماہانہ جریدہ بھی نکالتی تھی۔ بعد میں یہ بزم اردو کے بجائے کشمیری زبان کی ترقی کی طرف متوجہ ہوگئی، لیکن پھر بھی اردو ادب کی ترقی کے لیے اس انجمن نے جو خدمات انجام دیں، انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اردو سبھا

شری پرتاپ سنگھ کالج میں "بزمِ ادب" نام کی ایک اور سوسائٹی تھی۔ کالج کے پروفیسر اسے چلاتے تھے۔ جب اس کالج کے پرنسپل پروفیسر محمد دین تاثیر مقرر ہوئے تو ان کے کہنے پر اس سوسائٹی کا نام "اردو سبھا" رکھا گیا۔ جو طلبہ اردو میں پرائیویٹ طور پر عالم فاضل کے امتحانات دیتے تھے، انہیں اس سبھا کے اراکین مفت تعلیم دیتے تھے۔ یہ بزم باقاعدگی کے ساتھ ادبی محفلوں کا اہتمام کرنے کے علاوہ مشاعروں کا انتظام بھی کرتی تھی۔

بزمِ ادب کشتواڑ

بزمِ ادب کشتواڑ 1935ء میں عشرت کشمیری کی سرتوڑ کوششوں کا نتیجہ تھی۔ عشرت صاحب نے مقامی نوجوانوں سے مل کر اردو کے چاہنے والوں کا ایک خاص گروپ قائم کیا۔ اس گروپ میں نشاط کشتواڑی، غلام حیدر گاگرو غیرہ جیسے لوگ بھی شامل تھے۔ عشرت اس بزم کے پردھان اور قیصر سیکریٹری تھے۔

انجمنِ ترقی پسند مصنّفین

ملک میں انجمنِ ترقی پسند مصنّفین کا قیام 1936ء میں عمل میں آیا اور اس کی شاخیں ملک کے دوسرے حصوں میں بھی قائم ہوئیں۔ کشمیر میں اس انجمن کی شاخ 1942ء میں قائم کی گئی۔ اس کے ابتدائی ممبران میں پریم ناتھ پردیسی، رمانند ساگر، سومناتھ زتشی اور ل۔م۔ شاہد شامل

تھے۔انجمن کے ہفتہ وار اجلاس اکثر پریم ناتھ پردیسی کے گھر پر ہوا کرتے تھے۔اس کے مختلف جلسوں میں جن ممتاز ادبی شخصیات نے حصہ لیا،ان میں بلراج ساہنی، غلام احمد مہجور، عبدالستار عاصی، رمانند ساگر، پروفیسر ہاشمی سہیل عظیم آبادی، دیوندر ستیارتھی، ڈاکٹر محمد دین تاثیر اور راجندر سنگھ بیدی وغیرہ شامل تھے۔ان ادیبوں نے شعری اور ادبی مذاکرات کا سلسلہ شروع کرکے جموں وکشمیر میں زبان وادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

اخوان الصفا

"اخوان الصفا" کے نام سے ایک اور بزمِ سخن بھی قائم کی گئی تھی۔مولانا فطرت گیلانی، حیرت کاملی، محمد امین داراب اور کمال الدین شیدا نے اسے سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا۔اس میں ریاستی اور غیر ریاستی ادبا وشعرا شریک ہوتے تھے۔غرض کہ 1947ء کے سانحے کے بعد ان اداروں اور انجمنوں کے بعض اراکین یا تو پاکستان چلے گئے یا فرقہ وارانہ فساد میں مارے گئے۔تقسیم کا یہی سانحہ ان اداروں اور انجمنوں کو بھی لے ڈوبا۔پھر بھی تقسیم سے پہلے ریاست جموں وکشمیر میں شاعری کے علاوہ فکشن اور تنقید کے شعبوں میں مختلف انجمنوں اور اداروں نے نمایاں کارنامے انجام دیے۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ وطالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔اب جبکہ آپ نے ''آزادی سے قبل غیر سرکاری اداروں کی خدمات'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 13.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجیے:۔

ریاست میں سب سے پہلی باقاعدہ ادبی انجمنوں میں ــــــ کا نام بھی اہمیت کا حامل ہے۔بزمِ سخن جموں کا قیام 1912ء میں عمل میں لایا گیا۔ابتدا میں اس کی مہینے میں دو دفعہ ادبی میٹنگیں منشی غلام حیدر چشتی کے گھر پر منعقد ہوتی تھیں۔جیسا کہ اس انجمن کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے، ــــــ شاعری کو فروغ دینا تھا، لیکن 1932ء میں محسوس کیا گیا کہ اس کے اغراض ومقاصد کا دائرہ وسیع کیا جائے۔اس لیے 1933ء میں اس بزم کا نام تبدیل کرکے بزمِ اردو رکھا گیا اور اس کے دروازے ادب کے دوسرے تخلیقی شعبوں کے لیے بھی کھول دیے گئے۔

13.4۔عمومی جائزہ:۔

ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی ترقی اور ترویج کی تاریخ میں ادبی انجمنوں اور غیر سرکاری ادبی اداروں کا کردار نہایت اہم اور نمایاں رہا ہے۔کسی بھی زبان کو زندہ رکھنے، اسے مقبول بنانے اور نئی نسل تک منتقل کرنے کے لیے ادبی سرگرمیوں کا مسلسل جاری رہنا ضروری ہوتا ہے۔ریاست جموں وکشمیر میں مختلف ادوار میں قائم ہونے والی ادبی، علمی اور اصلاحی انجمنوں نے اسی ضرورت کو پورا کیا۔ان انجمنوں نے مشاعروں، ادبی محفلوں، جلسوں، سیمیناروں، مباحثوں، تقریری مقابلوں اور دیگر علمی وادبی سرگرمیوں کے ذریعے اردو زبان وادب کے فروغ میں اہم خدمات انجام دیں۔ان اداروں کی کوششوں سے نہ صرف اردو کو عوام میں مقبولیت حاصل ہوئی بلکہ نوجوانوں میں بھی شعروادب کا ذوق پیدا ہوا اور نئے ادیبوں اور شاعروں کو اپنی صلاحیتیں اجاگر کرنے کے مواقع فراہم ہوئے۔

ریاست میں اردو کے فروغ کے سلسلے میں قائم ہونے والی ابتدائی انجمنوں میں مفرح القلوب کا نام نمایاں ہے، جسے منشی سراج الدین احمد خان نے قائم کیا تھا۔اس انجمن کے ذریعے باقاعدگی سے جلسے اور مشاعرے منعقد کیے جاتے تھے۔شیخ عبدالقادر اور علامہ اقبال جیسے نامور دانشوروں کی شرکت نے اس انجمن کی ادبی اہمیت میں مزید اضافہ کیا۔اسی طرح بزمِ سخن جموں کا قیام 1912ء میں عمل میں آیا۔ابتدا میں اس انجمن کا بنیادی مقصد شاعری کو فروغ دینا تھا اور اس کے زیرِ اہتمام باقاعدگی سے ادبی نشستیں اور مشاعرے منعقد ہوتے تھے۔بعد میں اس کے اغراض ومقاصد کا دائرہ وسیع کیا گیا اور 1933ء میں اس کا نام تبدیل کر کے ''بزمِ اردو'' کھا گیا۔اس طرح شاعری کے ساتھ ساتھ ادب کی دوسری اصناف کے لیے بھی اس کے دروازے کھول دیے گئے۔

بزمِ سخن اور بعد میں بزمِ اردو کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں نے جموں کے ادبی ماحول میں نئی روح پیدا کی۔ان مشاعروں میں حفیظ جالندھری، سیماب اکبرآبادی، تاجور نجیب آبادی، ہری چند اختر، جوش ملیح آبادی، جگر مرادآبادی، فیض احمد فیض اور دیگر نامور شعراء نے شرکت کی۔ان مشاعروں کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ لوگ پورا سال ان مشاعروں کا انتظار کرتے تھے تاکہ اپنے پسندیدہ شعرا کا تازہ کلام سن سکیں۔بعد میں بزم کی سرگرمیوں کو کشمیر تک وسعت دی گئی اور اس کا نام بزمِ اردو جموں وکشمیر رکھا گیا۔اس کے مشاعرے موسم کے اعتبار سے جموں اور سری نگر میں منعقد ہونے لگے۔ڈل جھیل پر منعقد ہونے والے شاندار مشاعرے اس بزم کی ادبی سرگرمیوں کی ایک خوب صورت مثال تھے، جنہوں نے کشمیر کے ادبی ماحول کو بھی متاثر کیا۔

اردو کے فروغ میں انجمنِ نصرت الاسلام نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ یہ انجمن 1905ء میں میر واعظ مولوی غلام رسول شاہ کی کوششوں سے قائم ہوئی۔ اس کا مقصد علمی، تعلیمی اور اصلاحی سرگرمیوں کے ذریعے کشمیر کے مسلمانوں میں علم و ادب کو فروغ دینا تھا۔ اس کے سالانہ جلسوں میں شعرا، علما، دانشور اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شرکت کرتے تھے۔ ان جلسوں میں اردو کی قومی نظمیں، مضامین اور تقاریر پیش کی جاتی تھیں اور ان کی روداد بھی شائع کی جاتی تھی۔ اس طرح انجمن نے اردو زبان کو تعلیمی اور ادبی سطح پر آگے بڑھانے میں اہم خدمت انجام دی۔

اسی سلسلے میں حلقہ اربابِ ذوق، بزمِ مشاعرہ، بزمِ ادب، اردو سبھا، بزمِ ادب کشتواڑ، انجمنِ ترقی پسند مصنفین اور اخوان الصفا جیسی انجمنوں نے بھی اپنے اپنے دائرہ کار میں اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے کام کیا۔ حلقہ اربابِ ذوق کا مقصد اردو کی ترقی تھا اور اس میں نوجوان ادیب اور دانشور باقاعدگی سے جمع ہو کر اردو ادب کے مسائل پر غور کرتے تھے۔ بزمِ مشاعرہ کے زیرِ اہتمام پندرہ روزہ مشاعرے منعقد کیے جاتے تھے۔ بزمِ ادب سری نگر نے ادبی سرگرمیوں کے ساتھ ایک ماہانہ جریدہ بھی جاری کیا۔ اردو سبھا نے طلبہ کو اردو کی تعلیم فراہم کرنے اور ادبی محفلوں اور مشاعروں کے انعقاد میں اہم کردار ادا کیا۔ بزمِ ادب کشتواڑ نے مقامی سطح پر اردو کے چاہنے والوں کو متحد کیا، جبکہ انجمنِ ترقی پسند مصنفین نے ادبی مذاکرات اور شعری نشستوں کے ذریعے ترقی پسند ادب کو فروغ دیا۔

ان تمام انجمنوں کی مجموعی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اردو کو محض ایک زبان کے طور پر نہیں بلکہ ایک تہذیبی اور ادبی وسیلے کے طور پر بھی فروغ دیا۔ ان کے ذریعے ریاست کے مختلف علاقوں کے شعرا اور ادیب ایک دوسرے کے قریب آئے اور ادبی روابط مضبوط ہوئے۔ مشاعروں اور ادبی نشستوں نے نئے لکھنے والوں کو اپنی تخلیقات پیش کرنے کا موقع دیا، جبکہ نامور شعرا اور ادیبوں کی شرکت سے مقامی ادبی سرگرمیوں کو قومی سطح کے ادب سے وابستہ ہونے کا موقع ملا۔ ان انجمنوں نے شاعری کے علاوہ فکشن، ڈراما، تنقید اور نثر کے دیگر شعبوں میں بھی ادبی ذوق کو پروان چڑھایا۔

1947ء کا سانحہ ریاست کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی زندگی کے ساتھ ساتھ ادبی سرگرمیوں کے لیے بھی ایک بڑا دھچکا ثابت ہوا۔ مختلف ادبی انجمنوں کے بعض اہم اراکین پاکستان چلے گئے جبکہ بعض فرقہ وارانہ فسادات کا شکار ہوئے۔ نتیجتاً بہت سی انجمنوں کی سرگرمیاں متاثر ہوئیں اور بعض ادارے ختم ہو گئے۔ اس کے باوجود ان انجمنوں کی خدمات اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ ریاست جموں و کشمیر میں اردو زبان و ادب کے فروغ، ادبی ذوق کی تربیت، نئے شعرا و ادبا کی حوصلہ افزائی اور مختلف اصنافِ ادب کی ترقی میں غیر سرکاری ادبی و اصلاحی

انجمنوں نے نہایت اہم، موثر اور نا قابلِ فراموش کردار ادا کیا۔ ان کی ادبی سرگرمیاں اس بات کا روشن ثبوت ہیں کہ کسی زبان کی ترقی صرف سرکاری سرپرستی سے نہیں بلکہ ادیبوں، شاعروں، طلبہ اور ادب دوست افراد کی اجتماعی کوششوں سے بھی ممکن ہوتی ہے۔

13.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
انجمن	:	مجلس، تنظیم
فروغ	:	ترقی، پھیلاؤ
ترویج	:	عام کرنا
ادبی	:	ادب سے متعلق
سرگرمی	:	کام، فعالیت
مشاعرہ	:	شعرا کی ادبی محفل
سیمینار	:	علمی نشست
مباحثہ	:	بحث و گفتگو
اصلاحی	:	اصلاح سے متعلق
قیام	:	قائم ہونا
اغراض	:	مقاصد
تذکرہ	:	ذکر، بیان
سرپرستی	:	نگہبانی، حوصلہ افزائی
نمایاں	:	ممتاز، اہم
نا قابلِ فراموش	:	جسے بھلایا نہ جا سکے

13.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

ا۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کے فروغ میں ادبی انجمنوں نے کیا کردار ادا کیا؟

۲۔ بزمِ سخن جموں کے قیام،اغراض ومقاصد اور ادبی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالیں؟

۳۔ انجمنِ نصرت الاسلام اور حلقہ اربابِ ذوق کی اردو کے فروغ کے لیے انجام دی گئی خدمات بیان کریں؟

۴۔ 1947ء کے سانحے نے ریاست جموں وکشمیر کی ادبی انجمنوں اور ان کی سرگرمیوں کو کس طرح متاثر کیا؟

13.7۔مشقی سوالات:۔

ا۔ بزمِ سخن جموں کا قیام کب عمل میں آیا اور اس کا بنیادی مقصد کیا تھا؟

۲۔ انجمنِ نصرت الاسلام نے اردو زبان وادب کے فروغ میں کیا کردار ادا کیا؟

13.8۔مشقی سوالات کے جوابات:۔

ا۔ بزمِ سخن جموں کا قیام 1912ء میں عمل میں آیا۔اس کا بنیادی مقصد شاعری اور شعر وسخن کو فروغ دینا تھا۔

۲۔ انجمن نصرت الاسلام نے جلسوں،اردو قومی نظموں،مضامین اور تقریروں کے ذریعے علم وادب اور اردو زبان کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

جوابات سرگرمی:۔ا۔ بزم سخن جموں،۲۔اس کا مقصد،۳۔1933ء میں)

13.9۔امدادی کتب:۔

١۔ کشمیر میں اردو — عبدالقادر سروری

٢۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما — ڈاکٹر برج پریمی

٣۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل — پروفیسر شہاب عنایت ملک

سبق نمبر:۱۴:۔ ریاست جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا آغاز وارتقاء

ساخت

14.0 اغراض ومقاصد

14.1 تعارف

14.2 ریاست جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا آغاز وارتقاء

14.3 آزادی کے بعد جموں وکشمیر میں اُردو شاعری

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

14.4 عمومی جائزہ

14.5 فرہنگ

14.6 نمونہ امتحانی سوالات

14.7 مشقی سوالات

14.8 مشقی سوالات کے جوابات

14.9 امدادی کتب

14.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کے آغاز وارتقا سے واقف ہوں گے۔ ریاست میں اُردو کے ابتدائی شعراء اوران کی ادبی خدمات کے

بارے میں جان جائیں گے۔ڈوگرہ عہد میں اُردو شاعری کو حاصل ہونے والی سر پرستی اور فروغ کو سمجھ سکیں گے۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں علم و ادب کی ترقی سے واقف ہوں گے، پنڈت ہرگوپال خستہ اوران کے معاصر شعراء کے ادبی مقام کو سمجھ جائیں گے۔انجمنِ مفرح القلوب کے قیام اوراس کی ادبی اہمیت سے آگاہ ہوں گے۔محمد الدین فوق اور پیرزادہ غلام احمد مہجور کی شعری وادبی خدمات سے واقف ہوں گے۔آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کی صورتِ حال کو سمجھ سکیں گے۔آزادی کے بعد اُبھرنے والے اہم شعراء اوران کے ادبی رجحانات سے واقف ہوں گے۔روایت،تقلید،ترقی پسندی، جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے اثرات کو سمجھ جائیں گے۔ریاست کے جدید شعراء کی تخلیقی کاوشوں اور عصری مسائل سے ان کی وابستگی سے آگاہ ہوں گے۔اُردو شاعری میں موضوع، زبان،اسلوب اوراظہار کے بدلتے ہوئے رجحانات کو سمجھ سکیں گے۔جدید دور کے شعراء کے ہاں کلاسیکیت ،ترقی پسندی، رومانیت،فطرت نگاری اور دیگر شعری رویوں کی موجودگی کو جان سکیں گے۔اور جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کے موجودہ رجحانات اوراس کے روشن مستقبل کے امکانات سے واقف ہوں گے۔

14.1۔تعارف:۔

جموں وکشمیر کی سرزمین کو قدرتی حسن،تہذیبی رنگارنگی اور علمی وادبی روایات کے اعتبار سے ایک منفرد مقام حاصل ہے۔اس خطے میں مختلف زبانوں اورادبی اصناف نے وقت کے ساتھ ترقی کی،جن میں اُردو زبان وادب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اُردو نے یہاں محض اظہارِ خیال کا ذریعہ بننے پر اکتفانہیں کیا بلکہ علمی،تہذیبی، سماجی اورادبی زندگی کو بھی گہرے طور پر متاثر کیا۔خاص طور پر اُردو شاعری نے اس خطے کے لوگوں کے جذبات،احساسات،تہذیبی اقدار، معاشرتی حالات اور عصری مسائل کی ترجمانی میں اہم کردارادا کیا۔جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کی روایت ایک طویل تاریخی پس منظر رکھتی ہے۔ابتدائی دور میں یہاں کے شعراء نے دکنی اور کلاسیکی شعری روایت سے اثر قبول کرتے ہوئے اُردو شاعری کی بنیاد مضبوط کی۔وقت گزرنے کے ساتھ ڈوگرہ عہد میں علم وادب کی سر پرستی ہوئی اور شاعری کے فروغ کے لیے سازگار ماحول پیدا ہوا۔اس دور کے شعراء نے مختلف شعری اصناف میں طبع آزمائی کی اوراپنے کلام کے ذریعے اُردو شاعری کی روایت کو آگے بڑھایا۔ادبی انجمنوں اور شعری محفلوں کے قیام نے بھی شعروادب کے فروغ میں نمایاں کردارادا کیا۔بیسویں صدی میں جموں وکشمیر کی اُردو شاعری نے ایک نئی سمت اختیار کی۔کشمیر کی تہذیب، کشمیریت،قومی احساس،سماجی مسائل اور آزادی کے جذبات نے شاعری کے موضوعات کو وسعت دی۔محمد الدین فوق اور غلام احمد مہجور جیسے شعراء نے اُردواور کشمیری شاعری کو نئی فکری اورفنی جہتیں عطا کیں۔ان کے بعد آنے والے شعراء نے بھی اپنے عہد کے

حالات اور مسائل کو شعری اظہار کا حصہ بنایا۔

1947ء کے بعد ریاست کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالات میں نمایاں تبدیلیاں آئیں، جن کے اثرات اُردو شاعری پر بھی مرتب ہوئے۔ شعراء نے ایک طرف کلاسیکی اور روایتی شعری اقدار کو برقرار رکھا تو دوسری طرف نئے موضوعات، نئے خیالات اور نئے اسالیبِ اظہار کو بھی اپنایا۔ ملک کی تقسیم، فسادات، قومی مسائل، سماجی تبدیلیاں اور انسانی جذبات شاعری کے اہم موضوعات بنے۔ بعد کے زمانے میں ترقی پسندی اور جدیدیت کی تحریکوں نے بھی جموں و کشمیر کے شعراء کو متاثر کیا اور اُردو شاعری میں نئے فکری اور فنی رجحانات پیدا ہوئے۔ دورِ جدید میں جموں و کشمیر کی اُردو شاعری نے مزید وسعت اختیار کی ہے۔ جدید علوم، ٹیکنالوجی، سائنسی ترقی اور بدلتے ہوئے معاشرتی حالات نے شاعر کے احساس و فکر کے دائرے کو وسیع کیا ہے۔ آج کے شعراء روایت سے وابستگی برقرار رکھتے ہوئے عصری زندگی کے مسائل، انسانی رشتوں، سماجی تبدیلیوں، سیاسی صورتِ حال اور جدید انسان کے احساسات کو اپنے شعری اظہار کا موضوع بنا رہے ہیں۔ اس طرح جموں و کشمیر میں اُردو شاعری ایک زندہ اور متحرک ادبی روایت کی صورت میں مسلسل آگے بڑھ رہی ہے اور اس کے روشن مستقبل کے امکانات بھی نمایاں ہیں۔

14.2۔ ریاست جموں و کشمیر میں اُردو شاعری کا آغاز و ارتقاء:۔

جموں و کشمیر میں اُردو شاعری کا آغاز میر کمال الدین حسین اندرابی رسوا سے ہوتا ہے۔ سلاست اور بندشِ الفاظ کے علاوہ ان کی شاعری میں اُس عہد کے دیگر شعراء کی طرح دکنی الفاظ بھی ملتے ہیں۔ رسوا کے ہم عصروں میں مرزا عبدالغنی بیگ قبول، پنڈت دیا رام خوش دل، مرزا محمد جان بیگ سامی اور زینب بی بی محجوب کے نام خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ جموں و کشمیر میں ان ابتدائی شعراء کے بعد ڈوگرہ عہد میں اُردو شاعری کو پنپنے کا موقع ملا۔ ڈوگرہ عہد میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے بعد جب رنبیر سنگھ نے حکومت سنبھالی تو ریاست میں علم و ادب کو کافی فروغ ملا۔ اس دور کے فنکاروں میں مہاراجہ پیپے نورینوں کے علاوہ پنڈت ہرگوپال خستہ کا نام اہم ہے۔ خستہ نثر و نظم دونوں میدانوں میں یکساں قدرت رکھتے تھے۔ ان کے معاصر شعراء میں پیرزادہ محمد حسین عارف، منشی امیر الدین امیر، حکیم بخش شیدا، محمد نور شاہ، پنڈت ٹھاکر پرشاد، محمود گامی، رسول میر اور پنڈت پرمانند کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ ان شعراء نے جملہ اصناف پر طبع آزمائی کی، لیکن ان کا طبعی رجحان زیادہ تر نظم کی طرف تھا۔ منشی امیر الدین امیر نے پیرزادہ محمد حسین عارف اور چودھری خوشی محمد ناظر کے ساتھ مل کر انجمنِ مفرح القلوب قائم کی اور اُردو شاعری کے شیدائیوں کو ایک ادبی مرکز فراہم کیا۔

انیسویں صدی کے آغاز میں محمد الدین فوق کشمیر اور کشمیریت کے اب تک کے سب سے بڑے علم بردار شاعر، صحافی، ادیب و مورخ

گزرے ہیں۔فوق کی شاعری کا مجموعہ " کلامِ فوق " کے عنوان سے شائع ہوا۔اسی عہد میں پیرزادہ غلام احمد مہجور کا نام اُردو اور کشمیری شاعری میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ یہ دونوں قادرالکلام شعراء علامہ اقبال سے متاثر تھے۔ان کے ہم عصروں میں غلام رسول کامگار، قاضی شمس الدین شمس، ماسٹر زندکول ثابت، مولوی محمد حسن، مرزا محمد یعقوب، طالب گورگانی، شیخ فقیر علی عاقل، قمر کمرازی اور نندہ لال وغیرہ کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

14.3۔آزادی کے بعد جموں وکشمیر میں اُردو شاعری:۔

1947ء میں انگریزوں سے ملک کی آزادی کے ساتھ ریاست جموں وکشمیر بھی ڈوگرہ حکمرانوں سے آزاد ہوئی۔ جب عوامی حکومت کا قیام عمل میں آیا تو دنیا کشمیر کے اپنے منصوبے کے مطابق اُردو زبان کو ہی سرکاری زبان کے طور پر برقرار رکھ کر حکومت نے اپنی دانش مندی کا ثبوت دیا۔آزادی کے بعد ریاست کے اکثر شعراء وادباء اگرچہ اپنی مادری زبانوں کی طرف متوجہ ہوئے، مگر اُردو زبان میں ادبی تخلیق کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔جموں وکشمیر میں آزادی کے بعد اُبھرنے والے شعراء میں غلام رسول نازکی، شہہ زور کاشمیری، شوریدہ کاشمیری، رسا جاودانی، نند لال طالب، عشرت کاشمیری، فاضل کاشمیری، غلام محمد طاؤس اور تنہا انصاری کے دوش بدوش متعدد دوسرے شعراء فکر میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔اس دور کے دوسرے شعراء میں طالب الدین آبادی، سیف الدین سیقی، مہندر ناتھ رہنہ، عبدالحق برق، اندر جیت لطف، وفا بھدرواہی، قیصر قلندر، اکبر جے پوری، شہزادی کلثوم، غلام نبی گونی، فدا کشتواڑی، ہمدم کاشمیری، عابد مناوری، ایرج کاشمیری وغیرہ ایسے نام ہیں جو روایت کے پاسدار ہونے کے ساتھ ساتھ جدیدیت کے علم بردار بھی ہیں۔

آزادی کے بعد جموں وکشمیر میں اُردو شاعری نے کافی فروغ پایا اور شعراء کی ایک بڑی تعداد اُردو شاعری کی طرف متوجہ ہوئی اور بہت سے شعری مجموعے شائع ہو کر منظرِ عام پر آئے۔ان شعراء نے حسبِ معمول اپنے استاد شعراء سے بہت کچھ سیکھا اور ساتھ ہی ایک نئی نسل بھی تیار کی جو اس وقت ریاست میں اُردو شاعری کو جدید رجحانات اور نئی جہتوں سے ہم کنار کرنے میں مصروف ہے۔ابتدائی دور کے بعد کے ادیبوں اور شاعروں کا رجحان ابھی روایت اور تقلید ہی کی طرف تھا، مگر کچھ نئے موضوعات اور مسائل بھی ابھر کر سامنے آئے۔ چنانچہ ملک کی تقسیم اور فسادات پر بھی قلم اٹھایا گیا۔1960ء تک آتے آتے ملکی سطح پر حالات میں کافی سدھار آچکا تھا۔قومی اور بین الاقوامی سطح پر تحریکات اور رجحانات کے تحت ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔اس دور کا اثر براہِ راست ریاست جموں وکشمیر کے شعراء پر بھی پڑا اور انہوں نے بھی روایت اور تقلید کے ساتھ ساتھ جدیدیت کو اپنانا شروع کیا۔

میر غلام رسول نازکی، حکیم منظور، حامدی کاشمیری، فاروق نازکی، شہباز راجوروی، سلطان الحق شہیدی جیسے شعراء نے جو کلاسیکی شعریات کی پیداوار تھے، انہوں نے بھی جدید رنگ وآہنگ اختیار کیا۔ان شعراء کے دوش بدوش شفق سوپوری، ایاز رسول نازکی، رفیق راز، ڈاکٹر رفیق انجم، منشور بانہالی، پرتپال سنگھ بیتاب، رخسانہ جبیں، اشرف ساحل، شجاع سلطان، خالد بشیر احمد، سید رضا، اقبال فہیم، خورشید مسلم، منیب الرحمٰن، بیتاب جے پوری، راج کمار چندن، پریمی رومانی، ساغر صحرائی، امداد ساقی، سید فضل اللہ، بیتابی، عابد احمد، صابر مرزا، جاوید آزر، فرید پربتی، بلراج بخشی، شگفتہ پروین، کے۔ڈی۔مینی، اقبال نازش، احمد شناس، راز مناوری، پرویز مانوس، عشاق کشتواڑی، نسرین نقاش، شام طالب، رفیق ہمراز اور لیاقت جعفری کے علاوہ کئی ایسے شعراء ہیں جو موجودہ دور میں شاعری پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔ان شعراء کے ہاں جدید رجحانات اور مابعد جدیدیت کے اثرات کافی حد تک رکھے جاسکتے ہیں۔

دورِ جدید کے شعراء نے اُردو شاعری کو روایتی پابندیوں سے آزاد کر کے نئے تقاضوں اور عصری مسائل سے ہم کنار کیا۔موضوع اور زبان واسلوب کے اعتبار سے ریاست جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کو نئی سمت و نیا وقار عطا کیا، جس کے نتیجے میں زبان و بیان اور اسلوب واظہار کے نئے سانچے وجود میں آئے، مگر اس کے باوجود یہ شعراء کلاسیکیت اور ترقی پسندی کی روایت سے دامن نہ چھڑا سکے۔چنانچہ ان کے کلام میں محبِ وطن، اشتراکیت، فطرت نگاری، رومانیت اور دوسرے کئی رویے بھی ملتے ہیں۔منشور بانہالی کا یہ شعر دیکھیے:۔

کاروانِ شوق کا بچھڑا ہوا راہی ہوں میں

مجھ کو تڑپاتی ہے منزل کی تمنا بار بار

اور پھر ڈاکٹر رفیق انجم کا یہ شعر:۔

امتحاں سے کیوں ڈریں، اولادِ ابراہیم ہیں

آگ سے دامن بچانا ہم کو آتا ہی نہیں

آج اکیسویں صدی کی تیسری دہائی میں جموں وکشمیر میں اُردو شعراء کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو اس وقت اپنا ادبی سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ان شعراء کی شاعری جدید علوم کی بدولت وسعت پذیر ہے۔جدید ٹیکنالوجی اور سائنسی علوم وفنون کی بدولت کافی وسیع ہے اور وہ پوری محنت ولگن سے اپنے تخلیقی سفر میں مصروف ہیں۔آئے دن کوئی نہ کوئی شعری مجموعہ منظرِ عام پر آتا رہتا ہے، جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا مستقبل روشن اور تابناک ہے۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا آغاز و ارتقاء'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 14.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

۔۔۔۔۔۔کے بعد جموں وکشمیر میں اُردو شاعری نے کافی فروغ پایا اور شعراء کی ایک بڑی تعداد اُردو شاعری کی طرف متوجہ ہوئی اور بہت سے۔۔۔۔۔شائع ہو کر منظرِ عام پر آئے۔ ان شعراء نے حسبِ معمول اپنے استاد شعراء سے بہت کچھ سیکھا اور ساتھ ہی ایک نئی نسل بھی تیار کی جو اس وقت ریاست میں اُردو شاعری کو جدید رجحانات اور نئی جہتوں سے ہم کنار کرنے میں مصروف ہے۔ ابتدائی دور کے بعد کے ادیبوں اور شاعروں کا رجحان ابھی روایت اور۔۔۔۔ہی کی طرف تھا، مگر کچھ نئے موضوعات اور مسائل بھی ابھر کر سامنے آئے۔

14.4۔عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کی روایت ایک طویل تاریخی اور ادبی پس منظر رکھتی ہے۔ یہاں اُردو شاعری کا آغاز میر کمال الدین حسین اندرابی رسوا سے ہوتا ہے اور ان کے بعد متعدد شعراء نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ ڈوگرہ عہد میں مہاراجہ رنبیر سنگھ کی سرپرستی میں علم وادب کو فروغ ملا اور پنڈت ہرگوپال خستہ سمیت کئی اہم شعراء نے اُردو شاعری کے دامن کو وسعت دی۔ اس دور میں ادبی انجمنوں کے قیام اور شعری محفلوں کے انعقاد نے بھی اُردو شاعری کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ بعد ازاں محمد الدین فوق اور غلام احمد مہجور جیسے قادر الکلام شعراء نے کشمیر اور کشمیریت کے جذبات کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا اور اُردو و کشمیری شاعری میں نمایاں مقام حاصل کیا۔

1947ء کے بعد ریاست جموں وکشمیر میں اُردو کو سرکاری زبان کی حیثیت برقرار رہی اور اُردو میں ادبی تخلیق کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اس دور میں غلام رسول نازکی، شہہ زور کاشمیری، شوریدہ کاشمیری، رسا جاودانی، عشرت کاشمیری، فاضل کاشمیری اور دیگر شعراء نے اُردو شاعری کو فروغ

دیا۔ ابتدا میں روایت اور تقلید کا غلبہ رہا، لیکن وقت کے ساتھ نئے موضوعات اور عصری مسائل شاعری کا حصہ بنتے گئے۔ 1960ء کے بعد جدیدیت اور دیگر جدید ادبی رجحانات کے اثرات ریاست کے شعراء پر بھی پڑے اور انہوں نے کلاسیکی روایت کے ساتھ جدید رنگ و آہنگ کو اپنانا شروع کیا۔ جدید دور کے شعراء نے اُردو شاعری کو روایتی پابندیوں سے آزاد کرتے ہوئے نئے تقاضوں، عصری مسائل اور جدید احساسات سے ہم کنار کیا۔ ان کے کلام میں کلاسیکیت، ترقی پسندی، رومانیت، فطرت نگاری، حب الوطنی اور دیگر شعری رویے بھی نمایاں ہیں۔ آج جموں و کشمیر میں شعراء کی ایک بڑی تعداد اُردو شاعری کے فروغ اور اس کی نئی جہتوں کی تشکیل میں مصروف ہے۔ جدید علوم، سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی نے ان کے فکری اور تخلیقی دائرے کو مزید وسیع کیا ہے۔ اس طرح جموں و کشمیر میں اُردو شاعری نے اپنے تاریخی سفر میں مختلف ادوار، رجحانات اور فکری تبدیلیوں سے گزرتے ہوئے ایک مضبوط ادبی روایت قائم کی ہے اور اس کا مستقبل روشن اور تابناک نظر آتا ہے۔

14.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
ارتقاء	:	ترقی، نشوونما
آغاز	:	ابتدا، شروع
سلاست	:	روانی، آسانی
بندشِ الفاظ	:	الفاظ کی ترتیب و ترکیب
دکنی	:	دکن سے متعلق
ہم عصر	:	ایک ہی زمانے میں رہنے والا
اہمیت	:	قدر و وقعت
ڈوگرہ عہد	:	ڈوگرہ حکمرانوں کا زمانہ
فروغ	:	ترقی، پھیلاؤ
سرپرستی	:	حمایت، نگہداشت

قدرت	:	مہارت، قابلیت
معاصر	:	ہم زمانہ
طبع آزمائی	:	اپنی صلاحیت کا اظہار کرنا
طبعی رجحان	:	فطری میلان
انجمن	:	ادبی یا علمی تنظیم
مفرح القلوب	:	دلوں کو خوش کرنے والی
شیدائی	:	دلدادہ، بہت زیادہ چاہنے والا
علم بردار	:	کسی فکر یا نظریے کو آگے بڑھانے والا
قادرالکلام	:	عمدہ اور مؤثر کلام کہنے والا
منفرد	:	بے مثال، نرالا
کشمیریت	:	کشمیر کی تہذیب وثقافت سے وابستگی
ادبی تخلیق	:	ادبی فن پارہ تخلیق کرنا
بدستور	:	مسلسل، اسی طرح
نمایاں	:	واضح، ممتاز
پاسدار	:	حفاظت کرنے والا، محافظ
جدیدیت	:	نئے خیالات اور جدید رجحانات کی تحریک
رجحان	:	میلان، جھکاؤ
عصری	:	موجودہ زمانے سے متعلق
تقلید	:	پیروی، نقل
تحریک	:	کسی مقصد کے لیے چلائی جانے والی کوشش

فسادات	:	ہنگامے، باہمی لڑائیاں
سدھار	:	بہتری، اصلاح
آہنگ	:	انداز، لے، طرز
کلاسیکیت	:	قدیم وکلاسیکی ادبی روایت سے وابستگی
ترقی پسندی	:	ترقی پسند خیالات کی حمایت
رومانیت	:	محبت اور جذبات پر مبنی رجحان
فطرت نگاری	:	قدرتی مناظر اور فطرت کی عکاسی
رویہ	:	طرزِ عمل، اندازِ فکر
مابعد جدیدیت	:	جدیدیت کے بعد کا ادبی رجحان
تخلیقی	:	نئی چیز پیدا کرنے سے متعلق
جہت	:	سمت، پہلو
سانچہ	:	نمونہ، قالب
تابناک	:	روشن، درخشاں

14.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

سوال ۱: جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کے آغاز اور ابتدائی دور کے اہم شعراء کے بارے میں تفصیل سے لکھیے؟

سوال ۲: ڈوگرہ عہد میں اُردو شاعری کے فروغ میں کن عوامل نے اہم کردار ادا کیا؟ وضاحت کیجیے؟

سوال ۳: 1947ء کے بعد جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کے رجحانات اور اہم شعراء کا مختصر جائزہ پیش کیجیے؟

سوال ۴: جموں وکشمیر کی جدید اُردو شاعری کی نمایاں خصوصیات بیان کرتے ہوئے جدید شعراء کے فکری وفنی رجحانات پر روشنی ڈالیے؟

14.7۔ مشقی سوالات:۔

سوال ا: جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا آغاز کس شاعر سے ہوتا ہے؟

سوال ۲: جدید دور کے شعراء نے اُردو شاعری میں کیا نمایاں تبدیلیاں پیدا کیں؟

14.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

جواب ا: جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا آغاز میر کمال الدین حسین اندرابی رسوا سے ہوتا ہے۔

جواب ۲: جدید دور کے شعراء نے اُردو شاعری کو روایتی پابندیوں سے آزاد کر کے نئے تقاضوں اور عصری مسائل سے ہم کنار کیا اور موضوع، زبان، اسلوب اور اظہار کے نئے سانچے پیدا کیے۔

(جوابات سرگرمی:۔ا۔آزادی، ۲۔شعری مجموعے، ۳۔تقلید)

14.9۔ امدادی کتب:۔

ا۔ کشمیر میں اردو — عبدالقادر سروری

۲۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما — ڈاکٹر برج پریمی

۳۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل — پروفیسر شہاب عنایت ملک

۴۔ جموں وکشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری
۵۔ ریاست میں اردو صحافت	صوفی محی الدین
۶۔ ڈاکٹر برج پریمی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر چمن لعل بھگت
۷۔ جموں وکشمیر میں اردو خود نوشت کی سمت و رفتار	ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ
۸۔ آج کل کشمیر نمبر	دہلی
۹۔ ماہنامہ تعمیر: جموں وکشمیر میں اردو ادب نمبر	جموں

سبق نمبر: ۱۵:۔ جموں وکشمیر کے نامور اُردو شعراء
(رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی، حکیم منظور، عرش صہبائی)

ساخت

15.0 اغراض ومقاصد
15.1 تعارف
15.2 جموں وکشمیر کے نامور اُردو شعراء (رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی)
15.3 جموں وکشمیر کے نامور اُردو شعراء (حکیم منظور، عرش صہبائی)
سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)
15.4 عمومی جائزہ
15.5 فرہنگ
15.6 نمونہ امتحانی سوالات
15.7 مشقی سوالات
15.8 مشقی سوالات کے جوابات
15.9 امدادی کتب

15.0۔ اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر کے نامور اردو شعراء رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی، عرش صہبائی اور حکیم منظور کے حالاتِ زندگی اور ادبی خدمات سے واقف ہو جائیں گے۔ ان کے حالاتِ پیدائش، تعلیم، ادبی سفر اور شعری مجموعوں کے بارے میں جان جائیں گے۔ جموں وکشمیر کی اردو شاعری میں ان شعراء کے مقام و مرتبے کو سمجھ جائیں گے۔ رسا جاودانی کی شاعری کی خصوصیات، کلاسیکیت، پختگی، غمِ جاناں اور غمِ دوراں کے موضوعات سے واقف ہو جائیں گے۔ میر غلام رسول نازکی کی غزل میں روایت، دردمندی، سادگی اور جدید عہد کے شعور کو سمجھ سکیں گے۔ عرش صہبائی کے شعری اسلوب، کلاسیکی زبان، استادانہ شان اور سماجی و معاشرتی موضوعات سے آگاہ ہو جائیں گے۔ حکیم منظور کی جدید اور منفرد شعری آواز، فکر و احساس کی تازگی، مقامی تہذیب وثقافت اور کشمیر کے مظاہرِ فطرت سے وابستہ علامتوں اور استعارات کے استعمال کو سمجھ جائیں گے۔ نیز طلبہ ان شعراء کی غزل اور دیگر اصنافِ سخن میں خدمات اور جموں وکشمیر کی اردو شاعری کے فروغ میں ان کے کردار سے بخوبی واقف ہو جائیں گے۔

15.1۔تعارف:۔

جموں وکشمیر کی سرزمین کو اردو شعر و ادب کے حوالے سے ہمیشہ ایک نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ اس خطے میں ایسے متعدد نامور شعراء پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں، فنی پختگی اور منفرد شعری اسلوب کے ذریعے اردو شاعری کے دامن کو مالا مال کیا۔ رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی، عرش صہبائی اور حکیم منظور بھی جموں وکشمیر کے ایسے ہی معتبر اور سرکردہ شعراء ہیں جنہوں نے مختلف شعری اصناف میں طبع آزمائی کی اور اپنی مخصوص فکری وفنی خصوصیات کے باعث اردو ادب میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ رسا جاودانی کی شاعری میں کلاسیکی رنگ، غمِ جاناں، غمِ دوراں اور سوزِ دروں کی کیفیت نمایاں ہے، میر غلام رسول نازکی روایت کے امین ہونے کے ساتھ جدید عہد کے شعور اور دردمندانہ احساسات کے شاعر ہیں، عرش صہبائی نے روایتی شعری اسلوب میں سماجی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کو موضوع بنایا، جبکہ حکیم منظور نے جدید طرزِ احساس، منفرد اسلوب اور کشمیر کے مقامی ماحول، مظاہرِ فطرت اور تہذیبی شناخت کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ ان چاروں شعراء کی شاعری اپنے اپنے مخصوص رنگ اور اسلوب کے اعتبار سے جموں وکشمیر کی اردو شاعری کا ایک اہم سرمایہ ہے۔ اس سبق میں ہم ان نامور شعراء کے حالاتِ زندگی، ادبی خدمات، شعری خصوصیات اور اردو ادب میں ان کے مقام کا مختصر جائزہ لیں گے۔

15.2 ۔جموں وکشمیر کے نامور اُردو شعراء (رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی):۔

رسا جاودانی، عرش صہبائی، میر غلام رسول نازکی اور حکیم منظور ریاست جموں وکشمیر کے اہم اور سرکردہ اردو شعراء ہی نہیں بلکہ ریاست

جموں وکشمیر کی اردو شاعری کے معیار ہیں۔ان میں سے ہر ایک اپنے مخصوص شعری پیرائے میں اردو شاعری کی زلفِ گرہ گیر سنوارتے رہے ہیں۔ان ہی معتبر تخلیق کاروں کی بدولت ریاست میں اردو شاعری کے دبستان میں ایک شعراء کی کھیپ تیار ہوئی ہے جس نے یہاں کے اردو شاعری کے سرمایے میں اضافہ کیا ہے۔رسا کا ذوقِ رسا، نازکی کی نزاکت آمیز شعری روایات بلا مبالغہ ریاست کے نو وارد شعراء کے لیے مشعلِ راہ کا کام کریں گی اور کررہی ہیں۔ہم یہاں پر مذکورہ شعراء پر تفصیلی بحث کریں گے۔

رسا جاودانی

رسا جاودانی کا اصلی نام عبدالقدوس اور رسا تخلص ہے۔1901ء میں ان کی ولادت بھدرواہ میں ہوئی۔رسا کے بزرگوں نے سکھوں کے عہدِ حکومت میں اننت ناگ، کشمیر سے ہجرت کر کے تجارت کی غرض سے بھدرواہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ان کے والد خواجہ منور تاجر تھے لیکن وہ فارسی، علم وادب سے اچھا شغف رکھتے تھے۔رسا نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم سے حاصل کی۔بعد میں اپنے ذاتی مطالعہ سے پنجاب یونی ورسٹی سے منشی، فاضل کا امتحان پاس کیا۔انگریزی تعلیم گھر پر حاصل کی اور درس وتدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ایک لمبے عرصے تک وہ اردو اور فارسی پڑھاتے رہے۔آخر کار 27 مئی 1979ء میں انتقال کرگئے۔رسا کے گھر میں علمی ماحول تھا جس کے سبب صغر سنی سے ہی شعر وشاعری کی طرف راغب ہوئے۔شعر کہنے کے ساتھ ساتھ انہیں موسیقیت میں بھی دلچسپی تھی۔جس نے ان کی شاعری میں تخلیقی زبان کے ساتھ نغمگی اور غنائیت بھی پیدا کردی۔رسؔا نے ہمیشہ اپنے ذوقِ رسا کو اپنا استاد مانا اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے سبب کلام میں ایسی پختگی اور کلاسیکیت کی شان پیدا ہوئی کہ ان کے کلام میں جہاں میر کا گداز ہے تو لسانی اعتبار سے غالب کی ترکیب سازی کی چستی بھی موجود ہے اور اقبال کے کلام کی نفاستگی اور غنائیت بھی اپنی موجودگی کا احساس دلاتی ہے۔شاید اس فنی پختگی کی وجہ سے ریاست کے بڑے شعراء میں ان کا شمار ہی نہیں ہونے لگا بلکہ قابلِ تقلید بھی ٹھہرے۔

ان کے دو شعری مجموعے ’’لالہ صحرا‘‘1948ء، ’’نظمِ ثریا‘‘1962ء میں شائع ہوکر اپنا بلند مقام بنا چکے ہیں۔رسا نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ان کے یہاں نظم، غزل، قطعات، رباعیات، گیت، مسدس، نعت اور حمد وغیرہ سب اصناف موجود ہیں۔ان کے کلام میں اردو کے اساتذہ کا رنگ جھلکتا ہے۔رسا نے کمالِ ہنرمندی سے اپنے کلام میں جدید طرزِ فکر کو شامل کیا ہے۔یہ صحیح ہے کہ وہ بنیادی طور پر روایت پسند ہیں لیکن بعض غزلیں انہوں نے نئے انداز اور جدید اسلوب میں کہی ہیں۔اگر چہ رسا کے کلام سے مجموعی طور پر ان کے جودتِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے لیکن بنیادی طور پر وہ غزل کے شاعر ہیں اور اسی صنف میں ان کا خاص جوہر نمایاں بھی ہوتا ہے۔انہوں نے اپنی اکثر غزلوں میں چھوٹی بحروں کو

برتا ہے جن میں موضوع کے اعتبار سے فکر اور سوچ کی گہرائیاں نظر آتی ہیں۔ رسا کی غزل میں حزن وملال کی ایک خاص کیفیت کا احساس ہوتا ہے لیکن وہ اس ملال کو اپنی شاعری پر غالب نہیں ہونے دیتے۔ ان کے اشعار میں تجربات ومشاہدات اور احساسات پر اپنی سوزِ دروں کی ایک ہلکی سی سلگتی ہوئی آگ کا احساس ہوتا ہے جس کا اثر ان کے قاری کو تڑپا دیتا ہے۔

رسا کے یہاں غمِ جاناں کے ساتھ غمِ دوراں کے موضوعات بھی ملتے ہیں۔ کلامِ رسا کے مطالعے سے یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ وہ محض اپنی بیتی نہیں سناتے بلکہ ایک وسیع تناظر میں جگ بیتی کا احساس دلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔ وہ حسن و عشق کے علاوہ مناظرِ فطرت، فطرتِ انسانی، تہذیب اور حب الوطنی کے موضوعات کو بھی اپنی شعریات میں ڈھالتے ہیں۔ چند اشعار نمونے کے طور پر ملاحظہ ہوں:۔

میری شاعری میری ساحری ہے خیالِ الفت سے بھری
نہیں یہ رجز کی فسوں گری مگر آشتی کا پیام ہے

کلام اپنا پیامِ آشتی ہے
جہاں میں انقلاب آئے نہ آئے

تو مجھ سے جھوٹا ہی کر تو وعدہ مجھے تیرا اعتبار ہوگا
کہ راست مانندِ جھوٹ تیرا بھی مجھ کو وجہِ قرار ہوگا

جوشِ جنوں کا عالم رہے رہے نہ رہے
زلفِ مشکیں برہم رہے نہ رہے

سرو سے تجھ کو دے تو دوں تشبیہ
حق نے تجھ کو مگر خرام دیا

تیرے چہرے کے سامنے ہم نے
آئینہ آب آب دیکھا ہے

میر غلام رسول نازکی:۔

میر غلام رسول نازکی کشمیر میں اردو شعروادب کے معماروں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ 16 مارچ 1910ء کو بانڈی پورہ میں پیدا ہوئے۔ گھر میں علمی ماحول تھا۔ ان کے خاندان میں عربی اور فارسی کے عالم و فاضل گزرے ہیں۔ ان کے والدِ گرامی کو عربی اور فارسی پر خاصی دسترس حاصل تھی۔ نازکی نے اپنے والد سے کسبِ فیض کرتے ہوئے پرائیویٹ حیثیت سے ادیب، فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ علاوہ اس کے انگریزی ذریعہ تعلیم عصری اسکول و کالج میں بی۔اے کے درجے تک تعلیم حاصل کی۔ گھر میں علم و ادب کے پاکیزہ ماحول سے انہیں طفولانہ زمانے سے ہی شعروشاعری کی طرف طبیعت مائل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا سے ہی اُن کا کلام مختلف ادبی رسائل میں چھپتا رہا۔ 1949ء میں ان کا پہلا شعری مجموعہ ''دیدہ تر'' منظرِ عام پر آیا۔ یہ شعری مجموعہ اُن کی غزلیات، نظموں اور قطعات پر مشتمل ہے۔

میر غلام رسول نازکی وادی کشمیر کے کہنہ مشق شاعروں میں سے تھے۔ اردو شعروشاعری میں اظہار کی نزاکتوں کے شعری بیان پر قدرت نے انہیں اساتذہ کے مرتبہ پر فائز کر دیا۔ اساتذہ کی روایات و رسومیات کے وہ امین رہے ہیں۔ اسی لیے صنفِ غزل ہی زیادہ تر ان کے شعری تجربات کا مرکز رہی ہے۔ بحیثیتِ عمومی ان کی غزل نئے عہد کی غزل ہے، جس میں ہمارے عہد کا شعور شامل ہے۔ میر کی سادہ بیانی، اقبال کا جوش اور غالب کی مضمون آفرینی کا اثر کشمیر کے شعراء میں سے نازکی کے یہاں نظر آتا ہے۔ نازکی کی شاعری میں ایک دردمند دل کی پکار ہے۔ نازکی کے یہاں غم زندگی کی اہم ترین حقیقت سے عبارت ہے۔

محبت زندگی اور زندگی غم ہوتی جاتی ہے
خوشی تحلیل ہو کر غم میں مدغم ہوتی جاتی ہے

اپنی غزلیہ شاعری بعض مقامات پر نازکی طنز کے ذریعہ اپنی انفرادیت پیدا کر لیتے ہیں۔

اس شوخ کو کیا دیکھا آنکھوں میں سمٹ آئی
شیراز کی شادابی کشمیر کی رعنائی
محبت میں ایسے بھی لمحات آئے
نہ میں نے صدا دی نہ تم نے پکارا

غلام رسول نازکی روایت کے علم بردار ہیں اور جدید دریافتوں اور علم و آگہی کے عروج سے بھی بھرپور وابستگی رکھتے ہیں۔ ان کا زیادہ تر

کلام رسائل میں چھپا ہے۔ان کا دوسرا مجموعہ ''متاعِ فقیر'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ان کا بیشتر کلام روحانی تجربات کا آئینہ دار ہے۔نعت بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کہی ہے لیکن ان کی نعت گوئی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں استادانہ رنگ موجود ہے۔

تمہارے ساتھ ہر لمحہ نغمہ جبریل

وہ نغمہ جس میں معانی کی روح تھی تحلیل

15.3۔جموں وکشمیر کے نامور اُردو شعراء (عرش صہبائی، حکیم منظور):۔

عرش صہبائی:۔

ریاست جموں وکشمیر میں جن شعراء کا کلام معتبر مانا جاتا ہے ان میں عرش صہبائی کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔عرش صہبائی کی ولادت 3 دسمبر 1930ء کو ضلع جموں کی ایک تحصیل اکھنور کے ایک چھوٹے سے گاؤں سیری پلائی (باختن) میں ہوئی۔عرش کا اصل نام ہنس راج ابرول اور تخلص عرش صہبائی ہے۔عرش صہبائی کے خاندان کے بزرگ ضلع ادھم پور کے ایک گاؤں جب کے رہنے والے تھے۔ان کے پردادا ذی شعور بزرگ تھے۔گاؤں کے لوگ اصلاح ومشورہ لینے کے لیے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔

عرش صہبائی ابھی سات سال کے ہوئے تھے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔اب ساری پرورش کی ذمہ داری ان کے والد پر آن پڑی۔ والد نے 1937ء میں سات سال کی عمر میں عرش صہبائی کو کچی چھاؤنی پرائمری اسکول جموں میں داخل کروایا۔1948ء میں رنبیر ہائی اسکول جموں سے دسویں جماعت کا امتحان پاس کیا۔1949ء میں گیارہویں جماعت کا امتحان پاس کیا اور 1950ء میں ایف۔اے کے امتحان دینے سے پہلے ہی کالج کو خیر آباد کہہ دیا۔عرش صہبائی نے تعلیم اس لیے چھوڑ دی کہ ان کو بچپن میں ہی شاعری کا چسکا لگ گیا تھا۔عرش صہبائی کا باقاعدہ دور 1950ء سے شروع ہوتا ہے۔اس دور میں جو انہوں نے شعر کہے ان کا مجموعہ 1958ء میں ''شکستِ جام'' کے نام سے شائع ہوا، جس کی پذیرائی اردو حلقوں میں خوب ہوئی۔اسی زمانے کا ان کا ایک مشہور شعر ہے۔

بادِ خزاں رہے سہے تنکے بھی لے اُڑی

دے کر حزیں کو تسلی بہار کی

عرش صہبائی نے اردو شاعری کی تقریباً ہر صنفِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے جن میں غزل، نظم، قطعہ اور دوہا خاص طور پر اہمیت کی حامل

ہیں۔عرش صہبائی بہت ہی پر گو ہیں۔ابھی تقریباً ان کے ڈیڑھ درجن سے زائد شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔اس شعری انبار میں اگر ایمانداری کے ساتھ دیکھا جائے تو مضامین کی جدت ضرور کہیں کہیں مل جاتی ہے لیکن سارے مجموعوں میں مجموعی طور پر خیال کی تکرار ہے۔عرش صہبائی روایتی شاعری کے ڈکشن میں شعر کہتے ہیں۔ہیئت میں تو کوئی جدت نہیں ہے لیکن مضامین میں کہیں کہیں جدت کا احساس ہوتا ہے۔یوں تو انہوں نے نظم اور دوہے بھی کہے ہیں لیکن ان کا اصل میدان غزل ہے۔جس میں ان کے جوہر نکل کر آتے ہیں اور اپنی انفرادیت کے قائم کرنے میں اہم ہیں۔زبان کے حوالے سے بہت ہی محتاط ہیں۔عرش کے یہاں زبان کا کلاسیکی رچاؤ موجود ہے۔لفظ کی در و بست اور محاورہ وغیرہ پر خاص نظر رکھتے ہیں لیکن ان کی شعری زبان میں تخلیقی زبان کے عنصر کی کمی ضرور کھلتی ہے۔لیکن ان کا کلام استادانہ شان رکھتا ہے۔عرش صہبائی کے یہاں تقریباً ہر طرح کے مضامین ملتے ہیں۔ان کے مضامین میں جدت اور ندرت بھی ہے۔حسن و عشق سے لے کر غمِ روزگار تک اور زمانے کی طوطا چشمی سے لے کر خودداری تک کے موضوعات کی موجودگی اپنی اور کھینچتی ہے۔ان کے کلام سے چند اشعار نمونے کے طور پر پیش ہیں۔

زندگی ! تو عمر بھر برہم رہی ہم سے مگر
جس طرح چاہا ہے ہم نے اُس طرح چاہے گا کون

دل تو کیا چیز ہے ہم روح میں اترے ہوتے
تم نے چاہا ہی نہیں چاہنے والوں کی طرح

عرش بے باکی و حق گوئی ہے مذہب اپنا
ہم نہ بدلیں گے کبھی وقت کی چالوں کی طرح

ہم نے پھیلایا نہیں ہرگز دستِ سوال
ہم بزرگوں کی دُعا سے پھولتے پھلتے رہے

عرش اس جمہوریت کے دور میں
عام انسان ہے بہت سہما ہوا

عرش صہبائی نے اپنے کلام، خاص طور پر غزل میں سماجی نابرابری، معاشی استحصال، معاشرتی زبوں حالی، فرقہ پرستی، تنگ نظری، انسانی اقدار، نفسا نفسی، حرص و ہوس اور سیاسی ظاہرداری وغیرہ پر خوب لکھا ہے۔عرش صہبائی کے مندرجہ ذیل شعری مجموعے ادبی حلقوں میں بہت مقبول

ہوئے ہیں۔شگفتِ گل،انجم کدہ،صلیب،اسلوبِ عکسِ جمال،سائے تیری یادوں کے،اور شبنم تیری یادوں کی۔

حکیم منظور:۔

حکیم منظور ریاست کے جدید شعرا کی صفِ اول میں نمایاں اور منفرد مقام کے مالک ہیں۔حکیم منظور کی ولادت 14 اکتوبر 1937ء کو سری نگر کے ایک مشہور تاریخی محلّہ آخون صاحب گوجوارہ میں ہوئی۔حکیم نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز اس وقت 1955ء میں کیا جب وہ کالج میں زیرِ تعلیم تھے۔حکیم منظور نے اپنے ادبی سفر کا آغاز افسانہ نگاری سے کیا۔1956ء میں ان کی کہانیاں 'مارتنڈ' اور 'کشمیر' جیسے مقامی اخباروں کے علاوہ دہلی کے ہفتہ روزہ ''چترا'' میں بھی چھپتی رہی ہیں۔شاعری کا باضابطہ آغاز انہوں نے 1964ء میں کیا۔ان کے اب تک کئی شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔جن میں ''نا تمام'' 1977ء، ''لہولمس چنار'' 1982ء، ''برف رتوں کی آگ'' 1990ء، ''خوشبو کا نام نیا'' 1990ء، نظموں کا مجموعہ ''پھول شفق آنگن کے'' 1993ء اور ''شعری آسمان'' 1997ء قابلِ ذکر ہیں۔یہ سارے شعری مجموعے ایسے ہیں جو حکیم منظور کی انفرادیت کو قائم کر کے اردو شعر و ادب میں ان کی قدر کو متعین کرتے ہیں۔''نا تمام'' سے لے کر ''شعری آسمان'' تک حکیم منظور نے جو شعری سفر طے کیا ہے، وہ تجربے اور اظہار، لفظ و صفی اور ہیئت و موضوع ہر اعتبار سے ایسے جہانِ تازہ کا سفر ہے جو خود حکیم منظور کا تخلیق کردہ ہے۔

حکیم منظور ایک نئی اور منفرد آواز بن کر اردو دنیا میں وارد ہوئے۔ان کے تجربات اپنے اختصاص اور حسین و جمال جہان کی پیداوار ہیں۔ان کی غزلوں میں اظہار و ترسیل کو موثر ترین بنانے والے فکر و احساس کی تازگی اور انوکھا پن نمایاں ہے۔زبان و بیان میں خود روی کی سی کیفیت ہے جس کے سبب غزل میں سادگی اور سلاست کے عناصر موجود ہیں۔ان کی شاعری میں ایسے کثیر الفاظ کا برتاؤ ہے جو سرزمینِ کشمیر کے مظاہرِ فطرت اور کلچر سے تعلق رکھتے ہیں۔اسی قسم کی مقامی شناخت کئی شعراء کے یہاں ملتی ہے۔خون، برف، ہاتھ سرد، میدان، پتھر، آئینہ، پہاڑ، پیڑ، ہوا، سورج، نقش، رنگ وغیرہ الفاظ حکیم منظور کی شاعری کو استعاراتی وسعت دیتے ہیں۔چند اشعار نمونے کے طور پر پیش ہیں۔

کچھ تو سورج نے بھی اپنی بند مٹھی وا نہ کی
بند کچھ ہم پر بھی اپنے دل کے دروازے رہے

خون برف، ہاتھ سرد، نگاہیں تمام خون
میدانِ بے حریف کا لشکر اداس ہے

دے جو سکتا تھا کئی رنگ، کئی موڑ اسے
وہی کردار کہاں میری کہانی سے گیا

یہ کوئی دوست نہیں، راستے کے پتھر ہیں
یہ مگر بشرطِ رفاقت یہ کتنے بہتر ہیں

باہر ہزار جشن ہے، اندر اداس ہے
پتھر تراشتا ہوا آذر اداس ہے

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ وطالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔اب جبکہ آپ نے ''جموں وکشمیر کے نامور اُردو شعراء (رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی، حکیم منظور، عرش صہبائی)'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 15.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجیے:۔

رسا جاودانی کا اصلی نام۔۔۔۔۔اور رسا تخلص ہے۔1901ء میں انکی ولادت بھدرواہ میں ہوئی۔رسا کے بزرگوں نے سکھوں کے عہدِ حکومت میں اننت ناگ، کشمیر سے ہجرت کر کے تجارت کی غرض سے بھدرواہ میں۔۔۔۔۔ اختیار کی۔ان کے والد خواجہ منور تاجر تھے لیکن وہ فارسی، علم وادب سے اچھا شغف رکھتے تھے۔رسا نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم سے حاصل کی۔بعد میں اپنے ذاتی مطالعہ سے پنجاب یونی ورسٹی سے منشی، فاضل کا امتحان پاس کیا۔انگریزی تعلیم گھر پر حاصل کی اور درس وتدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ایک لمبے عرصے تک وہ۔۔۔۔۔پڑھاتے رہے۔

15.4۔عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر میں اردو شعر وادب کی ایک مضبوط اور شاندار روایت موجود ہے۔اس خطے نے اردو ادب کو ایسے باکمال اور نامور شعراء عطا کیے جنہوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں، فکری گہرائی، فنی پختگی اور منفرد اسلوبِ بیان کے ذریعے اردو شاعری کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی، عرش صہبائی اور حکیم منظور اسی ادبی روایت کے نمایاں ستون ہیں۔ان چاروں شعراء نے اپنے اپنے مخصوص شعری مزاج اور اندازِ اظہار کے ذریعے جموں وکشمیر کی اردو شاعری کو ایک منفرد شناخت عطا کی اور اس کے دامن میں مختلف النوع موضوعات، خیالات اور احساسات کا اضافہ کیا۔ان کی شاعری میں کلاسیکی شعری روایت کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کے مسائل، انسانی جذبات، سماجی حالات، تہذیبی اقدار اور کشمیر کے فطری ومعاشرتی ماحول کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔

رسا جاودانی بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے، تاہم انہوں نے نظم، قطعات، رباعیات، گیت، مسدس، نعت اور حمد جیسی مختلف اصناف

میں بھی طبع آزمائی کی۔ان کی شاعری میں کلاسیکی شعری روایت کی پختگی، زبان و بیان کی خوب صورتی،سوز و گداز اور غمِ جاناں و غمِ دوراں کی کیفیات نمایاں ہیں۔ان کے کلام میں میر کا گداز، غالب کی ترکیب سازی اور اقبال کی غنائیت کے اثرات محسوس ہوتے ہیں۔رسا کی شاعری میں حزن و ملال کی کیفیت ضرور موجود ہے لیکن وہ اسے اپنی شاعری پر غالب نہیں آنے دیتے۔ان کے اشعار میں ذاتی تجربات و مشاہدات کے ساتھ وسیع انسانی احساسات بھی شامل ہیں۔حسن و عشق کے علاوہ مناظرِ فطرت،فطرتِ انسانی،تہذیب اور حب الوطنی جیسے موضوعات بھی ان کی شاعری کو وسعت عطا کرتے ہیں۔

میر غلام رسول نازکی کشمیر کے کہنہ مشق اور معتبر شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ان کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا اور عربی و فارسی کے علمی ماحول نے ان کی شخصیت اور شاعری کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔نازکی کی شاعری میں اساتذہ کی روایات اور کلاسیکی شعری اقدار کی پاس داری کے ساتھ جدید عہد کا شعور بھی نمایاں ہے۔ان کی غزل میں سادہ بیانی،مضمون آفرینی،نزاکتِ اظہار اور دردمندانہ احساس ملتا ہے۔غمِ زندگی ان کی شاعری کا ایک اہم موضوع ہے اور ان کے اشعار میں ایک حساس اور دردمند دل کی آواز سنائی دیتی ہے۔ان کے کلام میں محبت، زندگی،غم اور روحانی تجربات کی مختلف کیفیات جلوہ گر ہوتی ہیں۔ان کی نعت گوئی میں بھی استادانہ رنگ نمایاں ہے۔

عرش صہبائی جموں و کشمیر کے ایسے شاعر ہیں جنھوں نے روایتی شعری اسلوب میں اپنے عہد کے سماجی،معاشرتی اور سیاسی مسائل کو جگہ دی۔ان کی شاعری کا بنیادی میدان غزل ہے،اگرچہ انہوں نے نظم،قطعہ اور دوہے میں بھی طبع آزمائی کی۔ان کی زبان میں کلاسیکی رچاؤ،لفظ و محاورے کی صحت اور استادانہ شان پائی جاتی ہے۔ان کے یہاں حسن و عشق،غمِ روزگار،خودداری، زمانے کی بے اعتنائی،سماجی نابرابری،معاشی استحصال،معاشرتی زبوں حالی،فرقہ پرستی،تنگ نظری اور سیاسی ظاہرداری جیسے موضوعات ملتے ہیں۔اس اعتبار سے عرش صہبائی کی شاعری محض جذبات و احساسات کی ترجمانی نہیں کرتی بلکہ اپنے عہد کے سماجی حالات اور انسانی مسائل کی بھی عکاسی کرتی ہے۔

حکیم منظور جدید اردو شاعری میں اپنی منفرد آواز اور مخصوص شعری شناخت کے باعث نمایاں مقام رکھتے ہیں۔انہوں نے ابتدا میں افسانہ نگاری کی اور بعد میں شاعری کو اپنی تخلیقی اظہار کا وسیلہ بنایا۔ان کی شاعری میں فکر و احساس کی تازگی،اظہار کی جدت اور موضوعات کا تنوع نمایاں ہے۔انہوں نے کشمیر کے مقامی ماحول،مظاہرِ فطرت،تہذیب و ثقافت اور روزمرہ زندگی سے وابستہ الفاظ کو اپنی شاعری میں اس طرح برتا کہ وہ ان کے یہاں علامت اور استعارے کی صورت اختیار کر گئے۔خون، برف، پتھر، پہاڑ، پیڑ، ہوا، سورج، آئینہ، نقش اور رنگ جیسے الفاظ ان کی شاعری کو ایک مخصوص کشمیری شناخت عطا کرتے ہیں۔ان کے یہاں جدید احساس اور منفرد طرزِ اظہار کے باعث ایک نئے شعری جہان کی

تشکیل ہوتی ہے۔

رسا جاودانی، میر غلام رسول نازکی، عرش صہبائی اور حکیم منظور چار مختلف شعری مزاج رکھنے کے باوجود جموں وکشمیر کی اردو شاعری کے اہم نمائندے ہیں۔ رسا جاودانی نے کلاسیکی روایت، سوز وگداز اور فنی پختگی کو فروغ دیا، نازکی نے روایت کے ساتھ جدید عہد کے شعور کو اپنی شاعری میں جگہ دی، عرش صہبائی نے سماجی ومعاشرتی مسائل اور انسانی قدروں کو شعری موضوع بنایا، جبکہ حکیم منظور نے جدید فکر، تازہ احساس اور کشمیر کی مقامی تہذیبی وفطری شناخت کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ ان چاروں شعراء کا مجموعی مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ جموں وکشمیر کی اردو شاعری صرف کلاسیکی روایات کی پاس دار نہیں بلکہ بدلتے ہوئے زمانے، انسانی احساسات، معاشرتی مسائل اور مقامی تہذیب وثقافت کی بھی بھرپور ترجمان ہے۔ یہی تنوع اور فکری وفنی وسعت جموں وکشمیر کی اردو شاعری کو اردو ادب میں ایک نمایاں اور قابلِ قدر مقام عطا کرتی ہے۔

15.5۔ فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
سرکردہ	:	نمایاں، ممتاز
شعری پیرایہ	:	شاعری کا انداز
دبستان	:	مکتبِ فکر، ادبی مکتب
ذوقِ رسا	:	عمدہ شعری ذوق
نزاکت آمیز	:	نازک اور لطیف
مشعلِ راہ	:	رہنمائی کا ذریعہ
صغرسنی	:	بچپن، کم عمری
شغف	:	دلچسپی، لگاؤ
کسبِ فیض	:	علم حاصل کرنا
کہنہ مشق	:	تجربہ کار، پختہ کار

رسومیات	:	روایات،طریقے
مضمون آفرینی	:	نئے خیالات پیدا کرنا
غمِ جاناں	:	محبوب کا غم
غمِ دوراں	:	زمانے کا غم
سوزِ دروں	:	دل کا اندرونی درد
طبع آزمائی	:	اپنی صلاحیت آزمانا
جودتِ طبع	:	تخلیقی صلاحیت، ذہانت
حزن وملال	:	غم وافسوس
پختگی	:	کمال،مضبوطی
غنائیت	:	نغمگی،موسیقیت
طرزِ فکر	:	سوچنے کا انداز
کلاسکیت	:	قدیم ادبی روایت کی پیروی
رچاؤ	:	گہرائی،خوب صورتی
دروبست	:	الفاظ کی مناسب ترتیب
طوطا چشمی	:	بے وفائی، احسان فراموشی
خودداری	:	عزتِ نفس
زبوں حالی	:	خراب حالت
استحصال	:	ناجائز فائدہ اٹھانا
فرقہ پرستی	:	فرقوں کی بنیاد پر تعصب
تنگ نظری	:	محدود سوچ

نفسانفسی	:	ہر شخص کا اپنے مفاد کی فکر کرنا
ظاہرداری	:	دکھاوا، بناوٹ
صفِ اول	:	سب سے آگے، ممتاز مقام
منفرد	:	نرالا، بے مثال
باضابطہ	:	باقاعدہ
ترسیل	:	پہنچانا، منتقل کرنا
استعاراتی	:	استعارے سے متعلق
مظاہرِ فطرت	:	قدرتی مناظر
تہذیبی	:	تہذیب وثقافت سے متعلق
جہانِ تازہ	:	نئی دنیا، نیا عالم
اختصاص	:	خصوصیت، امتیاز
سرزمین	:	علاقہ، خطہ
شعری سرمایہ	:	شاعری کا ذخیرہ

15.6۔نمونہ امتحانی سوالات:۔

ا۔ رساجاودانی کے حالاتِ زندگی اور ادبی خدمات پر تفصیلی نوٹ لکھیں؟

۲۔ میر غلام رسول نازکی کی شاعری کی نمایاں خصوصیات بیان کریں؟

۳۔ عرش صہبائی کی شاعری کے اہم موضوعات اور شعری اسلوب پر روشنی ڈالیں؟

۴۔ حکیم منظور کی شاعری میں جدید فکر اور کشمیر کے مقامی ماحول کی عکاسی واضح کریں؟

15.7۔مشقی سوالات:۔

۱۔ رسا جاودانی اور میر غلام رسول نازکی کی شاعری کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟

۲۔ عرش صہبائی اور حکیم منظور کی شاعری کی اہم خصوصیات بیان کریں؟

15.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

۱۔ رسا جاودانی کی شاعری میں کلاسیکی رنگ، فنی پختگی، سوز و گداز، غمِ جاناں اور غمِ دوراں نمایاں ہیں، جبکہ میر غلام رسول نازکی کی شاعری میں روایت، سادہ بیانی، نزاکتِ اظہار، مضمون آفرینی اور جدید عہد کا شعور نمایاں ہے۔

۲۔ عرش صہبائی کی شاعری میں کلاسیکی زبان کے ساتھ سماجی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کی عکاسی ملتی ہے، جبکہ حکیم منظور کی شاعری میں جدید فکر، تازہ احساس اور کشمیر کے مقامی ماحول، مظاہرِ فطرت اور تہذیب و ثقافت کی جھلک نمایاں ہے۔

(جوابات سرگرمی:۔ ۱۔ عبدالقدوس، ۲۔ مستقل سکونت، ۳۔ اردو اور فارسی)

15.9۔ امدادی کتب:۔

۱۔	ریاست جموں و کشمیر میں اردو زبان و ادب کی نشو و نما	ڈاکٹر برج پریمی
۲۔	ریاست جموں و کشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل	پروفیسر شہاب عنایت ملک
۳۔	جموں و کشمیر میں اردو ادب	پروفیسر حامدی کاشمیری

سبق نمبر:۱۶:۔جموں وکشمیر میں اُردوافسانوی ادب (ناول اورافسانہ)

ساخت

16.0 اغراض ومقاصد
16.1 تعارف
16.2 جموں وکشمیر میں اُردوافسانوی ادب
16.3 جموں وکشمیر میں اُردوناول اورافسانہ
سرگرمی (آؤاپنی معلومات جانچیں)
16.4 عمومی جائزہ
16.5 فرہنگ
16.6 نمونہ امتحانی سوالات
16.7 مشقی سوالات
16.8 مشقی سوالات کے جوابات
16.9 امدادی کتب

16.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر میں اُردونثر کے آغاز، تشکیل، ارتقااورفروغ کے بنیادی مراحل سے واقف ہوجائیں گے۔ ریاست میں اُردوزبان کے

فروغ کے تاریخی پس منظر، ڈوگرہ عہد میں فارسی، ڈوگری اور اُردو کے باہمی تعلق اور اُردو کے بتدریج سرکاری اور ادبی زبان کے طور پر مستحکم ہونے کے اسباب کو جان سکیں گے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ اور مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے ادوار میں اُردو نثر کی ترویج، دارالترجمہ، پریس، اخبارات اور رسائل کے کردار کو سمجھ جائیں گے۔ پنڈت ہرگوپال خستہ، سالگرام سالک، محمد الدین فوق، پریم ناتھ بزاز اور دیگر اہم نثر نگاروں کی ادبی خدمات سے واقف ہو جائیں گے۔ اسی طرح جموں و کشمیر میں اُردو ناول کے ابتدائی نقوش، اس کے ارتقائی مراحل اور اہم ناول نگاروں کے فنی و موضوعاتی رجحانات کو جان سکیں گے اور سالک، محمد الدین فوق، کشمیری لال ذاکر، ٹھاکر پونچھی، حامدی کاشمیری، نورشاہ، غلام رسول سنتوش، عمر مجید، شبنم قیوم اور دیگر ناول نگاروں کی خدمات کو سمجھ سکیں گے۔ یہ بھی جان پائیں گے کہ کشمیر کے سیاسی، سماجی، تہذیبی اور معاشرتی حالات نے ناول کے موضوعات اور اسلوب پر کس طرح اثر ڈالا۔ اس کے علاوہ جموں و کشمیر میں اُردو افسانے کے آغاز، ارتقا اور چار اہم ادوار سے واقف ہوں گے، مختلف ادوار کے نمایاں افسانہ نگاروں اور ان کے فکری و فنی رجحانات کو جانیں گے اور ترقی پسند تحریک، جدیدیت اور مابعدِ جدیدیت کے اثرات کو سمجھ سکیں گے۔ تقسیمِ ہند، فسادات، ہجرت، سیاسی حالات، سماجی نابرابری، استحصال، مفلسی، انسانی رشتوں اور کشمیر کی مخصوص تہذیبی زندگی جیسے موضوعات کے افسانوی ادب میں انعکاس کا جائزہ لے سکیں گے۔ جموں و کشمیر کے اُردو نثری ادب، بالخصوص ناول اور افسانے کی روایت، ارتقا، اہم ادیبوں، فنی خصوصیات، موضوعاتی رجحانات اور عصری صورتِ حال سے مجموعی طور پر واقف ہو جائیں گے۔

16.1۔تعارف:۔

جموں و کشمیر میں اُردو زبان و ادب کی تشکیل و ترویج ایک طویل تاریخی، تہذیبی اور سماجی عمل کا نتیجہ ہے۔ ڈوگرہ عہد سے قبل ریاست میں فارسی زبان اور ادب کو خاص اہمیت حاصل تھی اور سرکاری و علمی معاملات میں فارسی کا غلبہ تھا۔ تاہم ریاست کے مختلف علاقوں کے بیرونی دنیا، خصوصاً دہلی، لاہور اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے بڑھتے ہوئے روابط نے یہاں اُردو زبان کے فروغ کی راہیں ہموار کیں۔ تجارت، تعلیم، ملازمت اور معاشی ضروریات کے سلسلے میں ریاست کے لوگوں کی بیرونِ ریاست آمد و رفت بڑھی تو اُن کا اُردو زبان سے بھی رابطہ قائم ہوا۔ ڈوگرہ دربار میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے نقیبوں اور دوسرے اہلِ علم کی آمد نے بھی اُردو کے دائرہ استعمال کو وسیع کیا۔ ان لوگوں کے خاندان بھی ریاست میں آباد ہوئے اور یوں اُردو روزمرہ بول چال اور اظہار کا حصہ بنتی گئی۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں علم و ادب کی سرپرستی نے اُردو نثر کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ دارالترجمہ، لائبریری اور پریس جیسے

اداروں کے قیام سے ترجمہ، تصنیف وتالیف اور اشاعت کی سرگرمیوں کو فروغ ملا۔ مختلف علوم سے متعلق کتابیں اور مسودات دوسری زبانوں سے اُردو میں منتقل کیے گئے۔ اسی دور میں پنڈت ہرگوپال خستہ اور سالگرام سالک جیسے ادیبوں نے اُردو نثر کو آگے بڑھایا۔ بعدازاں اخبارات اور رسائل کے اجرا نے اُردو نثر اور صحافت کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ محمد الدین فوق، پریم ناتھ بزاز اور دوسرے اہلِ قلم نے اپنی تحریروں کے ذریعے ریاست کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی مسائل کو اُجاگر کیا اور اُردو نثر کو ایک وسیع میدان فراہم کیا۔

اُردو نثر کے فروغ کے ساتھ فکشن کی مختلف اصناف نے بھی ریاست میں جڑ پکڑیں۔ ناول، افسانہ اور دوسری نثری اصناف میں جموں و کشمیر کے ادیبوں نے اپنے مخصوص تجربات، مسائل اور جذبات کو تخلیقی انداز میں پیش کیا۔ ناول کے ابتدائی نقوش سالک اور محمد الدین فوق کی تحریروں میں ملتے ہیں، جب کہ بعد کے دور میں کشمیری لال ذاکر، ٹھاکر پونچھی، حامدی کاشمیری، نور شاہ، غلام رسول سنتوش، عمر مجید، شبنم قیوم اور دیگر ناول نگاروں نے اس صنف کو مضبوط کیا۔ ان کے ناولوں میں کشمیر کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی زندگی، انسانی نفسیات، غربت، استحصال، محرومی اور بدلتے ہوئے معاشرتی حالات کی عکاسی ملتی ہے۔ جموں و کشمیر میں اُردو افسانے کی باقاعدہ روایت کا آغاز پریم ناتھ پردیسی سے مانا جاتا ہے۔ ان کے بعد مختلف ادوار میں متعدد افسانہ نگار سامنے آئے جنھوں نے افسانے کو نئے موضوعات اور اسالیب سے مالا مال کیا۔ ترقی پسند تحریک کے اثرات سے لے کر جدیدیت اور مابعدِ جدیدیت تک مختلف فکری رجحانات نے ریاست کے افسانوی ادب کو متاثر کیا۔ تقسیمِ ہند، فسادات، ہجرت، سیاسی کشمکش، سماجی نابرابری، انسانی محرومی اور کشمیر کے مخصوص حالات افسانہ نگاروں کے اہم موضوعات بنے۔ اس طرح جموں وکشمیر کا اُردو افسانہ محض ادبی اظہار کا وسیلہ نہیں رہا بلکہ اس نے اپنے عہد کی تاریخ، تہذیب، معاشرت اور انسانی کرب کو بھی محفوظ کیا۔

زیرِ نظر سبق میں جموں وکشمیر کے اُردو نثری ادب، بالخصوص ناول اور افسانے کی اسی ارتقائی روایت کا مطالعہ کیا جائے گا۔ اس میں اُردو نثر کے تاریخی پس منظر، اہم نثر نگاروں، ناول کے ابتدائی نقوش، ناول نگاری کے ارتقا، افسانے کے مختلف ادوار، نمایاں افسانہ نگاروں اور ان کے موضوعاتی وفنی رجحانات کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس مطالعے سے یہ بات واضح ہوگی کہ جموں وکشمیر کے ادیبوں نے اپنے خطے کے مخصوص حالات اور تجربات کو اُردو ادب کے وسیع تر دھارے سے مربوط کرتے ہوئے ریاست کی ایک منفرد ادبی شناخت قائم کی۔

16.2۔ جموں وکشمیر میں اُردو افسانوی ادب:۔

ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان کی تشکیل وتوسیع کی شروعات کوئی سو، سوا سو سال پہلے ہوئی۔ ڈوگرہ عہد سے قبل کئی صدیوں تک

افغانوں اور سکھوں کی عمل داری رہی اور اہلِ کشمیر برسوں غلام در غلام رہے۔اس زمانہ میں فارسی زبان اور ادب کا چلن رہا۔جموں وکشمیر کے لوگوں نے یہاں بھی اپنی ذہانت اور ذکاوت کا ثبوت فراہم کر کے اس زبان میں قابلِ قدر سرمایہ پیدا کیا،لیکن جب ڈوگرہ عہد کا آغاز ہوا اور مہاراجہ گلاب سنگھ (1846ء۔1857ء) نے برطانوی حکومت سے کشمیر کو خریدا، ریاست جموں وکشمیر میں ڈوگرہ حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔تب سیاسی مصلحتوں کے پیشِ نظر دہلی اور لاہور کی حکومتوں کے ساتھ کشمیر سرکار کے تعلقات بھی قائم ہوئے،جس کے نتیجے میں بعض لوگوں کا ریاست سے باہر آنا جانا ناگزیر بن گیا۔عوامی سطح پر بھی وسائلِ معاش کی تلاش اور تجارتی مقاصد کے حصول کے لیے ان تعلقات میں اضافہ ہوا۔اس اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہر جانے والے سیلانی اپنی فارسی دانی کی بدولت بیرونِ ریاست مروجہ اردو میں شد بد حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔

ڈوگرہ عہد میں کچھ عرصے تک نقیبوں کو ہندوستان کے مختلف شہروں سے بلا کر اپنے دربار میں اس غرض سے تعینات کیا گیا تھا کہ وہ بھی ڈوگرہ دربار میں مغلیہ جاہ وجلال کا سا انداز پیدا کریں۔ چنانچہ جب مہاراجہ دربار میں آتا تو اُس کی آمد کا اعلان مغلیہ انداز سے کیا جاتا تھا۔ان نقیبوں کے ساتھ اُن کے پورے پورے خاندان بھی تھے،جن کی بول چال کی زبان اردو تھی۔اس طرح سے بھی اردو زبان کا عمل دخل شروع ہوا۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جموں وکشمیر کی آبادی کا خاصا حصہ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے دوران ہندوستان کے دوسرے حصوں میں ہجرت کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ان میں سے اکثر خاندان وہیں کی خاک میں جذب ہو گئے،لیکن اردو زبان کی تیز رفتاری سے متاثر ہو کر انھوں نے شعر وادب کے ایسے نادر گل بوٹے سجائے جن کا اپنا الگ مقام ہے۔

ڈوگرہ سلطنت کے بانی مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں ریاست کی درباری زبان فارسی تھی،لیکن خطہ جموں کے بیشتر علاقوں میں ڈوگری زبان کا بول بالا تھا، جو لسانی اعتبار سے پنجابی اور اردو کے قریب ہے۔اس لیے اردو زبان یہاں پر اپنے ادبی خدوخال مرتب کر سکی۔مہاراجہ رنبیر سنگھ (1857ء۔1885ء) کا زمانہ مقابلتاً امن وسکون کا زمانہ تھا۔مہاراجہ کو نئے علوم وفنون سے دل چسپی تھی۔اس لیے نئے علوم کے ساتھ نئی تعلیم کی ترویج میں اس نے کافی دل چسپی کا اظہار کیا۔اپنی رعایا کو مغربی علوم وفنون سے آشنا کرنے کے لیے اس نے اپنے دربار میں عالم اور فاضل جمع کیے۔ان میں بیشتر فارسی کے عالم تھے۔یہ فارسی زبان بولتے اور لکھتے تھے۔مہاراجہ کا وزیر اعظم دیوان کرپارام کئی فارسی کتابوں کا مصنف تھا۔وہ اردو زبان میں بھی دست رس رکھتا تھا۔وہ پہلا شخص تھا جس نے ریاست کی انتظامی صورتِ حال پر اردو میں رپورٹیں مرتب کروائیں اور ان کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ان رپورٹوں کو ریاست میں اردو نثر کے ابتدائی نمونے کہا جاسکتا ہے۔

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے جب حکومت کی عنان سنبھالی اور ابتدائی برسوں کی مشکلات کے

بعد حکومت میں استحکام پیدا ہوا تو مہاراجہ کو علم وادب کی اشاعت کا خیال آیا۔ چنانچہ مہاراجہ نے جموں میں ایک سنسکرت کالج قائم کیا۔ اس کے علاوہ ایک لائبریری اور ایک دارالترجمہ کا اہتمام بھی کروایا۔ اس دارالترجمے کے توسط سے سنسکرت اور فارسی کی کتابیں شائع ہوئیں اور بہت سے مسودے ڈوگری، ہندی اور اردو میں ترجمہ ہوئے۔ اس ادارے کے زیرِ اہتمام ریاستی نظم ونسق سے متعلق کئی رپورٹیں مرتب ہوئیں۔ 1882ء۔1883ء کے دوران تیار کی ہوئی ایک رپورٹ ذیل میں درج ہے:

''4502 روپے اجرتِ ترجمہ اس سال میں صرف ہوا اور سالِ حال میں کوئی کتاب جو انگریزی سے شاستری اور شاستری سے بھاشا اور عربی سے اردو میں ترجمہ ہوئی ہیں، ختم ہوئی ہیں۔۔۔''

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو کی کتابیں جو عربی یا دوسری زبانوں سے اردو میں منتقل ہوئی تھیں، اُن کو باقاعدہ طور پر شائع کیا جاتا تھا۔ اس عہد کے کئی مسودات ملتے ہیں، جن میں سے اکثر انگریزی، فارسی اور عربی سے اردو میں ترجمہ ہوئے ہیں اور ساتھ ساتھ دیوناگری حروف میں بھی لکھے گئے ہیں۔ ان مسودات کی تیاری میں غلام غوث خان، پنڈت بخشی رام، مولوی فضل الدین، لالہ بسنت رائے وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ یہ عالم اور فاضل حضرات مہاراجہ کے دربار کے ساتھ وابستہ تھے اور اُنھوں نے طب، انجینئر نگ، منطق، تاریخ، مذہب، کاغذ سازی، اناٹومی جیسے موضوعات سے متعلق مسودات تیار کیے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ ان ادباء وفضلا نے سرسید تحریک سے وابستہ قلم کاروں کی تصنیفات اور ترجموں سے اثرات قبول کر کے اردو میں تصنیف وتالیف اور ترجمہ کی طرف توجہ دی۔ ان کی زبان صاف ستھری ہے۔ کہیں کہیں ادبی چاشنی بھی ملتی ہے۔ جہاں کہیں انگریزی اصطلاحات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، وہاں ان کو نہیں چھیڑا گیا ہے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں ابھی اردو زبان کو ریاست کی سرکاری زبان ہونے کا منصب عطا نہیں ہوا تھا، لیکن زبان عام پڑھے لکھے لوگوں میں مقبول ہو رہی تھی۔ چنانچہ دارالترجمہ کے دائرہ عمل سے بھی کئی نثری کارنامے وجود میں آئے۔ چودھری مہتہ شیر سنگھ نے 1869ء۔1874ء کے دوران بخارا کا سفر کیا۔ واپسی پر اس نے اردو میں اپنا سفرنامہ قلم بند کیا۔ یہ ریاست میں سرکاری طور پر پہلی اردو تحریر تسلیم کی گئی ہے۔ 150 صفحات پر مشتمل یہ سفرنامہ بڑا دلچسپ ہے۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے کارناموں میں بدیابلاس پریس کا قیام بھی ایک اہم کارنامہ ہے۔ یہ پریس 1882ء میں قائم ہوا۔ اسی سال ریاست کا پہلا اخبار ''بدیابلاس'' سرکاری گزٹ کے طور پر جاری ہوا۔ یہ اخبار دیوناگری اور اردو دونوں حروف میں شائع ہوتا تھا۔

اس عہد کے اہم ادیبوں میں پنڈت ہرگوپال کول خستہ کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے 1877ء میں ''گلدستہ کشمیر'' کے نام سے کشمیر کی

جغرافیائی تاریخ تصنیف کی تھی۔گلدستہ کشمیر ریاست کی اوّلین نثری تصنیفات میں شمار کی جاتی ہے۔خستہ شبلی اور حالی کے ہم عصر تھے۔وہ کشمیری الاصل تھےاور سال ہا سال ریاست سے باہر لاہوراور پٹیالہ میں رہ چکے تھے۔قیامِ لاہور کے دوران وہ راوی ریفارمر، خیر خواہِ کشمیر، دیش کی پکاراور اس قبیل کے کئی پرچوں کے ساتھ وابستہ رہ چکے تھے۔لاہور میں ان کا تعارف پنجاب کے ڈائریکٹرِ تعلیمات کرنل ہالرائڈ کے ساتھ ہو چکا تھا۔وہ جدت پسند انجمنِ پنجاب کی کارکردگیوں سے بھی واقف تھے۔اس لیے نہ صرف یہ کہ وہ اپنے عہد کے نئے خیالات اور تصورات سے واقف تھے بلکہ اردو زبان کے مزاج سے بھی آگاہ تھے۔خستہ اعلیٰ پایہ کے شاعراور نثر نگار تھے۔وہ 1876ء میں کشمیر آئے اور آتے ہی اپنی خداداد قابلیت کے باعث مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دربار کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔

خستہ کے کئی نثری کارنامے ہیں۔اُن کی تصنیف ''گلدستہ کشمیر'' اردو نثر میں غالباً کشمیر کی پہلی تاریخ ہے، جو عہدِ قدیم سے لے کر مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہد تک کا احاطہ کرتی ہے۔یہ کتاب 1883ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔بعد میں یہ کتاب سرینگر کے عثمان بک ڈپو نے بھی شائع کی،لیکن یہ کتاب اب نایاب ہے۔خستہ رنبیر سنگھ کے عہد کے چشم دید گواہ تھے۔اس لیے تاریخی اعتبار سے بھی اس کتاب کی اہمیت ہے۔یہ کتاب سادہ نثر میں ہےاور اس ثقالت سے پاک ہے جو اس سے قبل کی تحریروں میں نظر آتی ہے۔

خستہ کی دوسری تصنیف رسالہ ''گلزارِ فوائد'' ہے۔یہ دراصل ایک قصہ ہے جس میں ڈپٹی نذیر احمد کے ''مراۃ العروس'' کا تتبع کیا گیا ہے۔اسلوب سلیس اور واضح ہے۔کہیں کہیں مقفیٰ اور مسجع عبارت کا التزام کیا گیا ہے۔خستہ کے نثری کارناموں میں اُن کے انشائیے بھی شامل ہیں۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کے انتقال کے بعد مہاراجہ پرتاپ سنگھ 1885ء میں تخت نشین ہوئے۔اس عہد تک اردو پڑھے لکھے لوگوں کا حلقہ بڑھ گیا تھا اور اردو زبان ذریعہ اظہار بن گئی تھی۔مہاراجہ نے اس زبان کی مقبولیت کے پیشِ نظر 1889ء میں اسے سرکاری زبان کے طور پر تسلیم کرلیا۔

ہر گوپال خستہ کے چھوٹے بھائی سالگرام سالک اس عہد کے دوسرے اہم نثر نگار ہیں۔سالک کا ادبی ذوق بھی خستہ کی طرح لاہور کی ادب پرور فضاؤں میں پروان چڑھا تھا۔وہ عرصہ دراز تک ''اودھ اخبار'' لکھنؤ میں مضامین لکھتے رہے۔اُنھوں نے خود بھی لاہور سے اپنے بھائی کے ساتھ ''خیر خواہِ کشمیر'' نام کا ایک ہفت روزہ جاری کیا۔اس عہد میں عیسائی مشنریوں اور مبلغوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔مغربی خیالات کی توسیع اور عیسائیت کی تبلیغ روکنے کے لیے مختلف مذاہب کے پڑھے لکھے لوگوں میں ہلچل پیدا ہوئی۔اس دوران سالک کشمیر آ چکے تھے۔یہاں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی سرپرستی میں سناتن دھرم سبھا تشکیل ہوئی تھی، جس کے زیرِ اہتمام عیسائیوں کے خلاف کئی کتابچے تیار کیے گئے۔سالک نے بھی ''مورتی منڈن''، ''دھرم اُپدیش'' اور ''شاستر ارتھ'' جیسی کتابیں مرتب کیں۔اس کے علاوہ ''لغاتِ اردو'' اور ''محاوراتِ اردو'' کے نام سے بھی

چھوٹی کتابیں مرتب کیں۔

سالک کی اردو خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اُنھوں نے ''رنبیر ڈنڈ بدھی'' (قانونِ تعزیراتِ جموں وکشمیر) کی ایک مبسوط شرح تحریر کی۔ اس کے علاوہ ''مجموعہ ضابطہ دیوانی''، ''قانونِ رجسٹری'' اور دوسری قانونی دستاویزات کی شرح بھی لکھی ہے۔ خالص ادبی کارناموں میں ایک اچھی تصنیف ''گنجینہ فطرت یا مناظرِ فطرت'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ ''داستانِ جگت روپ'' سالک کا ایک ادبی کارنامہ ہے جو شائع نہ ہوسکا۔ ''تحفہ سالک'' ایک سفرنامہ ہے جس میں قصے کی تکنیک کا التزام کیا گیا ہے۔ عبدالقادر سروری نے خستہ اور سالک کے بارے میں ''دو بھائی'' کے نام سے ایک طویل مضمون لکھا ہے۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں لاہور اور دوسری جگہوں سے ریاست کا رابطہ اخبارات کے ذریعے قائم ہوا۔ ان اخبارات میں ریاست کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی مسائل پر مضامین شائع ہونے لگے، جس سے یہاں کے لوگوں میں صحافت سے دلچسپی پیدا ہوگئی اور لکھنے والوں کی صلاحیت کو ابھرنے کا موقع دستیاب ہوا۔ محمد الدین فوق کی مساعی اس ضمن میں نمایاں ہیں۔ فوق نے لاہور اور کشمیر سے مختلف اخبارات جاری کیے اور اپنے قلم کی توانائیوں کے ساتھ اہلِ کشمیر کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔ فوق اپنے عہد کے سب سے بڑے ادیب تھے۔ اُنھوں نے ناول، افسانہ، سوانح، تذکرہ، تاریخ کے شعبوں میں متعدد کارنامے انجام دیے۔

1924ء میں لالہ ملک راج صراف نے ریاست کا پہلا اردو اخبار جموں سے جاری کیا۔ اس اخبار کی اشاعت نے اردو نثر کی توسیع اور ترقی کے لیے راہیں کھول دیں اور نئی صلاحیتوں کو ابھرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس طرح سے نئے نثر نگاروں کا ایک بڑا حلقہ پیدا ہوا۔ ان میں مولوی زین العابدین، سالگرام کول، لال کلم، مولوی عبداللہ وکیل، پریم ناتھ بزاز، کشپ بندھو، پریم ناتھ رونق، بل دیو پرشاد شرما، عشرت کشتواڑی، نشاط کشتواڑی، دیاکرن گردش، غلام حیدر چشتی، قیس شیروانی، تاراچند ترسیل، سالک خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

سری نگر کا پہلا اخبار ''وتستا'' پریم ناتھ بزاز کی ادارت میں 1933ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد بزاز صاحب نے ''پریم'' اخبار اور شیخ محمد عبداللہ نے 1935ء میں ''ہمدرد'' شائع کیا۔ ''ہمدرد'' ریاست کا پہلا مصور ہفت روزہ تھا۔ اسی سال کشمیری پنڈتوں کی انجمن کے پرچے ''مارتنڈ'' کا اجرا بھی ہوا۔ ان اخبارات نے صحافت کا ایک نیا معیار قائم کیا۔ ان اخباروں کے ذریعے نثر کی آبیاری ہوئی۔ اس دور کے اہم نثر نگار پردیسی، دینا ناتھ، داریکو شاہد، نیاز کامراجی، انور پریمی، وشوا ناتھ ورما، آنند کول بامزی، شیام لال ایمہ، تیرتھ کاشمیری وغیرہ تھے۔ اس دور کی اہم نثری تصانیف پریم ناتھ بزاز کی ''کشمیر کا گاندھی''، تیرتھ کاشمیری کی ''دیوتا''، وشوا ناتھ درما کی ''تلاشِ حقیقت'' اور ''انکشافِ حقیقت'' اور سروانند چراغی

اور آفتاب کول وانچو کی چھوٹی چھوٹی کتابیں ہیں۔

''رنبیر''،''وتستا'' اور ''مارتنڈ'' کے بعد آج تک اخبارات کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ 1947ء تک اخبارات کی تعداد 47 تک پہنچ گئی تھی۔ آزادی کے بعد اس تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ ان اخبارات میں روز نامے بھی ہیں ہفت روزہ بھی اور پندرہ روزہ بھی۔ دیش، چاند، کیسری، خدمت، حقیقت، نور، جیوتی، آفتاب، سرینگر ٹائمنر، نوائے صبح، اقبال، ہمارا استاد، کشمیر، سویرا، امر، پاسبان، سدرشن خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ رسائل میں پریم، فردوس، کونگ پوش، تعلیمِ جدید، آزاد، گریز، تعمیر، جیوتی، وکیل، جھرنا، کینواس، دیش، ادبیات، شیراز، ہمارا ادب، بازیافت، اقبالیات قابلِ ذکر ہیں۔ مختلف وقتوں پر چھپنے والے ان رسائل نے کشمیر کے تخلیقی ذہن کی بازیافت کی اور اردو نثر کے امکانات روشن کیے۔ آج کی تاریخ میں جموں، کشمیر اور لداخ سے شائع ہونے والے اخبارات کی تعداد ڈھائی سو سے تجاوز کر چکی ہے، لیکن ان میں سے اکثر محض تجارتی خانہ پُری کے لیے ہی شائع ہوتے ہیں۔ اردو نثر کی توسیع کے ساتھ ساتھ فکشن کے مختلف شعبے بھی معرضِ وجود میں آ گئے۔ چنانچہ افسانے، ناول، ڈرامے، ادبِ لطیف، انشائیے، تحقیق و تنقید، غرض کہ ہر شعبے میں ریاست کے قلم کاروں نے اپنے قلم کی جولانیاں دکھائیں اور نہ صرف ریاست میں بلکہ پوری اردو دنیا میں اپنی دھاک جما دی۔ آج ہمارے کتنے ہی قلم کار ہیں جن کی اردو دنیا میں اپنی پہچان ہے اور جن کی آواز پایہ اعتبار رکھتی ہے۔

فکشن کے شعبے میں پریم ناتھ پردیسی، پریم ناتھ در، نرسنگھ داس نرگس، کشمیری لال ذاکر، موہن یاور، ٹھاکر پونچھی، علی محمد لون، غلام حیدر چشتی، نندلال بے غرض، دینا ناتھ داریکو، شیام لال ایمہ، گنگادھر دیہاتی، محمود ہاشمی، تیرتھ کاشمیری، سوم ناتھ زتشی، بنسی نردوش، پشکر ناتھ، تیج بہادر بھان، حامدی کاشمیری، برج پریمی، ہری کرشن کول، کشوری منچندہ، جیوتیشور پتھک، ‏یش سروج، نور شاہ، امر مالموہی، ڈی کے کنول، مالک رام آنند، محمد زمان آزردہ، رام کمار ابرول، شبنم قیوم، عمر مجید اور دوسرے بیسوں تابناک ستارے ہیں، جن کی تخلیقات ہر زمانے میں ذوق وشوق سے پڑھی جاتی رہی ہیں۔ ہمارے محققین اور ناقدین نے ادھر تنقید اور تحقیق کے میدان میں اچھا کام کیا ہے۔ ادبی تنقید و تحقیق کے ابتدائی نمونوں میں محمد عمر نورالٰہی صاحبان کی معرکتہ الآرا تصنیف ''ناٹک ساگر'' تسلیم کی جاسکتی ہے، جو پہلی بار 1923ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کو ڈراما نگاری کے فن پر پہلی اردو تصنیف تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد ان ہی مصنفین نے ''امانت کی اندر سبھا'' مرتب کر کے شائع کی۔ اس میں مقدمہ اور حواشی شامل کر کے اس کی افادیت میں اضافہ کیا۔

عبدالاحد آزاد نے 1935ء میں ''حیاتِ مہجور'' کے نام سے ایک چھوٹا مقالہ لکھنا شروع کیا تھا، لیکن ان کے ذوقِ جستجو نے اسے ایک

مبسوط کارنامہ بنایا، جواب ''کشمیری زبان اور شاعری'' کے عنوان سے تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ اس قابلِ قدر اور معتبر تذکرے میں کل دید سے لے کر مہجور کے عہد تک بیشتر شعرا کا تفصیل سے ذکر ملتا ہے۔ ان میں معروف اور غیر معروف دونوں قسم کے شعرا شامل ہیں، لیکن اس کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ آزاد نے تحقیق کے ساتھ تنقید کا حق بھی ادا کیا ہے۔ دوسرے ناقدوں اور محققوں میں نند لال طالب، ڈاکٹر عزیز احمد قریشی، ڈاکٹر حامدی کاشمیری، محمد یوسف ٹینگ، ڈاکٹر اکبر حیدری، پروفیسر پشپ، رحمان راہی، برج پریمی، موتی لال ساقی، کاشی ناتھ پنڈتا، امین کامل، بل دیو پرشاد شرما، مشعل سلطان پوری، نشاط انصاری، رشید نازکی، ظہور الدین، عابد پیشاوری، قیصر قلندر اور بیسوں دوسرے قابلِ ذکر ہیں۔ ان ادیبوں، نقادوں اور محققوں نے ادب، تہذیب اور ثقافت کے مختلف پہلوؤں پر مضامین اور مستقل کتابیں تصنیف کیں، جو نہ صرف اُن کی وسعتِ نظری پر دال ہیں بلکہ جن میں اسالیب کی رنگا رنگی بھی نظر آتی ہے۔

16.3۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو ناول اور افسانہ:۔

ناول:۔

ریاست جموں وکشمیر میں اردو ناول کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو نظر سالگ رام سالک اور محمد الدین فوق کے ان قصوں پر جا کر ٹھہرتی ہے جن میں داستانوں کے عناصر زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ان میں سالگ رام سالک کا ''داستانِ جگت روپ'' اور ''تحفہ سالک'' اور محمد دین فوق کا نیم تاریخی قصہ ''انارکلی'' قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تصنیفات اگرچہ پورے طور پر ناول کے زمرے میں نہیں رکھی جاسکتیں، لیکن چونکہ ان میں قصہ پن کی فضا موجود ہے اور یہ زیادہ طویل بھی نہیں ہیں، اس لیے یہ ناول سے بھی قریب ہیں۔ ''داستانِ جگت روپ'' داستان سے زیادہ قریب ہے۔ مافوق الفطرت عناصر اور پلاٹ در پلاٹ کی تکنیک اس قصے میں پائی جاتی ہے، لیکن چونکہ ہمارے ہاں اس سے پہلے نثر میں کوئی ایسا کارنامہ نظر نہیں آتا، اس لیے اس کی ابتدائی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

''تحفہ سالک'' میں مصنف نے قصے کے پیرائے میں مختلف ممالک کے سمندری سفر کا ذکر کیا ہے۔ محمد الدین فوق کے یہاں ناول کا فنی شعور سالک سے زیادہ ترقی یافتہ صورت میں ملتا ہے۔ فوق نے ایک سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ ان میں وہ کتابیں بھی آتی ہیں جنھیں ہم غیر افسانوی ادب کے زمرے میں رکھتے ہیں۔ نثری کارناموں میں اُنھوں نے تاریخی اور نیم تاریخی قصے تصنیف کیے۔ ان کے بعض قصوں میں ناول کی جھلک دکھائی دیتی ہے، جس کا اعتراف اُنھوں نے خود بھی کیا ہے۔ ''اکبر'' اور ''انارکلی'' ان کے دو مشہور تاریخی قصے ہیں۔ ان کو ہم بیسویں

صدی کے اولین ناولوں میں بھی شمار کر سکتے ہیں۔

فوق کا قصہ ''انارکلی'' 1900ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ اس کو ہم تاریخی ناول کے زمرے میں اس لیے رکھتے ہیں کہ اس کا پلاٹ حقیقت پر مبنی ہے۔ فوق کے دوسرے ناولوں میں ''ناکام''، ''غریب الدیار'' اور ''نیم حکیم'' قابلِ ذکر ہیں۔ ان کا ناول ''اکبر'' تاریخی ناول میں بعض خصوصیات کی وجہ سے اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ناول بھی لاہور سے 1909ء میں شائع ہوا۔ قاضی عبدالستار کا ناول ''داراشکوہ'' کا اندازِ بیان فوق کے اندازِ بیان سے مشابہت رکھتا ہے۔

ان دو ابتدائی ناول نگاروں کے بعد ریاست میں وشوا ناتھ درماں، موہن مارواہ اور شمبھوناتھ ناظر اور پنڈت نند لال بے غرض نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ریاست میں اخبارات نکلنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ان ناول نگاروں نے ناول کی صنف کی طرف توجہ دے کر انھیں ریاست کے مختلف اخبارات میں بھی چھپوایا۔ نند لال بے غرض کا ناول ''تازیانہ عبرت'' اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ سرشار کے ''فسانہ آزاد'' کی طرز پر لکھا گیا اور اس میں داستانی فضا اسی طرح سے ہے جس طرح سرشار کے ''فسانہ آزاد'' میں ہے۔

1947ء سے قبل پریم ناتھ پردیسی نے ''پوتی'' کے عنوان سے ناول لکھا، جو چھپا بھی، لیکن ملک کی تقسیم کا واقعہ جب رونما ہوا تو یہ ناول تلف ہو گیا۔ اسی دور میں رامانند ساگر نے ایک ایسا ناول تحریر کیا جس کی ادبی دنیا میں دھوم مچ گئی اور یہ ناول تھا ''اور انسان مر گیا''۔ اس ناول میں اُنھوں نے فسادات کی ہولناکیاں بیان کی ہیں۔ اُنھوں نے ابتدا میں اس ناول کو ''فساد اور امن'' کے نام سے لکھنا شروع کیا۔ اس ناول کی بنیاد وہ نوٹس بنے کہ جب بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہو کر انسانیت کو بھول کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رہا تھا۔ رامانند ساگر نے ان حالات کو دیکھ کر مختلف نوٹس لکھے، جو بعد میں اس ناول کی تخلیق کا موجب بنے۔

1947ء کے بعد ریاست کے بعض ناول نگاروں نے چند ایک عمدہ ناول تحریر کیے اور فنی اعتبار سے ناول کو مستحکم کیا ہے۔ یہ ناول اس لیے بھی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ کشمیر کے مختلف سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی جھلکیوں کو پیش کرنے کے علاوہ یہاں کے خوب صورت مناظر کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ اب ناول نرسنگھ داس نرگس کے معاصرین کشمیری لال ذاکر اور ٹھاکر پونچھی کے ہاتھوں پروان چڑھتا ہے۔ نرگس نے ''پارٹی''، ''جانکی'' اور ''نرملا'' کے نام سے تین ناول لکھے۔ کشمیری لال ذاکر نے ''سیندور کی راکھ'' لکھ کر اپنے آپ کو بحیثیت ناول نگار متعارف کرایا۔ ان کے دوسرے ناولوں میں ''سمندر صلیب اور وہ''، ''انگوٹھے کا نشان''، ''دھرتی''، ''سدا سہاگن''، ''کرماں والی''، ''لمحوں میں بکھری زندگی''، ''جاتی ہوئی رُت''، ''خون پھر خون ہے''، ''دو بجے سورج کی کتھا''، ''چھٹی کا دودھ''، ''چار میل لمبی سڑک'' اور ''میں اُسے پہچانتی ہوں'' وغیرہ شامل ہیں۔

کشمیری لال ذاکر انسانی قدروں کی حمایت اور مذہب اور فرقے کی غیر انسانی تقسیم کی مخالفت کرتے ہیں۔ان کے ناولوں میں سنجیدہ فکر اور دانشوری کی لہریں ملتی ہیں۔جموں و کشمیر کی مشترکہ تہذیب کی ترجمانی کو انھوں نے اپنے اکثر افسانوں اور ناولوں میں ایک مقدس فریضے کی طرح برتا ہے۔مالک رام آنند نے ''نئے خدا''، ''دہکتے پھول''، ''شبنم آنکھیں''، ''صلیب اور دیوتا'' اور ''اپنے وطن میں اجنبی'' لکھے۔

ریاست میں اردو ناول کے سلسلے میں ٹھاکر پونچھی کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔اُنھیں ناول کے فن اور زبان و بیان پر دسترس بھی حاصل تھی۔انسانی نفسیات کو اُنھوں نے اپنے ناولوں میں پیش کر کے اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔دیہاتی اور شہری زندگی دونوں کی تصویر کشی اُنھوں نے اپنے ناولوں میں پیش کی ہے۔سماجی مسائل کو بھی اُنھوں نے اپنے ناولوں کا موضوع بنایا ہے۔اُن کے مشہور ناول ''وادیاں اور ویرانے''، ''یادوں کے کھنڈر''، ''شمع ہر رنگ میں جلتی ہے''، ''زلف کے سر ہونے تک''، ''اُداس تنہائیاں''، ''چاندنی کے سائے'' اور ''پیاسے بادل''، ''ڈیڈی''، ''رات کے گھونگھٹ'' اور ''سورج سمندر میں ڈوبتا ہے'' (نامکمل) وغیرہ شامل ہیں۔

1960ء کے بعد اردو ناول کی روایت کو جن ناول نگاروں نے آگے بڑھایا، اُن میں تیج بہادر بھان، غلام رسول سنتوش، علی محمد لون، حامدی کاشمیری، نور شاہ، شبنم قیوم، عمر مجید، بھوشن لال بھوشن، فاروق ریزو، رشید پروین اور جان محمد آزاد کے نام نمایاں ہیں۔تیج بہادر بھان نے صرف ایک ناول ''سیلاب اور قطرے'' لکھا، جس میں اُنھوں نے کشمیر کی معاشرتی زندگی، افلاس اور کشمیریوں کے استحصال کو موضوع بنایا ہے۔ عبدالقادر سروری نے ''کشمیر میں اردو'' میں اس ناول پر سرسری تبصرہ کیا ہے۔حامدی کاشمیری کے ''پرچھائیوں کا شہر''، ''بہاروں میں شعلے''، ''بلندیوں کے خواب''، ''پگھلتے خواب'' اور ''اجنبی راستے'' خاصے مشہور ہوئے۔ان ناولوں میں جہاں رومانیت ہے، وہیں کشمیر کی زندگی کے ساتھ ساتھ یہاں کا سیاسی اور سماجی ماحول بھی ہے۔علی محمد لون اور غلام رسول سنتوش نے ''شاید ہے تیری آرزو'' اور ''سمندر پیاسا ہے'' جیسے ناول دیے۔لون کا ایک ناول ''ایک دریا کشمیر'' کے سماجی اور تہذیبی بحران کے موضوع پر ہے۔سنتوش کا ناول علامتی نوعیت کا ہے اور تخلیقی اعتبار سے بے حد اہم ہے۔

نور شاہ بنیادی طور پر افسانہ نگار ہیں، لیکن اُن کے دو ناول ''پائل کے زخم'' اور ''نیلی جھیل کالے سائے'' کافی مشہور ہوئے۔ان دونوں ناولوں میں اُنھوں نے کشمیر کے مفلوک الحال اور مجبور لوگوں کی زندگی، اُن کے خواب، ارمان اور رنج و غم کو پیش کیا ہے۔نئی نسل کے ناول نگاروں میں عمر مجید، شبنم قیوم، جان محمد آزاد کے علاوہ بھوشن لال بھوشن کا ناول ''صرف پانچ ہزار''، رشید پروین کے دو ناول ''دل اور دیا'' اور ''پیاسی پائل'' اور ''وحشی''، سعید ساحل کے ناول ''خون اور محبت''، ''منزل'' اور ''تلاش'' اور ''قحط'' منظرِ عام پر آئے۔

عمر مجید کے دو ناول ''یہ لوگ'' اور ''درد کا دیا'' میں کشمیر کی سماجی زندگی کی پُر تاثیر تصویر کشی کی گئی ہے۔ شبنم قیوم نے اپنی تحریروں کے ذریعے جہاں سیاسی حکمرانوں کے چہروں پر پڑے پردوں کو چاک کیا ہے، وہیں زندگی کے درد و غم اور استحصال کو بھی پیش کیا ہے۔ ''موت اور زندگی''، ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا''، ''کون مرا''، ''چراغ کا اندھیرا''، ''انسان اور کتے''، ''جس دیش میں جہلم بہتی ہے''، شبنم قیوم کے ناول ہیں۔

''زخموں کی سالگرہ'' اور ''کشمیر جھیل جلتی ہے''، فاروق رینزو کے قابلِ ذکر ناول ہیں۔ ''زخموں کی سالگرہ'' میں اُنھوں نے نئی نسل کی نا آسودگیوں، محرومیوں اور نفسیاتی اُلجھنوں کو پیش کیا ہے، جب کہ ''کشمیر جھیل جلتی ہے'' اُن کا سماجی اور اصلاحی ناول ہے۔ جان محمد آزاد نے تین ناول لکھے ہیں: ''کشمیر جاگ اُٹھا''، ''وادیاں بلا رہی ہیں'' اور ''برفیلے لمحوں کا جنگل''۔ وہ ناول کے فن سے واقف ہیں اور اپنے گرد و پیش کی زندگی سے ناول کا مواد حاصل کرتے ہیں۔ کرشن چندر کے اسلوب کا اثر ان کی تحریروں پر نمایاں ہے۔ ''وادیاں بلا رہی ہیں'' ایک جذباتی ناول ہے جس میں ناول نگار نے کشمیر کی زندگی کو پیش کیا ہے۔ ''کشمیر جاگ اُٹھا'' کا کینوس پہلے سے زیادہ وسیع ہے، جس میں بدلتی ہوئی قدروں اور سیاسی منظر نامے کے ساتھ ہی ساتھ کشمیر کی سسکتی اور تڑپتی زندگی کو بھی پیش کیا ہے۔

مختصر یہ کہ ریاست جموں و کشمیر میں اگر چہ ناول کے ابتدائی نقوش سالک اور فوق کے قصوں میں ملتے ہیں، لیکن یہاں 1947ء کے بعد ہی ناول توجہ کا مرکز بنا۔ ناول کی صورت میں ہمارے پاس جو سرمایہ موجود ہے، وہ 1947ء کے بعد کا ہی ہے۔ اگر چہ یہ کم ہے، مگر معیار کے اعتبار سے اس سرمایے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ ناول، ناول کے فنی اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر لکھے گئے۔ اس لیے ان میں ہمیں فنی لوازمات بھی مل جاتے ہیں۔ ریاست میں لکھے گئے یہ ناول اپنی انفرادیت کی وجہ سے اپنا الگ ہی مقام رکھتے ہیں۔ کشمیر کے پس منظر میں غیر ریاستی ناول نگاروں نے جو ناول لکھے، ان میں سب سے اہم عزیز احمد کا ناول ''آگ'' ہے۔ اس ناول میں عزیز احمد نے 1908ء سے 1945ء تک کے عرصے میں ریاست کو درپیش مسائل اور تبدیلیوں کی عکاسی ہمدردانہ انداز میں کی ہے۔ اس کا لہجہ احتجاجی ہے اور ریاست جموں و کشمیر کی تحریکِ آزادی کے سائے بھی اس ناول میں نمایاں ہیں۔ حالیہ برسوں میں ویریندر پٹواری، آنند لہر، شبنم قیوم وغیرہ کے کئی ناول شائع ہوئے ہیں، لیکن ان ناولوں کا فنی و جمالیاتی معیار سابقہ ناول نگاروں کے ناولوں سے آگے نہیں بڑھ سکا ہے۔

جموں و کشمیر میں اُردو افسانے کے ابتدائی نقوش محمد الدین فوق کی تحریروں میں ملتے ہیں۔ لیکن عبد القادر سروری اور برج پریمی کے مطابق ریاست میں اُردو افسانے کا باقاعدہ آغاز پریم ناتھ پردیسی سے ہوتا ہے۔ پردیسی کا پہلا افسانہ ''سچی پراتھنا'' روزنامہ رنبیر میں اپریل 1933ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اُن کے تین افسانوی مجموعے ''دنیا ہماری''، ''شام و سحر'' اور ''بہتے چراغ'' کے عنوان سے شائع ہوئے۔

سلیم سالک نے جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے اور ہر دور میں افسانے کی تشکیل وتعمیر اور رجحانات ومیلانات کو بھی مدنظر رکھا ہے۔

پہلا دور: 1930ء سے 1955ء تک

جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کا پہلا دور 1930ء سے 1955ء تک کا ہے۔ اگر چہ اس دور میں یہاں روایتی اور رومانی افسانے لکھے گئے، لیکن ان ابتدائی افسانہ نگاروں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے ابتدائی دور میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے ایک ایسا ماحول پیدا کیا، جس کی وجہ سے بعد میں آنے والوں کے لیے راہیں ہموار ہوگئیں۔ اس ابتدائی عہد کے افسانہ نگاروں میں تیرتھ کاشمیری، چراغ حسن حسرت، پنڈت دینا ناتھ، پنڈت شیام لال ایمہ، شیام لال کبو، دینا ناتھ عارض، پنڈت منوہر کاک، پنڈت وید لال گیرو، پنڈت سومناتھ جی، پرتھوی ناتھ کول اور شریمتی سوہن رانی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

اس عہد میں جن افسانہ نگاروں نے روایت سے ہٹ کر افسانے لکھے اور جموں وکشمیر میں افسانے کو باقاعدہ ایک صنف کی شکل عطا کی، ان میں پریم ناتھ پردیسی، قدرت اللہ شہاب، رامانند ساگر، پریم ناتھ در، کشمیری لال ذاکر، محمود ہاشمی، ٹھاکر پونچھی، نرسنگھ داس نرگس، کنول نین پرواز، کوثر سیمابی، موہن یاور، جگدیش کنول اور مالک رام آنند اور سومناتھ زتشی وغیرہ کے نام بھی قابلِ ذکر ہیں۔۔ان میں سے بیشتر فکشن نگار یا تو بیرونِ ریاست چلے گئے یا پھر پاکستان ہجرت کر گئے۔ ان افسانہ نگاروں نے ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر سماجی نابرابری، سیاسی استحصال، لاچاری، مفلسی، طبقاتی کشمکش، تقسیمِ ہند اور فسادات جیسے موضوعات کو اپنی تخلیقات میں پیش کیا۔ اس ضمن میں سلیم سالک لکھتے ہیں:

> ''اس دور کا افسانہ جہاں رومانی اور روایتی موضوعات سے دامن چھڑا کر ڈوگرہ دور کی نقاب کشائی کرتا ہے، تو وہاں کشمیریوں کے بھائی چارے کی بھی مثال پیش کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تقسیم کی عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ فسادات کو بھی ہدفِ ملامت بنانے سے نہیں کتراتا ہے۔''

دوسرا دور: 1955ء سے 1975ء تک

جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کا دوسرا دور 1955ء سے 1975ء تک کے عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں تقسیم کے بعد حالات کو سنوارنے والے فنکاروں کی ایک نئی نسل سامنے آئی، جنہوں نے اُبھرتے ہی اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے اُردو افسانے کو موضوعاتی واسلوبیاتی لحاظ سے چار چاند لگا دیے۔ جموں وکشمیر میں اس دور کو ''اُردو افسانے کا عہدِ زریں'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

اس عہد کے افسانہ نگاروں میں علی محمد لون، تیج بہادر بھان، حامدی کاشمیری، پشکر ناتھ، اختر محی الدین، نور شاہ، غلام رسول سنتوش، مخمور بدخشی، امیش کول، رام کمار ابرول، برج کتیال، ویدراہی، جگدیش بھارتی، برج پریمی اور صوفی غلام محمد وغیرہ اہم ہیں۔ان افسانہ نگاروں نے جدیدیت کے رجحان کے اثرات قبول کرتے ہوئے اجتماعیت کے بجائے انفرادیت پر زور دیا۔ وجودیت، اشاریت، اظہاریت، تاثریت، جمالیات اور شعور کی رو جیسے جدید نظریات سے متاثر ہو کر افسانے تخلیق کرنے کی کوشش کی۔

اس کے بعد جدیدیت کے زیرِ اثر علامتی اور تجریدی افسانے لکھنے والوں میں مالک رام آنند، کلدیپ رعنا، عمر مجید، ظہور الدین، موتی لال کپور، حسن شاہو، ویریندر پٹواری، شبنم قیوم، وجے سوری، خالد حسین، ریاض پنجابی، وحشی سعید، عبدالمغنی شیخ اور اجیت کمار بخشی وغیرہ کے اسمائے گرامی اہمیت کے حامل ہیں۔ان افسانہ نگاروں نے جہاں ملک گیر پیمانے پر اُردو ادیبوں کی پیروی کی، وہیں جموں وکشمیر کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات پر بھی گہری نگاہ رکھی۔

تیسرا دور: 1975ء سے 2000ء تک

جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کا تیسرا دور 1975ء سے 2000ء تک قرار دیا جا سکتا ہے۔ ساتویں دہائی میں اُردو افسانے کے اس کارواں کے ساتھ ایک اور اپنی راہ بنانے والے تخلیق کاروں کی کہکشاں شامل ہو جاتی ہے۔اس دور کے افسانہ نگاروں میں دیپک بدکی، اشوک پٹواری، غلام نبی شاہد، مشتاق مہدی، انیس ہمدانی، فاروق رینزو، شیخ بشیر احمد، طالب حسین رند، کے۔ڈی۔ مینی وغیرہ شامل ہیں، جبکہ خواتین افسانہ نگاروں میں واجدہ تبسم، فرحت آرا حیدری، نیلوفر شاعر، زینت فردوس اور ترنم ریاض وغیرہ نے جموں وکشمیر میں افسانے کو نئی وسعتوں سے آشنا کیا۔

1980ء کے بعد باقاعدہ مابعدِ جدیدیت کا اعلان کیا گیا تو ہر طرف ادبی حلقوں میں روایت کی بازیافت اور قاری کی اہمیت پر تبصرے ہونے لگے۔ابھی مابعدِ جدیدیت کا رجحان پروان ہی چڑھ رہا تھا کہ 1990ء کے بعد کشمیر کے حالات بدل گئے۔ یہاں ہر طرف گرینیڈ دھماکوں اور گولیوں کی گھن گرج سنائی دینے لگی۔ان حالات میں ہر شخص خود کو اپنے آپ سے جدا محسوس کرنے لگا اور غور وفکر کی صلاحیتوں پر جمود چھا گیا۔قلم سیاہی کی لذت سے ناآشنا ہو گیا۔

اس دہشت زدہ ماحول کے شکار جموں وکشمیر کے افسانہ نگار بھی ہوئے۔ ہجرت کے اس کرب اور خوف ناک حالات کی عمدہ عکاسی دیپک بدکی، ویریندر پٹواری، اشوک پٹواری اور دیپک کنول وغیرہ کے افسانوں میں ہوئی ہے۔ان پنڈت افسانہ نگاروں کو بذاتِ خود بھی ہجرت کا کرب جھیلنا پڑا۔

چوتھا دور: 2000ء سے تا حال

جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کا چوتھا اور آخری دور 2000ء سے لے کر تا حال تک کا ہے۔ اکیسویں صدی کی ابتدا میں جن نئے افسانہ نگاروں نے اس میدان میں قدم رکھا ہے اور جن سے مستقبل میں بہت سی امیدیں وابستہ ہیں، ان میں منصور احمد منصور، مشتاق احمد وانی، زنفر کھوکھر، طالب کشمیری، نگہت نذر، پرویز مانوس، مجیدار جمند، مقبول ساحل، خالد کرار، نیلوفر ناز نحوی، ناصر ضمیر، ریاض توحیدی، فلک ریاض، مشتاق کینی، یوسف میر، میر ایوب میر وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ ان میں سے بعض افسانہ نگاروں نے 2000ء سے قبل لکھنا شروع کیا تھا، لیکن ان کے افسانوی مجموعے باضابطہ طور پر 2000ء کے بعد منظرِ عام پر آئے ہیں۔ آج جموں وکشمیر میں نئے افسانہ نگاروں کو کئی دشواریوں کا سامنا ہے۔ تاہم یہاں بھی شعوری ولاشعوری طور پر ان تمام موضوعات اور اسالیب کو برتا جارہا ہے جو قومی و بین الاقوامی سطح پر عصری افسانے کا خاصہ ہیں۔ بلا خوف یہ کہا جاسکتا ہے کہ جموں وکشمیر میں اُردو افسانہ ترقی پسندی سے ہوتا ہوا جدیدو مابعدِ جدید نظریات سے آنکھیں ملاتا ہوا آج اس قابل ہوگیا ہے کہ وہ خود اعتمادی سے کہیں بھی کھڑا ہوسکتا ہے۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے "جموں وکشمیر میں اُردو افسانوی ادب (ناول اور افسانہ)" کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 16.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجیے:۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو نظر سالک رام سالک اور۔۔۔۔۔۔کے ان قصوں پر جا کر ٹھہرتی ہے جن میں داستانوں کے عناصر زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ان میں سالک رام سالک کا "داستانِ جگت روپ" اور "تحفہ سالک" اور محمد دین فوق کا نیم تاریخی قصہ "انارکلی" قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تصنیفات اگرچہ پورے طور پر ۔۔۔۔کے زمرے میں نہیں رکھی جاسکتیں، لیکن چونکہ ان میں قصہ پن کی فضا موجود ہے اور یہ زیادہ طویل بھی نہیں ہیں، اس لیے یہ ناول سے بھی قریب ہیں۔

16.4۔عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر میں اُردو نثر کی روایت کو سمجھنے کے لیے اس کے تاریخی اور تہذیبی پس منظر کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ریاست میں اُردو کا فروغ اچانک نہیں ہوا بلکہ یہ مختلف تاریخی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی عوامل کے نتیجے میں بتدریج عمل میں آیا۔ ڈوگرہ عہد سے قبل فارسی زبان کو ریاست میں سرکاری اور علمی حیثیت حاصل تھی۔ تاہم بیرونِ ریاست لوگوں کی آمد و رفت، تجارتی روابط اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تعلقات میں اضافے کے نتیجے میں اُردو زبان ریاست میں متعارف ہوئی اور رفتہ رفتہ پڑھے لکھے طبقے میں مقبول ہونے لگی۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں علمی و ادبی سرگرمیوں کو خاص فروغ حاصل ہوا۔ دارالترجمہ کے قیام کے ذریعے مختلف زبانوں کی کتابوں کو اُردو میں منتقل کیا گیا اور ریاستی نظم ونسق سے متعلق رپورٹیں بھی تیار کی گئیں۔ بدیابلاس پریس کے قیام اور سرکاری گزٹ کی اشاعت نے بھی اُردو نثر کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ پنڈت ہرگوپال خستہ اس دور کے اہم نثر نگار تھے۔ ان کی کتاب ''گلدستہ کشمیر'' کو ریاست کی ابتدائی اُردو نثری تصانیف میں اہم مقام حاصل ہے۔ سالگرام سالک نے بھی نثر کے مختلف میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان کے ادبی اور قانونی کارناموں نے اُردو نثر کے دائرے کو وسیع کیا۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں اخبارات اور رسائل کی اشاعت نے ریاست میں اُردو نثر کے فروغ کو نئی رفتار عطا کی۔ محمد الدین فوق نے صحافت، تاریخ، تذکرہ، سوانح اور فکشن کے میدان میں متعدد کارنامے انجام دیے۔ 1924ء میں لالہ ملک راج صراف کے ذریعے ریاست کا پہلا اُردو اخبار جاری ہوا، جس کے بعد اخبارات و رسائل کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ پریم ناتھ بزاز، شیخ محمد عبداللہ اور دوسرے اہلِ قلم نے صحافت کے ذریعے اُردو نثر کی آبیاری کی۔ اخبارات نے نہ صرف سیاسی اور سماجی شعور پیدا کیا بلکہ نئی ادبی صلاحیتوں کو اظہار کا موقع بھی فراہم کیا۔ اُردو نثر کے فروغ کے ساتھ ساتھ فکشن کی مختلف اصناف بھی ریاست میں مقبول ہوئیں۔ ناول کی ابتدائی صورت سالگرام سالک اور محمد الدین فوق کی تحریروں میں دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ ان کی بعض تصانیف مکمل فنی اعتبار سے ناول کے معیار پر پوری نہیں اترتیں، تاہم ان میں قصہ پن، پلاٹ اور داستانی عناصر کی موجودگی نے بعد کی ناول نگاری کے لیے بنیاد فراہم کی۔ محمد الدین فوق کے ''انارکلی'' اور ''اکبر'' جیسے تاریخی قصوں میں ناول کے فنی شعور کی نسبتاً ترقی یافتہ صورت نظر آتی ہے۔ بعد کے دور میں وشوناتھ درماں، موہن مارواہ، شمبھوناتھ ناظر اور نندلال بے غرض جیسے ناول نگاروں نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ 1947ء سے پہلے پریم ناتھ پردیسی اور رامانند ساگر کی تحریروں میں اپنے عہد کے حالات کی جھلک ملتی ہے۔ رامانند ساگر کا ''اور انسان مرگیا'' تقسیمِ ہند اور فسادات کی ہولناکیوں کو موضوع بناتا ہے۔ 1947ء کے

بعد ناول نگاری نے زیادہ واضح اور مضبوط صورت اختیار کی۔ کشمیری لال ذاکر، ٹھاکر پونچھی، حامدی کاشمیری، نور شاہ، غلام رسول سنتوش اور دوسرے ناول نگاروں نے کشمیر کی سماجی، سیاسی اور تہذیبی زندگی کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔ کشمیری لال ذاکر کے ناولوں میں انسانی قدروں، مذہبی رواداری اور جموں و کشمیر کی مشترکہ تہذیب کی ترجمانی نمایاں ہے۔ ٹھاکر پونچھی نے انسانی نفسیات، دیہی و شہری زندگی اور سماجی مسائل کو اپنے ناولوں میں پیش کیا۔ حامدی کاشمیری کے ناولوں میں رومانیت کے ساتھ ساتھ کشمیر کا سیاسی اور سماجی ماحول بھی نمایاں ہے۔ نور شاہ نے مفلوک الحال اور مجبور انسانوں کی زندگی، ان کے خوابوں، محرومیوں اور دکھوں کو موضوع بنایا۔ نئی نسل کے ناول نگاروں نے بھی کشمیر کی بدلتی ہوئی زندگی، سیاسی صورتِ حال، معاشرتی بحران اور نئی نسل کی نفسیاتی الجھنوں کو اپنے فکشن کا حصہ بنایا۔

جموں و کشمیر میں افسانے کی روایت بھی اسی وسیع نثری پس منظر میں پروان چڑھی۔ افسانے کے ابتدائی نقوش محمد الدین فوق کی تحریروں میں ملتے ہیں، لیکن عبدالقادر سروری اور برج پریمی کے مطابق باقاعدہ افسانہ نگاری کا آغاز پریم ناتھ پردیسی سے ہوتا ہے۔ ان کا پہلا افسانہ ''سچی پراتھنا'' اپریل 1933ء میں روزنامہ رنبیر میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اُن کے افسانوی مجموعے منظرِ عام پر آئے اور ریاست میں افسانے کی باقاعدہ روایت مستحکم ہونے لگی۔ سلیم سالک نے جموں و کشمیر میں اُردو افسانے کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور 1930ء سے 1955ء، دوسرا 1955ء سے 1975ء، تیسرا 1975ء سے 2000ء اور چوتھا 2000ء سے تا حال تک قرار دیا گیا ہے۔ پہلے دور میں روایتی اور رومانی افسانے لکھے گئے، لیکن ساتھ ہی ترقی پسند رجحانات کے زیرِ اثر سماجی نابرابری، سیاسی استحصال، مفلسی، طبقاتی کشمکش، تقسیمِ ہند اور فسادات جیسے موضوعات بھی سامنے آئے۔ پریم ناتھ پردیسی، قدرت اللہ شہاب، رامانند ساگر، پریم ناتھ در، ٹھاکر پونچھی، سومناتھ زتشی اور دوسرے افسانہ نگاروں نے اس ابتدائی روایت کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔

1955ء سے 1975ء کا دور جموں و کشمیر کے اُردو افسانے کا عہدِ زریں قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس دور میں علی محمد لون، تیج بہادر بھان، حامدی کاشمیری، پشکر ناتھ، اختر محی الدین، نور شاہ، غلام رسول سنتوش، رام کمار ابرول، برج کتیال، ویدراہی اور دوسرے افسانہ نگار سامنے آئے۔ جدیدیت کے اثرات نے افسانے کے موضوع اور اسلوب دونوں کو متاثر کیا۔ انفرادی شعور، وجودیت، اشاریت، اظہاریت، تاثریت اور جمالیات جیسے رجحانات نے افسانہ نگاری کو نئی فکری سمتیں عطا کیں۔

1975ء سے 2000ء کے دور میں افسانہ نگاروں کی ایک نئی نسل سامنے آئی۔ دیپک بدکی، اشوک پٹواری، غلام نبی شاہد، مشتاق مہدی، انیس ہمدانی، فاروق رینزو اور دیگر افسانہ نگاروں نے افسانے کو نئی وسعتیں عطا کیں۔ خواتین افسانہ نگاروں میں واجدہ تبسم، فرحت آرا

حیدری، نیلوفر شاعر، زینت فردوس اور ترنم ریاض کے نام اہم ہیں۔ 1980ء کے بعد مابعدِ جدیدیت کے مباحث نے ادبی فضا کو متاثر کیا، جبکہ 1990ء کے بعد کشمیر کے بدلتے ہوئے حالات نے افسانے کے موضوعات کو بھی نمایاں طور پر متاثر کیا۔ دہشت، تشدد، خوف، ہجرت اور بے گھری کے کرب کی عکاسی خصوصاً ان افسانہ نگاروں کے ہاں ملتی ہے جنہوں نے خود ہجرت کا تجربہ کیا۔

2000ء کے بعد افسانے کے میدان میں نئی نسل کے کئی قلم کار سامنے آئے۔ منصور احمد منصور، مشتاق احمد وانی، طالب کشمیری، نگہت نذر، پرویز مانوس، مقبول ساحل، ناصر ضمیر، ریاض توحیدی، فلک ریاض، یوسف میر اور دوسرے افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقات کے ذریعے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ اگرچہ نئے افسانہ نگاروں کو اشاعت، ادبی ماحول اور بدلتے ہوئے سماجی حالات جیسے مسائل کا سامنا ہے، تاہم ان کی تحریروں میں عصری زندگی کے مختلف موضوعات اور جدید فنی اسالیب کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

اس طرح مجموعی طور پر دیکھا جائے تو جموں و کشمیر کا اُردو نثری ادب اپنے مخصوص تاریخی اور تہذیبی پس منظر کے باوجود اُردو ادب کی قومی روایت سے پوری طرح مربوط ہے۔ یہاں کے نثر نگاروں نے صحافت، تاریخ، تحقیق، تنقید، ناول اور افسانے سمیت نثر کی مختلف اصناف میں قابلِ قدر سرمایہ پیدا کیا۔ خصوصاً ناول اور افسانے میں کشمیر کی سیاسی کشمکش، سماجی مسائل، تہذیبی روایات، انسانی رشتوں، ہجرت، محرومی، تشدد اور مشترکہ تہذیب جیسے موضوعات کو جگہ دے کر یہاں کے ادیبوں نے اپنے خطے کے تجربات کو اُردو ادب کا حصہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ جموں و کشمیر کا اُردو فکشن نہ صرف علاقائی سطح پر اہمیت رکھتا ہے بلکہ اُردو ادب کے وسیع تر منظر نامے میں بھی اپنی ایک منفرد شناخت قائم کرتا ہے۔

16.5۔ فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
تشکیل	:	بناوٹ، تشکیل پانے کا عمل
توسیع	:	پھیلاؤ، وسعت
تشکیل وتعمیر	:	بناوٹ اور ترقی
ترویج	:	اشاعت، فروغ
مروجہ	:	رائج، عام

اختلاط	:	میل جول، باہمی تعلق
سیلانی	:	سیر و سفر کرنے والا
ذکاوت	:	ذہانت، فطانت
قابلِ قدر	:	قابلِ احترام، اہم
درباری	:	دربار سے متعلق
دارالترجمہ	:	ترجمہ کرنے کا ادارہ
مسودہ	:	غیر مطبوعہ تحریر
تصنیف	:	کتاب لکھنا
تالیف	:	کتاب مرتب کرنا
نثری کارنامہ	:	نثر میں اہم ادبی کام
سلاست	:	روانی، آسانی
ثقالت	:	بھاری پن، دشواری
مقفیٰ	:	قافیہ والا
مسجع	:	سجع والا، ہم آہنگ عبارت
انشائیہ	:	مختصر ادبی نثری تحریر
صحافت	:	اخبار نویسی کا فن
آبیاری	:	پرورش، ترقی دینا
فکشن	:	افسانوی ادب
جولانیاں	:	صلاحیتوں کا اظہار
دسترس	:	مہارت، قابو

قصہ پن	:	کہانی کا انداز
مابعدِ جدیدیت	:	جدیدیت کے بعد کا ادبی رجحان
ترقی پسند	:	ترقی اور سماجی تبدیلی کا حامی
رجحان	:	میلان، رغبت
میلانات	:	رجحانات، خیالات
وجودیت	:	فرد کی آزادی اور وجود سے متعلق فلسفہ
اشاریت	:	اشاروں اور علامتوں سے اظہار کا انداز
اظہاریت	:	اندرونی جذبات کے اظہار کا رجحان
تاثریت	:	تاثر کو اہمیت دینے کا رجحان
تجریدی	:	غیر محسوس یا مجرد انداز سے متعلق
اجتماعیت	:	اجتماعی زندگی یا مفاد کو اہمیت دینا
انفرادیت	:	فرد کی شخصیت یا ذات کو اہمیت دینا
موضوعاتی	:	موضوع سے متعلق
اسلوبیاتی	:	اسلوب اور طرزِ بیان سے متعلق
عہدِ زریں	:	سنہرا دور
عصری	:	موجودہ زمانے سے متعلق
ناآسودگی	:	بے اطمینانی، محرومی
محرومیاں	:	ضروری چیزوں سے محرومی
استحصال	:	ناجائز فائدہ اٹھانا
طبقاتی کشمکش	:	مختلف طبقوں کے درمیان کشیدگی

لاچاری	:	بے بسی، بے اختیاری
مفلسی	:	غربت، تنگ دستی
نقاب کشائی	:	پردہ اٹھانا، حقیقت ظاہر کرنا
تہذیبی	:	تہذیب وثقافت سے متعلق
معاشرتی	:	سماج اور معاشرے سے متعلق
نفسیاتی	:	ذہنی اور نفسیاتی کیفیت سے متعلق
ترجمانی	:	نمائندگی، عکاسی
انعکاس	:	عکس پڑنا، جھلک ظاہر ہونا
افسانوی	:	افسانے سے متعلق
تخلیقی	:	تخلیق سے متعلق
فنی	:	فن اور ہنر سے متعلق
جمالیاتی	:	حسن اور خوب صورتی سے متعلق
مفلوک الحال	:	انتہائی غریب، بدحال
ہجرت	:	ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا
کرب	:	شدید دکھ، اذیت
خوف ناک	:	بہت زیادہ ڈراؤنا
دہشت زدہ	:	خوف میں مبتلا
بازیافت	:	دوبارہ حاصل کرنا
معروضِ وجود	:	وجود میں آنے کی حالت
پروان چڑھنا	:	ترقی کرنا، نشوونما پانا

منظرِ عام	:	لوگوں کے سامنے، شائع ہونا
اسمائے گرامی	:	قابلِ ذکر نام
تابناک	:	روشن، چمک دار
پایۂ اعتبار	:	اعتبار کی سطح، قابلِ اعتماد حیثیت

16.6۔ نمونہ امتحانی سوالات:۔

ا۔ جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کے آغاز اور ارتقا پر مختصر نوٹ لکھیں؟

۲۔ جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کے چار ادوار کی وضاحت کریں؟

۳۔ جموں وکشمیر میں اُردو ناول کے ابتدائی نقوش کن ادیبوں کی تحریروں میں ملتے ہیں؟ وضاحت کریں؟

۴۔ جموں وکشمیر کے اُردو افسانے پر ترقی پسند تحریک، جدیدیت اور مابعدِ جدیدیت کے اثرات بیان کریں؟

16.7۔ مشقی سوالات:۔

ا۔ جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کا باقاعدہ آغاز کس افسانہ نگار سے ہوتا ہے؟

____

____

____

۲۔ جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کو کتنے ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے؟ ان کے زمانے بھی بیان کریں؟

____

____

____

16.8۔مشقی سوالات کے جوابات:۔

ا۔ جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کا باقاعدہ آغاز پریم ناتھ پردیسی سے ہوتا ہے۔ان کا پہلا افسانہ ''سچی پراتھنا'' اپریل 1933ء میں روزنامہ رنبیر میں شائع ہوا۔

۲۔ جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کو چار ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے: پہلا دور 1930ء سے 1955ء تک، دوسرا دور 1955ء سے 1975ء تک، تیسرا دور 1975ء سے 2000ء تک اور چوتھا دور 2000ء سے تا حال تک۔

(جوابات سرگرمی:۔ا۔ریاست جموں وکشمیر میں اردو ناول،۲۔محمد الدین فوق،۳۔ناول)

16.9۔امدادی کتب:۔

ا۔	جموں وکشمیر کے منتخب اُردو افسانے	سلیم سالک
۲۔	جموں وکشمیر کے اُردو افسانہ نگار	نور شاہ
۳۔	کشمیر میں اُردو	عبدالقادر سروری
۴۔	ریاست جموں وکشمیر میں اُردو ادب	حامدی کاشمیری

سبق نمبر:۱۷:۔جموں وکشمیر میں غیر افسانوی ادب
(انشائیہ،سفر نامہ،خاکہ،خودنوشت)

ساخت

17.0 اغراض ومقاصد

17.1 تعارف

17.2 جموں وکشمیر میں غیر افسانوی نثر (انشائیہ،سفرنامہ)

17.3 جموں وکشمیر میں غیر افسانوی نثر (خاکہ نگاری،خودنوشت)

سرگرمی (آؤاپنی معلومات جانچیں)

17.4 عمومی جائزہ

17.5 فرہنگ

17.6 نمونہ امتحانی سوالات

17.7 مشقی سوالات

17.8 مشقی سوالات کے جوابات

17.9 امدادی کتب

17.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر میں اُردو غیر افسانوی نثر کی مختلف اصناف، خصوصاً انشائیہ، سفر نامہ، خاکہ نگاری اور خودنوشت کے آغاز وارتقا سے واقف ہوں گے۔ان اصناف کے اہم ادیبوں اوران کی نمایاں تصانیف کے بارے میں جان جائیں گے۔جموں وکشمیر میں اُردو انشائیہ نگاری کی روایت اوراس کے اہم انشائیہ نگاروں کی ادبی خدمات کو سمجھ جائیں گے۔اُردو سفر نامے کے ابتدائی نقوش، اس کے ارتقائی مراحل اوراہم سفر نامہ نگاروں سے واقف ہوں گے۔خاکہ نگاری کے آغاز اوراس کے فروغ میں اہم قلم کاروں کے کردار کو جان سکیں گے، اُردو خودنوشت کی تاریخ، اس کے اہم خودنوشت نگاروں اوران کی تصانیف سے واقف ہوں گے۔ان اصناف کے فنی، ادبی، تاریخی، تاثراتی اور معلوماتی پہلوؤں کو سمجھ جائیں گے اور یہ جان سکیں گے کہ جموں وکشمیر کے ادیبوں نے اُردو غیر افسانوی نثر کے فروغ اورارتقا میں کس طرح اہم کردار ادا کیا ہے۔

17.1۔تعارف:۔

ادب انسانی زندگی، معاشرے اوراس کے مختلف حالات وواقعات کی عکاسی کا اہم ذریعہ ہے۔نثر کی مختلف اصناف میں جہاں افسانہ، ناول اور ڈراما وغیرہ تخلیقی ادب کی حیثیت رکھتے ہیں، وہیں غیر افسانوی نثر بھی اُردو ادب کا ایک اہم اور وسیع میدان ہے۔غیر افسانوی نثر میں مصنف حقیقی زندگی، اپنے مشاہدات، تجربات، احساسات اور گردوپیش کے حالات وواقعات کو مختلف ادبی اسالیب میں پیش کرتا ہے۔جموں و کشمیر میں اُردو زبان وادب کی روایت قدیم اور ہمہ گیر ہے۔یہاں کے ادیبوں اور قلم کاروں نے نہ صرف افسانوی ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا بلکہ غیر افسانوی نثر کی مختلف اصناف میں بھی اپنی تخلیقی اور فنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔

جموں وکشمیر میں غیر افسانوی نثر کے اہم اصناف میں انشائیہ، سفر نامہ، خاکہ نگاری اور خودنوشت نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ان اصناف کے ذریعے یہاں کے ادیبوں نے اپنے عہد کے سماجی، سیاسی، تہذیبی، ثقافتی اورادبی حالات کو نہایت موثر انداز میں قلم بند کیا ہے۔انشائیہ نگاروں نے اپنے منفرد اندازِ بیان، طنز ومزاح اور دلکش اسلوب کے ذریعے مختلف موضوعات کو پیش کیا، جب کہ سفر نامہ نگاروں نے اپنے سفری مشاہدات اور تجربات کے ساتھ مختلف علاقوں اور ممالک کے تہذیبی، معاشرتی اور تاریخی حالات سے قارئین کو روشناس کرایا۔

اسی طرح خاکہ نگاری میں مختلف شخصیات کے ظاہری و باطنی اوصاف، عادات واطوار اور شخصیت کے نمایاں پہلوؤں کو فنکارانہ انداز میں اجاگر کیا گیا۔خودنوشت کے ذریعے ادیبوں، سیاست دانوں اور دیگر اہم شخصیات نے اپنی زندگی کے حالات وواقعات کے ساتھ اپنے عہد کے سیاسی، سماجی، تہذیبی اور تاریخی حالات کو بھی محفوظ کیا۔یوں یہ اصناف محض ادبی اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ اپنے عہد کی معاشرتی اور تہذیبی زندگی کی دستاویز بھی بن گئی ہیں۔

زیرِ نظر سبق میں جموں وکشمیر میں اُردو غیر افسانوی نثر کی انہی چار اہم اصناف کے آغاز وارتقا کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اس میں انشائیہ، سفر نامہ، خاکہ نگاری اور خودنوشت کے اہم ادیبوں، ان کی نمایاں تصانیف اور ادبی خدمات کا مختصر تعارف بھی شامل ہے۔

17.2۔جموں وکشمیر میں غیر افسانوی نثر (انشائیہ، سفر نامہ):۔

انشائیہ نگاری:۔

جموں وکشمیر میں اُردو انشائیہ نگاری کے آغاز کا سہرا پنڈت سالگرام سالک کے سر ہے۔انیسویں صدی کے اواخر میں اُن کے انشائیوں کا مجموعہ '' گنجینۂ فطرت'' کے نام سے شائع ہوا۔اس کے انشائیوں میں اُردو انشائیہ کی تمام جملہ خوبیاں موجود ہیں اور ان کے بیشتر انشائیے کشمیر کے قدرتی مناظر پر مبنی ہیں۔بقول عبدالقادر سروری:

> ''سالک کے بیان کا اسلوب فطری، سلیس اور دلکش ہے۔ان کے انشائیوں کو پڑھتے ہوئے اُردو کے ابتدائی دور کے انشائیہ نگاروں میں ماسٹر رام چندر یا ذکاءاللہ کی یاد آجاتی ہے۔کہیں کہیں سرسید اور ذکاءاللہ کی تحریروں کا سا البیلا پن ان کے انشائیوں میں دکھائی دیتا ہے۔''

1932ء میں ریاست میں اُردو اخبارات کا سلسلہ شروع ہونے کے ساتھ ہی کشمیر کے کئی ادیبوں نے انشائیہ نگاری میں بھی طبع آزمائی کی۔ابتدائی دور کے ان انشائیہ نگاروں میں تیرتھ کاشمیری، گنگا دھر دیہاتی اور جگن ناتھ خیبری کے نام لیے جاسکتے ہیں۔تیرتھ کاشمیری نے ''پارس کا پتھر''، ''سنسان بستی''، '' کتاب''، ''ہم ایک ہیں'' اور ''میں نے کہا'' جیسے انشائیے لکھے۔''جوتا'' اور ''میری پیاری'' کا شمار گنگا دھر دیہاتی کے مشہور انشائیوں میں ہوتا ہے۔جگن ناتھ خیبری کے انشائے مقامی اُردو اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ان کے انشائیے '' کھانا'' اور ''خیالی پلاؤ'' کے نام سے شائع ہوئے۔ان انشائیہ نگاروں نے جموں وکشمیر میں اُردو انشائیے کو فکر وخیال کے ساتھ ساتھ سادہ اسلوب اور دلکش الفاظ بھی عطا کیے۔

اس کے بعد جموں وکشمیر میں بعض ادیبوں نے صرف منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے انشائیہ نگاری میں طبع آزمائی کی۔ان میں اختر محی الدین، ع۔م طاوس، ستار شاہد، دینا ناتھ نادم اور مسکین وغیرہ قابل ذکر ہیں۔لیکن آزادی کے بعد یہاں مزاحیہ انشائیہ نگاری کی طرف بھی توجہ دی گئی۔اس ضمن میں کشمیر یونیورسٹی کے سابقہ پرو وائس چانسلر پروفیسر محمود بیگ اور پروفیسر محمد زمان آزردہ کے نام اہم ہیں۔بیگ صاحب کے

انشائیوں کے دو مجموعے ''شامت آئی جو شادی کی'' اور '' کماؤ بیوی'' منظر عام پر آئے۔ زمان آزردہ نے اپنے غیر معمولی اندازِ بیان سے اس صنف کو جلا بخشی۔ ان کے انشائیوں کے اب تک تقریباً سات مجموعے ''غبارِ خاطر''، ''غبارِ خیال''، ''شیریں کے خطوط''، ''خبارِ کارواں''، '' کانٹے''، '' گلدستہ'' اور ''سن تو سہی'' شائع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر زمان آزردہ کو انشائیے کے فن پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ ان کے انشائیوں میں طنز و مزاح کی چاشنی ملتی ہے اور وہ اپنی بات اجمال و اختصار کی حدود میں کہنا پسند کرتے ہیں۔

ڈاکٹر برج پریمی نے تحقیق و تنقید کے علاوہ افسانوی و غیر افسانوی نثر میں بھی جوہر دکھائے۔ 1988ء میں اُن کے چند انشائیے اُن کی تصنیف ''چند تحریریں'' میں شائع ہوئے۔ ان میں ''باتیں توہمات کی''، ''باتیں استدلال اور قوتِ برداشت کی'' اور ''قدیم اخلاقی قدریں'' قابل ذکر ہیں۔ پریمی کا انداز سیدھا سادہ اور عام فہم ہے۔ ان کے انشائیوں میں سنجیدہ اور غیر سنجیدہ دونوں طرح کی باتیں ملتی ہیں۔ جموں و کشمیر میں نئی نسل کے انشائیہ نگاروں میں شیمم احمد شیمم اور منصور احمد منصور کے نام اہم ہیں۔ شیمم صاحب نے انشائیہ کے فن میں اپنی ماہرانہ صلاحیت کا مظاہرہ کرکے اسے ایک مستقل ادبی شکل دی۔ ان کی فنکارانہ صلاحیتیں ان کے روزنامہ '' آئینہ'' میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کے انشائیے '' آئینہ'' کے مشہور کالم ''چراغ بیگ'' میں شائع ہوتے رہے۔ اپنے بے باکانہ اسلوب کی وجہ سے شیمم احمد شیمم کے انشائیوں نے کافی شہرت حاصل کی۔ انہوں نے پطرس کے مضمون ''لاہور کا جغرافیہ'' کے طرز پر '' کشمیر کا جغرافیہ'' کے عنوان سے ایک پیروڈی بھی لکھی۔

مختصر یہ کہ اگرچہ جموں و کشمیر میں انشائیہ نگاری کی صنف افسانہ نگاری کے مقابلے میں اتنی کامیاب اور مقبول نہیں ہے، لیکن محمد زمان آزردہ، برج پریمی اور شیمم احمد شیمم نے شعوری طور پر جو اس صنف کی آبیاری کی ہے، وہ جموں و کشمیر اُردو انشائیے کے روشن مستقبل کی دلیل ہے۔

سفرنامے:۔

جموں و کشمیر میں اُردو سفرنامے کے ابتدائی نقوش مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دربار سے وابستہ مہتہ شیر سنگھ کی رودادِ ''سفرنامہ بخارا'' میں ملتے ہیں۔ اُس کے بعد پنڈت سالگرام سالک نے جہاں جموں و کشمیر میں اُردو کی دیگر اصناف کے آغاز میں اولیت حاصل کی، وہیں سفرنامے کی روایت میں بھی ان کا نام سرفہرست ہے۔ چنانچہ انہوں نے انیسویں صدی کے اواخر میں ''سفرنامہ سالک'' کے نام سے سفرنامہ لکھا۔ سالک کے بعد اگرچہ اُردو سفرنامے کی صنف جموں و کشمیر میں ایک لمبے عرصے تک خاموش ہی رہی، تاہم بیسویں صدی کے آخر میں بعض نامور ادیبوں اور صحافیوں نے اُردو سفرنامے تحریر کیے، جن میں ریاست و بیرونِ ریاست کے قلم کار شامل ہیں۔ کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ اُردو سے وابستہ پروفیسر شکیل الرحمٰن نے اپنے قیامِ کشمیر کے دوران ایک سفرنامہ ''قصہ میرے سفر کا'' تحریر کیا۔ اس سفرنامے میں انہوں نے روس میں گزارے دنوں کی روداد

پیش کی ہے۔حامدی کاشمیری کا شمار اگرچہ کشمیر کے صفِ اول کے ناقدین میں ہوتا ہے،لیکن انہوں نے افسانوی وغیر افسانوی ادب کے دونوں میدانوں میں بھی شہرت حاصل کی۔حامدی کاشمیری جب 1986ء میں ہندوستانی ادباء کے ایک وفد کے رکن کی حیثیت سے پاکستان گئے تو اس ادبی دورے کی روداد انہوں نے ایک سفرنامے کی صورت میں تشکیل دی، جس کا نام ''انجمنِ آرزو'' رکھا۔اس مختصر سے سفرنامے میں حامدی صاحب نے اپنے سفر کے حالات وواقعات کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی ہے۔

حامدی کاشمیری کی طرح ڈاکٹر برج پریمی نے ایک سفرنامہ ''بمبئی سے بمبئی تک'' کے عنوان سے لکھا۔یہ سفرنامہ ان کی تصنیف ''چند تحریریں'' میں شامل ہے۔برج پریمی نے اس سفرنامے میں بمبئی سے گوا اور گوا سے پھر بمبئی آنے کے حالات وواقعات کو بیان کیا ہے۔یہ سرکاری ٹور برج پریمی نے اپنے ساتھی اساتذہ اور طلباء کے ساتھ مارچ ۱۹۸۰ء میں کیا تھا۔اس سفرنامے کا اسلوب اور فطرتی مناظر کی تصویر کشی قابلِ تعریف ہے۔ یہ سفرنامہ نہ صرف معلوماتی ہے بلکہ تفریحی بھی ہے۔غلام نبی خیال نے عراق کا دورہ کرنے کے بعد 1979ء میں اپنا سفرنامہ ''سفرنامہ عراق'' کے نام سے لکھا۔یہ سفرنامہ 1980ء میں 44 قسطوں میں روزنامہ ''اقبال'' میں شائع ہوا۔خیال کا یہ سفرنامہ تاثراتی حیثیت رکھنے کے باوجود عراق کے قدیم تہذیبی، تمدنی، مذہبی اور معاشرتی حالات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

صوفی غلام محمد کشمیر کے نامور صحافی گزرے ہیں۔ان کے دو سفرنامے روزنامہ ''سرینگر ٹائمز'' میں قسط وار شائع ہوئے۔بحیثیتِ صحافی صوفی غلام محمد کو پاکستان اور روس کے سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔انہوں نے پاکستان اور روس کی روزمرہ زندگیوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کیں۔ان سفرناموں میں زمانی واقعات اور عصری تاثرات کے ساتھ ساتھ سیاسی، سماجی، علمی اور فکری تغیرات بھی سامنے آتے ہیں۔دونوں سفرنامے تاثراتی و معلوماتی اور تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔عصرِ حاضر کے محققین و ناقدین میں پروفیسر شہاب عنایت ملک کا نام اہمیت کا حامل ہے۔انہوں نے تحقیق وتنقید کے علاوہ غیر افسانوی نثر کو بھی فروغ دیا۔ان کے چار سفرنامے ''میری لکھنو یاترا''، ''مندروں کے شہر سے گوتم بدھ کی سرزمین تک''، ''یاور عباس کے ساتھ پانچ دن'' اور ''سولن میں چار دن'' کے عنوان سے شائع ہوئے۔یہ چاروں سفرنامے ان کی تصنیف ''عصری ادبی تفکرات'' میں شامل ہیں، جو ادبی اور فنی خوبیوں سے مزین ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جموں وکشمیر میں دیگر غیر افسانوی اصناف کی طرح اگرچہ اُردو سفرنامے کی رفتار بھی سست ہے، لیکن یہ سفرنامے فنی وادبی اور تاریخی وتاثراتی خوبیوں سے مالامال ہیں۔ان سفرناموں میں مصنفین نے نہ صرف مختلف ممالک میں اپنی مصروفیات پر روشنی ڈالی ہے بلکہ ان ممالک کے تہذیبی، ثقافتی، سیاسی، سماجی، معاشی اور جغرافیائی حالات وواقعات سے بھی قارئین کو روشناس کیا ہے۔

17.3۔جموں وکشمیر میں غیر افسانوی نثر (خاکہ نگاری،خودنوشت):۔

خاکہ نگاری:۔

جموں وکشمیر میں بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں اُردو خاکہ نگاری کا آغاز ہوا۔ پنڈت دینا ناتھ منٹو دلگیر نے سب سے پہلے خاکہ نگاری کی طرف توجہ دی۔ وہ علامہ صدیقی سانبوی کے فرضی نام سے بھی لکھتے رہے۔ دیگیر اخبار ''مارتنڈ'' کے ایک الگ کالم ''اراکینِ محفلِ ادب'' میں مختلف شخصیات کے خاکے لکھتے تھے۔ ان کے تحریر کردہ خاکوں میں پریم ناتھ پردیسی اور پنڈت دینا ناتھ کے خاکے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے خاکوں میں شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کے علاوہ مزاح کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔شخصیت کے عادت واطوار،لباس اور خدوخال کی بھی پوری تصویر اُبھرتی ہے۔

جموں وکشمیر میں آزادی کے بعد جن ادیبوں نے خاکہ نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا اُن میں شمیم احمد شمیم، غلام رسول سنتوش، محمد یوسف ٹینگ اور ثنا اللہ بٹ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ شمیم احمد شمیم انشاپرداز اور مضمون نگار کے علاوہ خاکہ نگار کی حیثیت سے بھی مشہور ہیں۔اُن کی خاکہ نگاری کے جوہر اُن کے اخبار '' آئینہ '' کے مختلف کالموں میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ان کالموں کے ذریعے انہوں نے مختلف شخصیات کو آئینہ دکھایا ہے۔انہوں نے خاکہ نگاری میں بے باکانہ اسلوب کا مظاہرہ کیا ہے۔انہوں نے جس شخص کا بھی خاکہ لکھا،اُس کی ہو بہو تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔مثال کے طور پر ریڈیو کشمیر کے ایک کردار ''مچامہ'' کا رول ادا کرنے والے بشکر بھان کا خاکہ انہوں نے جس انداز سے کھینچا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔اس کے علاوہ شمیم احمد شمیم نے جن شخصیات کے خاکے لکھے اُن میں شیخ عبداللہ، مولانا مسعودی، سید میر قاسم اور محی الدین وغیرہ اہم ہیں۔انہوں نے اپنے صحافتی دور میں ہفت روزہ '' آئینہ '' میں شخصیات نمبر شائع کر کے بھی جموں وکشمیر میں اُردو خاکہ نگاری کو فروغ دیا۔کشمیر اور بیرونِ کشمیر میں ایک مصور کی حیثیت سے اپنا مقام بنانے والوں میں غلام رسول سنتوش کا نام اہم ہے۔مصوری کے علاوہ ان کے یہاں اظہار کی کاریگری کے بھی عمدہ نمونے ملتے ہیں۔انہوں نے اپنے مشہور خاکوں میں اختر محی الدین اور بنسی نردوش کی شخصیات کو موضوع بنایا ہے۔اختر محی الدین کے بارے میں لکھتے ہیں:

''چہرے کے خدوخال سے ایسا لگتا ہے جیسے ابھی ابھی کسی نانوائی کے تنور سے جلی ہوئی روٹی برآمد ہو۔''

محمد یوسف ٹینگ نے تحقیق وتنقید اور انشاپردازی کے علاوہ جموں وکشمیر میں اُردو خاکہ نگاری کے میدان میں بھی اہم رول ادا کیا۔ان کی خاکہ نگاری کو شمیم کے اخبار '' آئینہ '' میں تقویت حاصل ہوئی۔اُن کے نوکِ قلم سے کئی خاکے سامنے آئے،جن میں ''اللہ رکھا ساغر'' کا خاکہ

قابلِ ذکر ہے۔اس خاکے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ٹینگ کے اندر ایک منجھے ہوئے خاکہ نگار کی پوری خصوصیات پائی جاتی ہیں۔اللہ رکھا ساغر کے خدوخال کو وہ یوں اُبھارتے ہیں:

''سر پر قراقل،شیروانی زیبِ تن اور چہرے پر ایک عجیب مگر متاثر کن رعونت''

جموں وکشمیر کے نامور صحافیوں میں ثنا اللہ بٹ کا شمار ہوتا ہے۔انہوں نے نہ صرف صحافتی بلکہ ادبی صلاحیتوں کے جوہر بھی دکھائے۔ان کے اخبار '' آفتاب'' میں ایک مزاحیہ کالم ''خضر سوچتا ہے ولر کے کنارے'' اگرچہ طنز ومزاح کے زمرے میں آتا ہے،لیکن اس کالم کے ذریعے انہوں نے کئی شخصیات کے خاکے بھی شائع کیے۔ان مزاحیہ خاکوں کو جموں وکشمیر کے غیر افسانوی ادب سے کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اُردو خودنوشت:۔

جموں وکشمیر میں اُردو خودنوشت کی تاریخ میں پہلی تصنیف محمد دین فوق کی ''سرگزشتِ فوق'' ہے، جو 1945ء کے آس پاس فوق کی وفات سے قبل لکھی گئی۔فوق نے اس خودنوشت میں خود کو مرکز میں رکھ کر اپنے عہد کے سماجی، سیاسی، ثقافتی، تاریخی اور علمی وادبی حالات وواقعات سے پردہ ہٹانے کی کوشش کی ہے۔جموں وکشمیر میں اُردو خودنوشت کا باقاعدہ آغاز 1947ء کے بعد ہوتا ہے۔1947ء سے 2000ء تک کے عرصے میں لکھی جانے والی خودنوشت سوانح عمریوں میں چودھری غلام عباس کی '' کشمکش''، شیخ عبداللہ کی '' آتشِ چنار''، ڈاکٹر کرن سنگھ کی ''ولی عہد''، قدرت اللہ شہاب کی ''شہاب نامہ''، ثریا خورشید کی ''چناروں کے سائے''، سید میر قاسم کی ''داستانِ حیات'' اور سید علی شاہ گیلانی کی '''رودادِ قفس' 'وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔یہ آپ بیتی نگار انکشافِ ذات اور اظہارِ ذات سے زیادہ جگ بیتی، تاریخ، تہذیب اور سیاسی وسماجی حالات وواقعات کو پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔یہ سب خودنوشت نگار سیاست دان ہیں۔اس لیے یہ موجودہ صورتِ حال میں اپنے کردار کا جواز پیش کرنے کے لیے دلائل خارجی ماحول سے اخذ کرتے ہیں اور خودنوشت کی بنیادی شرط ''سچائی'' سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔'' آتشِ چنار''، ''کشمکش' 'اور ''شہاب نامہ'' کو چھوڑ کر اس عہد کی دیگر آپ بیتیاں اپنی ذات کے اصل رنگ اور اجتماعی صورتِ حال کی اصل تصویر پیش کرنے کی خوبی سے خالی ہیں۔

قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی ''شہاب نامہ''، جموں وکشمیر کی ہی نہیں بلکہ اردو ادب کی سب سے زیادہ شائع ہونے اور پڑھی جانے والی خودنوشت ہے۔''شہاب نامہ'' نے آپ بیتی کی روایت پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔اس کے بعد آپ بیتیوں میں اکیسویں صدی کی پہلی اور دوسری دہائی تک شعوری یا لاشعوری طور پر کسی نہ کسی انداز میں ''شہاب نامہ'' کی تقلید ملتی ہے۔

اکیسویں صدی میں جموں وکشمیر میں جو آپ بیتیاں وجود میں آئیں، ان میں سید علی شاہ گیلانی کی ''ولر کنارے'' (جلد دوم)، ڈی ڈی

ٹھاکور کی ''یادوں کے چراغ''، آغا اشرف کی '' کچھ تو لکھیے کہ لوگ کہتے ہیں''، حامدی کاشمیری کی ''راہ گزر درراہ گزر''، رشید امجد کی ''تمنائے بے تاب''، شہاب عنایت ملک کی ''یادوں کے لمس'' اور محمد غوث چوہان کی ''جموں کی یادیں'' وغیرہ خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں اکثر آپ بیتی نگار ادبی دنیا سے وابستہ ہیں۔ اس لیے ان مصنّفین نے عمدہ ادبی اسلوب، صداقت اور سچائی کے ساتھ اپنی اپنی زندگی کے سفر اور واقعات و مشاہدات کو اپنے عہد کے ساتھ گھلا ملا کر آپ بیتیوں کا محور و مرکز بنایا ہے۔ جموں و کشمیر میں عصرِ حاضر کی آپ بیتیاں اس عہد کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات کے علاوہ اس عہد کی علمی، ادبی تاریخ اور مختلف رجحانات و رویوں کو بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ ان آپ بیتیوں میں اسلوبِ بیان سے زیادہ واقعہ نگاری اور روداد نگاری پر زور ملتا ہے۔ بیشتر آپ بیتیوں میں کشمیر اور کشمیریوں کے ذاتی و سیاسی حالات و مسائل سے پردہ ہٹانے کی کوشش ملتی ہے۔ مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جموں و کشمیر میں لکھی گئی خودنوشتوں میں یہاں کی ادبی شخصیات کے بجائے سیاسی رہنماؤں، سرکاری ملازموں اور جموں و کشمیر کی تہذیبی، ثقافتی، سیاسی اور تاریخی صورتِ حال زیادہ نمایاں ہے۔ جموں و کشمیر میں اُردو خودنوشت کا سفر اگرچہ مختصر ہے، مگر فنی معیار و مزاج کے اعتبار سے یہ قلیل سرمایہ قابلِ قدر بھی ہے اور قابلِ اعتماد بھی۔ ''شہاب نامہ''، ''آتشِ چنار'' اور '' کشمکش'' وغیرہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جموں و کشمیر میں اُردو خودنوشت کا مستقبل تابناک ہے۔ یہاں کی خودنوشتیں اُردو خودنوشت کے مجموعی سرمائے میں عمدہ اضافہ ہیں۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے '' جموں و کشمیر میں غیر افسانوی ادب (انشائیہ، سفرنامہ، خاکہ، خودنوشت)'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 17.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجیے:۔

قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی۔۔۔۔۔ جموں و کشمیر کی ہی نہیں بلکہ اردو ادب کی سب سے زیادہ شائع ہونے اور پڑھی جانے والی۔۔۔۔۔ ہے۔ ''شہاب نامہ'' نے آپ بیتی کی روایت پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کے بعد آپ بیتیوں میں۔۔۔۔۔ کی پہلی اور دوسری دہائی تک شعوری یا لاشعوری طور پر کسی نہ کسی انداز میں ''شہاب نامہ'' کی تقلید ملتی ہے۔

17.4۔عمومی جائزہ:۔

جموں وکشمیر میں اُردوادب کی روایت نہایت وسیع اور متنوع ہے۔ یہاں کے ادیبوں اور قلم کاروں نے افسانوی ادب کے ساتھ ساتھ غیر افسانوی نثر کی مختلف اصناف میں بھی اپنی تخلیقی اورفنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔غیر افسانوی نثر میں انشائیہ،سفرنامہ،خاکہ نگاری اور خودنوشت کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ان اصناف کے ذریعے جموں وکشمیر کے ادیبوں نے اپنے عہد کے سماجی، سیاسی،تہذیبی،ثقافتی،علمی اورادبی حالات و واقعات کومحفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی مشاہدات،تجربات اوراحساسات کوبھی ادبی انداز میں پیش کیا۔

جموں وکشمیر میں اُردوانشائیہ نگاری کے آغاز کا سہرا پنڈت سالگرام سالک کے سر ہے۔انیسویں صدی کے اواخر میں ان کے انشائیوں کا مجموعہ ''گنجینۂ فطرت'' شائع ہوا۔ان کے بیشتر انشائیے کشمیر کے قدرتی مناظر پر مبنی ہیں اوران کے اسلوب میں سادگی،سلاست اور دلکشی نمایاں ہے۔ بعد میں تیرتھ کاشمیری،گنگا دھر دیہاتی اور جگن ناتھ خیبری جیسے انشائیہ نگاروں نے اس صنف کو آگے بڑھایا۔آزادی کے بعد مزاحیہ انشائیہ نگاری کی طرف بھی توجہ ہوئی اور پروفیسرمحمود بیگ،محمد زمان آزردہ،ڈاکٹر برج پریمی اورشمیم احمد شمیم نے اس صنف کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ان کے انشائیوں میں طنزومزاح،شگفتگی،سادہ اسلوب اور بے باکانہ اندازِ بیان کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں۔

جموں وکشمیر میں اُردوسفرنامے کے ابتدائی نقوش مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دربار سے وابستہ مہتہ شیر سنگھ کی رودادِ''سفرنامہ بخارا'' میں ملتے ہیں۔ پنڈت سالگرام سالک نے بھی انیسویں صدی کے اواخر میں ''سفرنامہ سالک'' لکھ کراس روایت کوآگے بڑھایا۔ بعد کے دور میں حامدی کاشمیری، برج پریمی، غلام نبی خیال،صوفی غلام محمد اور پروفیسر شہاب عنایت ملک نے سفرنامہ نگاری میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ان سفرناموں میں مختلف مقامات کے سفری حالات،مشاہدات اور تجربات کے ساتھ ساتھ وہاں کے تہذیبی،ثقافتی،مذہبی،سیاسی،معاشرتی اورتاریخی حالات کی عکاسی بھی ملتی ہے۔اس طرح جموں وکشمیر کے سفرنامے ادبی اورتاثراتی حیثیت کے ساتھ معلوماتی اورتاریخی اہمیت بھی رکھتے ہیں۔

خاکہ نگاری کے میدان میں جموں وکشمیر میں اُردوخاکہ نگاری کا آغاز بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہوا۔ پنڈت دینا ناتھ منٹودلگیر نے اس صنف کی طرف سب سے پہلے توجہ دی۔ان کے خاکوں میں شخصیات کے عادات واطوار،لباس،خدوخال اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ مزاح کا عنصر بھی موجود ہے۔آزادی کے بعد شمیم احمد شمیم،غلام رسول سنتوش،محمد یوسف ٹینگ اور ثنا اللہ بٹ نے خاکہ نگاری کی روایت کوآگے بڑھایا۔ان قلم کاروں کے خاکوں میں مختلف شخصیات کی جیتی جاگتی تصویریں، بے باکانہ اندازِ بیان،طنزومزاح اورفنکارانہ مشاہدے کی جھلک ملتی ہے۔

جموں و کشمیر میں اُردو خودنوشت کی تاریخ میں محمد دین فوق کی ''سرگزشتِ فوق'' کو ابتدائی اہم تصنیف کی حیثیت حاصل ہے۔ 1947ء کے بعد خودنوشت نگاری نے با قاعدہ طور پر فروغ پایا۔ چودھری غلام عباس کی ''کشمکش''، شیخ عبداللہ کی ''آتشِ چنار''، قدرت اللہ شہاب کی ''شہاب نامہ''، ثریا خورشید کی ''چناروں کے سائے''، سید میر قاسم کی ''داستانِ حیات'' اور سید علی شاہ گیلانی کی ''رودادِ قفس'' جیسی خودنوشتیں اس روایت میں اہم مقام رکھتی ہیں۔ اکیسویں صدی میں بھی خودنوشت نگاری کا سلسلہ جاری رہا اور ادبی دنیا سے وابستہ کئی قلم کاروں نے اپنی زندگی کے تجربات، مشاہدات اور اپنے عہد کے حالات کو خودنوشتوں کا حصہ بنایا۔ ان خودنوشتوں میں ذاتی زندگی کے ساتھ سیاسی، سماجی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی حالات کی عکاسی بھی نمایاں ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو جموں و کشمیر میں اُردو غیر افسانوی نثر کا سرمایہ اگرچہ مقدار کے اعتبار سے بہت وسیع نہیں، لیکن اس کی ادبی، فنی، تاریخی اور تاثراتی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ انشائیہ نگاروں نے شگفتہ اور دلکش انداز میں اپنے خیالات پیش کیے، سفرنامہ نگاروں نے اپنے مشاہدات کے ذریعے مختلف علاقوں اور معاشروں سے روشناس کرایا، خاکہ نگاروں نے اہم شخصیات کے خدوخال اور اوصاف کو فنکارانہ انداز میں اجاگر کیا اور خودنوشت نگاروں نے اپنی زندگی کے واقعات کو اپنے عہد کے حالات کے ساتھ مربوط کر کے پیش کیا۔ اس طرح ان چاروں اصناف نے نہ صرف جموں و کشمیر میں اُردو نثر کے دامن کو وسعت دی بلکہ یہاں کی تہذیبی، ثقافتی، سیاسی، سماجی اور ادبی زندگی کی ایک اہم تصویر بھی محفوظ کی ہے۔

17.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معنی
غیر افسانوی	:	افسانے کے علاوہ
انشائیہ	:	نثری صنف
طبع آزمائی	:	صلاحیت آزمانا
سلیس	:	آسان
دلکش	:	خوب صورت

البیلاپن	:	انوکھاپن
جِلا بخشنا	:	نکھارنا
اجمال	:	اختصار
چاشنی	:	مٹھاس
بے باکانہ	:	بےخوف
پیروڈی	:	مزاحیہ نقل
سفرنامہ	:	سفر کی روداد
روداد	:	حالات کی تفصیل
تاثراتی	:	تاثرات پر مبنی
تہذیبی	:	تہذیب سے متعلق
تمدنی	:	معاشرتی
عصری	:	موجودہ زمانے کا
تغیرات	:	تبدیلیاں
خاکہ نگاری	:	شخصیت کا ادبی نقشہ
خدوخال	:	شکل وصورت
عادات واطوار	:	رہن سہن
کاریگری	:	فن کاری
جوہر دکھانا	:	صلاحیت ظاہر کرنا
منجھے ہوئے	:	ماہر
رعونت	:	غرور

آپ بیتی	:	ذاتی حالات
خودنوشت	:	اپنی زندگی کی داستان
انکشافِ ذات	:	ذات کا اظہار
اظہارِ ذات	:	اپنے آپ کا اظہار
جگ بیتی	:	دنیا کے حالات
قابلِ قدر	:	قیمتی
قابلِ اعتماد	:	بھروسے کے لائق
تابناک	:	روشن
سرمایہ	:	ذخیرہ
آبیاری	:	پرورش

17.6۔ نمونہ امتحانی سوالات:۔

1۔ جموں وکشمیر میں اُردو انشائیہ نگاری کا آغاز کس ادیب سے منسوب کیا جاتا ہے؟

2۔ جموں وکشمیر میں اُردو سفرنامے کے اہم سفر نامہ نگاروں کے نام لکھیے؟

3۔ جموں وکشمیر میں اُردو خاکہ نگاری کے آغاز اور ارتقا پر مختصر نوٹ لکھیے؟

4۔ جموں وکشمیر میں اُردو خودنوشت کی روایت اور اس کی اہم تصانیف کا مختصر جائزہ پیش کیجیے؟

17.7۔ مشقی سوالات:۔

1۔ جموں وکشمیر میں اُردو انشائیہ نگاری کے اہم انشائیہ نگار کون کون ہیں؟

2۔ جموں وکشمیر میں اُردو خودنوشت کی اہم تصانیف کون سی ہیں؟

17.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

1۔ پنڈت سالگرام سالک، تیرتھ کاشمیری، گنگادھر دیہاتی، جگن ناتھ خیبری، محمد زمان آزردہ، برج پریمی اور شمیم احمد شمیم اہم انشائیہ نگار ہیں۔

2۔ ''سرگزشتِ فوق''، ''کشمکش''، ''آتشِ چنار''، ''شہاب نامہ''، ''چناروں کے سائے''، ''داستانِ حیات'' اور ''روداد قفس'' اہم خودنوشتیں ہیں۔

(جوابات سرگرمی:۔ ا۔ ''شہاب نامہ''، ۲۔ خودنوشت، ۳۔ اکیسویں صدی)

17.9۔ امدادی کتب:۔

ا۔	جموں وکشمیر میں اُردو ادب کی نشوونما	ڈاکٹر برج پریمی
۲۔	جموں کشمیر کے اُردو افسانہ نگار	نور شاہ
۳۔	جموں کشمیر میں اُردو زبان (ماضی، حال اور مستقبل)	پروفیسر شہاب عنایت ملک

سبق نمبر:۱۸:۔جموں وکشمیر میں اُردو کے فروغ میں دوردرشن، یونی ورسٹی کے اُردو شعبوں، کلچرا کادمی اور مختلف غیر سرکاری انجمنوں کی خدمات

ساخت

18.0 اغراض ومقاصد
18.1 تعارف
18.2 جموں وکشمیر میں اُردو کے فروغ میں یونی ورسٹی شعبوں کی خدمات
18.3 جموں وکشمیر میں ریڈیو اور ٹی وی کا حصہ
سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)
18.4 عمومی جائزہ
18.5 فرہنگ
18.6 نمونہ امتحانی سوالات
18.7 مشقی سوالات
18.8 مشقی سوالات کے جوابات
18.9 امدادی کتب

18.0۔اغراض ومقاصد:۔

اس سبق میں آپ:۔

جموں وکشمیر میں اُردو زبان کے فروغ اور ترقی کے لیے یونی ورسٹی کے شعبہ اردو کی خدمات سے واقف ہوں گے۔کشمیر یونی ورسٹی اور جموں یونی ورسٹی کے شعبہ اردو کے قیام،تحقیقی وتنقیدی سرگرمیوں اور ادبی خدمات کو جان جائیں گے۔ان شعبوں سے وابستہ نامور ادیبوں، محققوں اور اساتذہ کے علمی وادبی کارناموں سے واقف ہوں گے۔یونی ورسٹی کے شعبوں میں ہونے والے تحقیقی کام،ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کے مقالوں اور ادبی رسائل وسیمناروں کی اہمیت کو سمجھ جائیں گے۔جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کے فروغ میں ریڈیو اور ٹی وی کے کردار سے واقف ہوں گے،ریڈیو کے ذریعے مشاعروں،ادبی پروگراموں اور ڈراموں کی نشریات اور ٹی وی کے ذریعے علمی،ادبی اور ثقافتی پروگراموں کی اہمیت کو جان جائیں گے،نیز آپ یہ سمجھ جائیں گے کہ یونی ورسٹی کے شعبہ اردو،ریڈیو اور ٹی وی نے اردو زبان وادب کی مقبولیت اور ادبی معیار کو بلند کرنے میں کس طرح اہم کردار ادا کیا ہے۔

18.1۔تعارف:۔

اُردو زبان وادب کے فروغ میں مختلف اداروں اور ذرائع ابلاغ نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔جموں وکشمیر میں بھی اردو کو مقبول بنانے اور اس کی علمی وادبی روایت کو مستحکم کرنے میں یونی ورسٹی کے شعبہ ہائے اردو،ریڈیو اور ٹی وی کی خدمات نمایاں ہیں۔کشمیر یونی ورسٹی اور جموں یونی ورسٹی کے شعبہ اردو نے اردو زبان وادب کی تدریس،تحقیق اور تنقید کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ان شعبوں سے وابستہ اساتذہ،محققین اور ادیبوں نے تحقیقی وتنقیدی کتابیں اور مقالے تحریر کیے،ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کی سطح پر تحقیق کو فروغ دیا،مشاعروں اور سیمناروں کا انعقاد کیا اور ادبی رسائل کے ذریعے علمی وادبی مواد شائع کیا۔ان سرگرمیوں کے نتیجے میں اردو زبان وادب کے مطالعے اور تحقیق کے نئے راستے ہموار ہوئے اور نئی نسل کو اردو سے وابستہ ہونے کے مواقع حاصل ہوئے۔ذرائع ابلاغ میں ریڈیو اور ٹی وی نے بھی اردو کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ریڈیو نے مشاعروں،ادبی پروگراموں،محفلِ افسانہ،تنقیدی مضامین اور ڈراموں کے ذریعے اردو زبان وادب کو دور دراز علاقوں تک پہنچایا اور مقامی ادیبوں اور شاعروں کو اپنی تخلیقات پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔اسی طرح دوردرشن نے خبروں،فیچروں، ڈراموں،بحث ومباحثوں اور علمی وادبی پروگراموں کے ذریعے اردو کو عام لوگوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔اس طرح یونی ورسٹی کے شعبہ

ہائے اردو کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں اور ریڈیو وٹی وی کی نشریاتی خدمات نے مل کر جموں و کشمیر میں اردو زبان و ادب کی مقبولیت، ترویج اور ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ زیرِ نظر سبق میں انہی خدمات اور کاوشوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

18.2۔ جموں و کشمیر میں اُردو کے فروغ میں یونی ورسٹی شعبوں کی خدمات:۔

جموں و کشمیر میں جہاں ڈوگرہ حکمرانوں، ادیبوں، شاعروں اور نقادوں نے اردو کے فروغ کے سلسلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، آزادی کے بعد یونی ورسٹی کے اردو شعبوں اور ذرائع ابلاغ مثلاً ٹی۔ وی اور ریڈیو نے بھی اس زبان کی مقبولیت میں چار چاند لگا دیے۔ تحقیق اور تنقید کے شعبوں میں کشمیر یونی ورسٹی کے شعبہ اردو اور جموں یونی ورسٹی کے کارناموں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ شعبہ اردو کشمیر یونی ورسٹی کا قیام ۱۹۵۷ء میں عمل میں لایا گیا۔ اس شعبے کو ملک کے نامور ادیبوں کی سرپرستی حاصل رہی، جنھوں نے جموں و کشمیر میں رہ کر اردو کے فروغ میں بے پناہ کارنامے انجام دیے۔ اس شعبے سے ملک کے جو نامور ادیب وابستہ رہے، اُن میں پروفیسر عبدالقادر سروری، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، پروفیسر آل احمد سرور، پروفیسر شکیل الرحمان، شریف احمد، قدوس جاوید اور جعفر رضا کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کئی تحقیقی کارنامے انجام دیے۔ عبدالقادر سروری کی کتاب "کشمیر میں اُردو" ایسے ہی کارناموں میں سے ایک ہے۔ یونی ورسٹی کے اس شعبے سے اب تک ہزاروں کی تعداد میں طالب علم مستفید ہو چکے ہیں۔ یونی ورسٹی کے اس شعبے نے جموں و کشمیر کو کئی اچھے افسانہ نگار، شاعر اور ادیب دیے۔ سینکڑوں موضوعات پر تحقیقی کام کروا کر ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں عطا کیں۔ اس شعبے سے وابستہ بہت سے طالب علموں کے تحقیقی کارنامے کتابی صورت میں بھی شائع ہو گئے ہیں، جن کی وجہ سے اردو کتابوں کا بڑا ذخیرہ بھی جمع ہو گیا ہے۔ یونی ورسٹی کے اس شعبے نے کئی توسیعی خطبات بھی منعقد کروائے اور ملک کے نامور ادیبوں کو سامعین کے روبرو کیا۔ جن موضوعات پر یونی ورسٹی نے تحقیقی کام کروائے، ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ اردو نظم پر یورپی اثرات

۲۔ سعادت حسن منٹو، حیات اور کارنامے

۳۔ اردو اور کشمیری شاعری میں رومانیت

۴۔ اردو ناول میں کردار نگاری

۵۔ اردو تنقید میں غالب شناسی

۶۔ اردو تنقید میں اقبال شناسی

۷۔ اردو شاعری میں میر کی روایت

۸۔ ۱۹ ویں صدی کی اردو نثر میں سماجی طنز

۹۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر نگاری

۱۰۔ عصمت چغتائی کی شخصیت اور فن

۱۱۔ کشمیری غزل پر اردو غزل کے اثرات وغیرہ وغیرہ۔

شعبہ اردو کشمیر یونی ورسٹی کے سالنامہ ''بازیافت'' نے بھی نہ صرف جموں وکشمیر میں بلکہ پورے ملک میں اپنی شناخت بنالی ہے۔ اس رسالے میں جموں وکشمیر اور جموں وکشمیر سے باہر کے نامور ادیبوں کے تحقیقی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ شعبے کی بزم بھی وقتاً فوقتاً مشاعروں اور سیمیناروں کا اہتمام کر کے اردو کی شمع کو روشن کیے ہوئے ہے۔ شعبے کے کئی اساتذہ کی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ اس شعبے میں رہے اور جنھوں نے تحقیقی کارنامے انجام دیے، اُن میں پروفیسر حامدی کاشمیری، ڈاکٹر برج پریمی، پروفیسر زمان آزردہ، ڈاکٹر قدوس جاوید، ڈاکٹر نذیر ملک اور ڈاکٹر مجید مظہر کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

شعبہ اردو جموں یونی ورسٹی کا قیام ۱۹۶۵ء میں عمل میں لایا گیا۔ اردو کے نامور محقق پروفیسر گیان چند جین شعبے کے پہلے صدر مقرر کر دیے گئے۔ ابتداء میں یہ ایک چھوٹا سا شعبہ تھا لیکن آج اپنے کارناموں کی وجہ سے اس کا شمار ملک کے اہم ترین اردو شعبوں میں ہوتا ہے۔ پروفیسر گیان چند جین نے ذاتی دلچسپی لے کر ابتداء میں اردو پڑھنے کے لیے طلبہ کو متوجہ کیا۔ جب یہ شعبہ قائم ہوا تھا تو اس میں طلبا کی تعداد صرف دو تھی لیکن آج یہ تعداد سو سے زائد پہنچ چکی ہے۔ تحقیق وتنقید کے سلسلے میں بھی شعبے کے کارنامے سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ پی ایچ۔ ڈی اور ایم۔ فل کے کئی قابلِ قدر مقالے لکھے گئے۔ ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ شعبہ میں ڈگریوں کے علاوہ انفرادی کام بھی ہوئے۔ شعبہ اردو کے اساتذہ کی لکھی ہوئی کتابوں کو ملک میں بے حد سراہا گیا۔ بعض کتابوں کو ملک کی کئی اکیڈمیوں نے انعامات سے بھی نوازا۔ پروفیسر منظر اعظمی کا تحقیقی مقالہ ''اردو میں تمثیل نگاری اور سب رس کا تنقیدی جائزہ'' ملک کی بیشتر یونی ورسٹی کے اردو شعبوں کے نصاب میں شامل ہے۔ پروفیسر ظہور الدین کا تحقیقی مقالہ ''بیسویں صدی کے اردو ادب میں انگریزی کے رجحانات'' اور '' Development of Urdu Language and Literature in jammu region"، پروفیسر عابد پیشاوری کی کتاب ''انشا اللہ خان انشا: حریف وحلیف'' اور ''نقطے اور شوشے'' بھی قابلِ قدر کتابیں ہیں۔

شعبہ وقتاً فوقتاً مشاعروں کا اہتمام بھی کرتا ہے۔شعبہ اب تک کل ہند اور ریاستی سطح کے کئی مشاعرے منعقد کروا چکا ہے۔شعبہ اردو جموں یونی ورسٹی کو عالمی سیمینار منعقد کرانے کا فخر بھی حاصل ہے۔ "اردو کی نئی بستیاں" کے عنوان سے منعقد کیا گیا یہ عالمی سیمینار اس لیے بھی خصوصیت کا حامل ہے کہ اس سیمینار میں ملک کے نامور ادیبوں کے علاوہ جاپان کے پروفیسر ہیروشی کانا گاریکا نے بھی حصہ لیا۔اس سیمینار میں پوری دنیا میں اردو کی صورتِ حال کے حوالے سے مقالات پیش کیے گئے، جو شعبہ کے ششماہی رسالے "تسلسل" میں بھی شائع ہوئے ہیں۔شعبہ ہر سال کسی نئے موضوع پر ملکی سطح کا سیمینار بھی منعقد کرواتا ہے۔اب تک جن موضوعات پر سیمینار ہو چکے ہیں، ان میں سے چند یوں ہیں :۔

اردو، ماضی، حال اور مستقبل

اردو کا رشتہ علاقائی زبانوں کے ساتھ

کل ہند اردو رائٹرس کانفرنس

ڈراما سیمینار

تخلیقی ادب سیمینار وغیرہ۔

شعبہ ہر سال جموں وکشمیر کے بعض ممتاز ادیبوں کی یاد میں مشاعرے اور سیمینار بھی منعقد کرتا ہے۔شعبہ میں مرکزی لغت کا قیام بھی عمل میں آ گیا ہے اور شعبے کے اساتذہ اردو کی ایک نئی لغت ترتیب دینے میں مصروف ہیں۔ان ادبی سرگرمیوں کی وجہ سے جموں یونی ورسٹی کا شعبہ اردو ممتاز اہمیت رکھتا ہے، کیوں کہ یہاں سال میں سو سے زیادہ ادبی تقاریب کا اہتمام ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اردو کی مقبولیت روز بروز بڑھ رہی ہے۔پچھلے سال سے شعبے کا ششماہی رسالہ "تسلسل" بھی شائع ہونا شروع ہو گیا ہے، جس میں تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔

18.3۔جموں وکشمیر میں ریڈیو اور ٹی وی کا حصہ:۔

کسی بھی زبان کو فروغ دینے میں ذرائع ابلاغ کا خاصا دخل ہوتا ہے۔جموں وکشمیر میں بھی ریڈیو اور ٹی وی نے اس زبان کو بے حد شہرت بخشی۔ریڈیو کشمیر سری نگر 1949ء میں قائم ہوا۔ابتدا میں اس نے اردو زبان کے فروغ کے لیے ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا۔ریڈیو جموں اور ریڈیو کشمیر کے زیرِ اہتمام کئی کل ہند مشاعرے منعقد ہوئے۔ریڈیائی ڈرامے نشر کرنے کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔مختلف موضوعات پر تنقیدی

مضامین نشر کیے گئے۔ محفلِ افسانہ بھی منعقد کی جانے لگی۔ جموں و کشمیر کے دور دراز علاقوں کے شاعروں اور ادیبوں کو اپنی تخلیقات پیش کرنے کا موقع ملا، جس کی وجہ سے بہت سے ادیبوں اور شاعروں کے کارنامے منظرِ عام پر آئے۔

ریڈیو کشمیر جموں اور ریڈیو کشمیر سری نگر کو اردو کے نامور ادیبوں کی سرپرستی بھی حاصل رہی، جن میں راجندر سنگھ بیدی، پریم ناتھ در، ٹھاکر پوچھی، موہن لعل امر، قیصر قلندر، غلام رسول نازکی، پران کشور، علی محمد لون، جیتندر راج ہنسوری، عبدالغنی شیخ، سوم ناتھ سادھو، زبیر رضوی، کے۔ کے۔ نیر اور میکش کشمیری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ریڈیو کی ملازمت کے دوران ان ادیبوں نے اردو زبان و ادب کو فروغ دینے میں اپنا خونِ جگر صرف کیا۔ ڈرامے کی صنف کو مقبول کرنے میں ریڈیو کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔ اب تک سینکڑوں ڈرامے جموں اور کشمیر سے نشر ہو چکے ہیں۔ ۱۹۳۷ء تک ریڈیو کشمیر جموں سے ''محفل'' پروگرام کے تحت قریباً چار سو ادبی پروگراموں کا انعقاد ہو چکا تھا۔ اب اس کی تعداد ہزاروں میں ہوگی۔

ریڈیو کے ساتھ ساتھ ٹی۔ وی نے بھی اردو زبان کو فروغ دیا۔ کشمیر دور درشن کا قیام 1937ء میں عمل میں لایا گیا، جب کہ جموں دور درشن کی نشریات ابھی چند سال پہلے ہی شروع ہوئی ہیں۔ دور درشن سری نگر سے کشمیری زبان کے بعد اردو کے پروگرام زیادہ نشر ہوتے ہیں، جن میں خبریں، فیچر، ڈرامے، بحث و مباحثے وغیرہ شامل ہیں۔ ہر ماہ ''دھنک'' کے نام سے ماہنامہ اردو پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوتا ہے، جو خالص علمی و ادبی نوعیت کا ہوتا ہے۔ نوجوانوں کے لیے ''نئے چراغ'' اور ریسرچ اسکالروں کے لیے ''عکس و آہنگ'' جیسے اردو کے پروگرام بڑے عرصے سے ٹیلی کاسٹ ہو رہے ہیں۔ اردو میں ڈرامے بھی نشر ہوتے رہے، جو عوام میں بے حد مقبول ہوئے۔

دور درشن سری نگر کے اردو پروگراموں کے ناظرین کا حلقہ کافی وسیع ہے۔ اس کے اسٹیشن ڈائریکٹر اردو کے اچھے ادیب رہے ہیں، جن میں فاروق تازگی، فیاض شہریار، اشرف ساحل وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ خود بھی ادیب ہیں اور ٹی وی سے وابستہ رہ کر انھوں نے اردو زبان و ادب میں ذاتی دلچسپی لے کر بڑی خدمات انجام دیں۔ اِدھر دور درشن جموں سے بھی اردو کا خالص ادبی پروگرام ''آبشار'' ٹیلی کاسٹ ہو رہا ہے۔ اس پروگرام کے تحت اردو ادیبوں کے انٹرویوز کے علاوہ غزلوں کے پروگرام کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی مشاعرہ بھی منعقد ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہنا بجا ہوگا کہ ریڈیو اور ٹی وی نے اردو کی تشہیر میں اہم کردار ادا کیا اور یونی ورسٹی کے شعبوں میں ہونے والی تحقیق اور تنقید نے ادبی معیار کو بلند کیا۔

سرگرمی (آؤ اپنی معلومات جانچیں)

عزیز طلبہ و طالبات! آیئے ایک لمحے کے لیے رکیں۔ اب جبکہ آپ نے ''جموں و کشمیر میں اُردو کے فروغ میں دور درشن، یونی ورسٹی کے اُردو شعبوں، کلچرا کادمی اور مختلف غیر سرکاری انجمنوں کی خدمات'' کو تفصیل سے پڑھ لیا ہے، تو نیچے دی گئی مشق کو حل کرنے کے لیے کچھ وقت نکالیے۔ اپنے جوابات درست ہیں یا نہیں، یہ جانچنے کے لیے 18.8 حصہ سے رجوع کریں۔

خالی جگہوں کو پر کیجئے:۔

۔۔۔۔۔اور ریڈیو کشمیر سری نگر کو اردو کے نامور ادیبوں کی سرپرستی بھی حاصل رہی، جن میں راجندر سنگھ بیدی، پریم ناتھ در، ٹھاکر پوچھی، موہن لعل امر، قیصر قلندر۔۔۔۔۔۔، پران کشور، علی محمد لون، جیتندر راج ہنسوری، عبدالغنی شیخ، سوم ناتھ سادھو، زبیر رضوی، کے۔ کے۔ نیر اور میکش کشمیری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ریڈیو کی ملازمت کے دوران ان ادیبوں نے اردو زبان و ادب کو فروغ دینے میں اپنا۔۔۔۔۔صرف کیا۔

18.4۔ عمومی جائزہ:۔

جموں و کشمیر میں اردو زبان و ادب کے فروغ کی ایک طویل اور روشن روایت موجود ہے۔ اس روایت کو آگے بڑھانے میں مختلف ادوار کے حکمرانوں، ادیبوں، شاعروں، نقادوں، محققوں اور ادبی اداروں نے اپنی اپنی سطح پر نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ آزادی کے بعد اردو کی ترویج و ترقی میں یونی ورسٹی کے شعبہ اردو اور ذرائع ابلاغ، خصوصاً ریڈیو اور ٹی وی، نے اس روایت کو مزید وسعت دی۔ یونی ورسٹی کے شعبوں نے اردو کو محض ایک تدریسی زبان تک محدود نہیں رکھا بلکہ تحقیق، تنقید، تصنیف و تالیف اور مختلف ادبی سرگرمیوں کے ذریعے اسے ایک مضبوط علمی و ادبی بنیاد فراہم کی۔ کشمیر یونی ورسٹی کے شعبہ اردو نے اپنے قیام کے بعد اردو زبان و ادب کی تدریس اور تحقیق کے میدان میں اہم خدمات انجام دیں۔ ملک کے نامور ادیبوں اور محققوں کی وابستگی نے اس شعبے کی علمی حیثیت کو مستحکم کیا۔ اس شعبے سے وابستہ اساتذہ اور طلبہ نے اردو کے مختلف ادبی موضوعات پر تحقیقی کام کیا اور ایم۔ فل و پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر قابلِ قدر تحقیقی مقالے تحریر کیے۔ اردو نظم، ناول، غزل، تنقید، نثر اور مختلف اہم ادیبوں

کے فن وشخصیت جیسے موضوعات پر ہونے والی تحقیق نے اردو کے علمی سرمائے میں اضافہ کیا۔ ''بازیافت'' جیسے رسالے اور مشاعروں، سیمیناروں اور توسیعی خطبات جیسی سرگرمیوں نے بھی اردو کے ادبی ماحول کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

جموں یونی ورسٹی کے شعبہ اردو نے بھی اردو زبان وادب کی خدمت میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ ۱۹۶۵ء میں قائم ہونے والا یہ شعبہ ابتدا میں محدود پیمانے پر کام کر رہا تھا، لیکن رفتہ رفتہ اس نے ملک کے اہم اردو شعبوں میں اپنی جگہ بنائی۔ شعبے میں تدریس اور تحقیق کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف، مشاعروں، سیمیناروں اور ادبی تقاریب کا سلسلہ جاری رہا۔ اساتذہ کی تحقیقی وتنقیدی کتابوں کو علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور بعض کتابوں کو مختلف اکیڈمیوں کی جانب سے انعامات بھی ملے۔ عالمی اور ملکی سطح کے سیمیناروں کے انعقاد نے اردو کو بین الاقوامی اور قومی سطح پر مختلف زبانوں اور ادبی روایتوں کے ساتھ جوڑنے میں مدد دی۔ ''تسلسل'' جیسے ششماہی رسالے نے بھی تحقیقی اور تنقیدی مضامین کی اشاعت کے ذریعے اردو کے علمی ذخیرے میں اضافہ کیا۔ یونی ورسٹی کے شعبوں کی طرح ریڈیو نے بھی جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کے فروغ میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ ریڈیو کشمیر سری نگر کے قیام کے بعد اردو کے مختلف ادبی پروگراموں، مشاعروں، ریڈیائی ڈراموں، محفلِ افسانہ اور تنقیدی پروگراموں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے ذریعے نہ صرف معروف ادیبوں اور شاعروں کو اپنی تخلیقات پیش کرنے کے مواقع ملے بلکہ دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والے نئے لکھنے والوں کی صلاحیتیں بھی سامنے آئیں۔ ریڈیو سے وابستہ نامور ادیبوں نے اپنی ادبی اور تخلیقی صلاحیتوں کے ذریعے اردو کے فروغ میں اہم حصہ لیا۔ خصوصاً ڈرامے کی صنف کو عام کرنے میں ریڈیو کی خدمات نمایاں رہیں۔

ٹی وی اور دوردرشن نے بھی اردو کی تشہیر اور مقبولیت میں اہم کردار ادا کیا۔ کشمیر دوردرشن اور جموں دوردرشن سے اردو میں خبریں، فیچر، ڈرامے، بحث ومباحثے اور مختلف علمی وادبی پروگرام نشر کیے گئے۔ ''دھنک''، ''نئے چراغ''، ''عکس وآہنگ'' اور ''آبشار'' جیسے پروگراموں نے اردو کے ادبی اور علمی پہلوؤں کو ناظرین تک پہنچایا۔ ادیبوں کے انٹرویوز، غزلوں کے پروگرام اور مشاعروں کی پیش کش نے اردو کے دائرہ اثر کو وسیع کیا اور عام لوگوں کو اردو زبان وادب سے قریب کیا۔ یوں جموں وکشمیر میں اردو کے فروغ کا یہ پورا عمل ایک مشترکہ ادبی، علمی اور ابلاغی کوشش کی صورت اختیار کرتا ہے۔ یونی ورسٹی کے شعبہ اردو نے تحقیق وتنقید کے ذریعے اردو کو علمی استحکام بخشا، جب کہ ریڈیو اور ٹی وی نے اسے وسیع پیمانے پر عوام تک پہنچایا۔ یونی ورسٹیوں کی تحقیقی سرگرمیوں، ادبی رسائل، مشاعروں اور سیمیناروں نے اردو کے علمی وادبی سرمائے میں اضافہ کیا اور ذرائع ابلاغ نے اس سرمائے کو عام کرنے میں مدد دی۔ ان تمام کوششوں نے مل کر جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کے فروغ، ترویج، مقبولیت اور ترقی کی راہ ہموار کی اور اس کے ادبی معیار کو بلند کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

18.5۔فرہنگ:۔

الفاظ	:	معانی
سرپرستی	:	نگرانی، پشت پناہی
بے پناہ	:	بے حد، بہت زیادہ
کارنامہ	:	نمایاں کام
مستفید	:	فائدہ اٹھانے والا
توسیعی خطبہ	:	تفصیلی تقریر
سامعین	:	سننے والے
رومانیت	:	عشق ومحبت کا جذبہ
کردارنگاری	:	کرداروں کی عکاسی
غالب شناسی	:	غالب کے فن وشخصیت کا مطالعہ
اقبال شناسی	:	اقبال کے فن وشخصیت کا مطالعہ
روایت	:	پرانی چلی آنے والی رسم یا طریقہ
سماجی طنز	:	معاشرے کی برائیوں پرطنز
نثرنگاری	:	نثر لکھنے کا فن
سالنامہ	:	سال میں ایک بار شائع ہونے والا رسالہ
بازیافت	:	دوبارہ حاصل کرنا
شناخت	:	پہچان
بزم	:	مجلس،محفل

سیمینار	:	علمی وادبی مجلس
قابلِ ذکر	:	ذکر کے لائق
تحقیقی	:	تحقیق سے متعلق
تنقیدی	:	تنقید سے متعلق
قابلِ قدر	:	قدر کے لائق، اہم
حریف	:	مخالف
حلیف	:	ساتھی، مددگار
رجحانات	:	میلانات، جھکاؤ
خصوصیت	:	خاص بات، امتیاز
مقالہ	:	تحقیقی تحریر
ممتاز	:	نمایاں، اہم
ترویج	:	پھیلاؤ، فروغ
ذرائع ابلاغ	:	خبر پہنچانے کے وسائل
ناقابلِ فراموش	:	جسے بھلایا نہ جا سکے
ریڈیائی	:	ریڈیو سے متعلق
تخلیقات	:	لکھی یا بنائی ہوئی ادبی چیزیں
منظرِ عام	:	سب کے سامنے
خونِ جگر صرف کرنا	:	بہت محنت کرنا
تشہیر	:	شہرت دینا، پھیلانا
تلفظ	:	لفظ ادا کرنے کا طریقہ

نشریات	:	ریڈیو یا ٹی وی کے ذریعے پروگرام پہنچانا
ٹیلی کاسٹ	:	ٹی وی پر پروگرام نشر کرنا
علمی	:	علم سے متعلق
ادبی	:	ادب سے متعلق
ناظرین	:	دیکھنے والے
دائرہ اثر	:	اثر کا میدان
ترویج واشاعت	:	پھیلاؤ اور عام کرنا
مقبولیت	:	پسندیدگی، شہرت
ادبی معیار	:	ادب کا معیار

18.6۔ نمونہ امتحانی سوالات:۔

۱۔ کشمیر یونی ورسٹی کے شعبہ اردو کے قیام اور اس کی ادبی و تحقیقی خدمات پر روشنی ڈالیے؟

۲۔ جموں یونی ورسٹی کے شعبہ اردو کی اہم ادبی اور تحقیقی سرگرمیوں کا ذکر کیجیے؟

۳۔ جموں و کشمیر میں اردو کے فروغ میں ریڈیو نے کیا کردار ادا کیا؟

۴۔ جموں و کشمیر میں اردو زبان و ادب کے فروغ میں ٹی وی اور دوردرشن کی خدمات بیان کیجیے؟

18.7۔ مشقی سوالات:۔

۱۔ کشمیر یونی ورسٹی کے شعبہ اردو نے اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے کیا خدمات انجام دیں؟

۲۔ جموں وکشمیر میں اردو کے فروغ میں ریڈیو اور ٹی وی نے کیا کردار ادا کیا؟

18.8۔ مشقی سوالات کے جوابات:۔

ا۔ کشمیر یونی ورسٹی کے شعبہ اردو نے تحقیق وتنقید کو فروغ دیا، ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کے تحقیقی کام کروائے، ادبی رسائل شائع کیے اور مشاعروں وسیمیناروں کا انعقاد کیا۔

۲۔ ریڈیو اور ٹی۔وی نے مشاعروں، ڈراموں، ادبی پروگراموں، تنقیدی مضامین، انٹرویوز اور علمی وادبی پروگراموں کے ذریعے اردو زبان و ادب کو عام لوگوں تک پہنچایا۔

(جوابات سرگرمی:۔ا۔ ریڈیو کشمیر جموں، ۲۔غلام رسول نازکی، ۳۔خونِ جگر)

18.9۔ امدادی کتب:۔

ا۔ کشمیر میں اردو — عبدالقادر سروری

۲۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی نشو ونما — ڈاکٹر برج پریمی

۳۔ ریاست جموں وکشمیر میں اردو: ماضی، حال اور مستقبل — پروفیسر شہاب عنایت ملک

۴۔ جموں وکشمیر میں اردو ادب — پروفیسر حامدی کاشمیری

۵۔ ریاست میں اردو صحافت — صوفی محی الدین

۶۔ ڈاکٹر برج پریمی کی ادبی خدمات — ڈاکٹر چمن لعل بھگت

۷۔ جموں وکشمیر میں اردو خود نوشت کی سمت ورفتار — ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ

۸۔ آج کل کشمیر نمبر — دہلی

۹۔	ماہنامہ تعمیر: جموں وکشمیر میں اردو ادب نمبر	جموں
۱۰۔	جموں وکشمیر میں اردو افسانہ	ڈاکٹر افتخار احمد
۱۱۔	ادب کے معمار (جموں وکشمیر اور اردو)	پروفیسر قدوس جاوید

(نوٹ:۔اس سبق میں شامل ''مختلف غیر سرکاری انجمنوں کی خدمات'' کا تفصیلی مواد سبق نمبر۔۱۳ میں دیا جاچکا ہے۔)

ماڈل سوالیہ پرچہ

M.A. اردو

سمسٹر۔اول　　　　　　　　　　کورس کوڈ:URD-105

کورس: جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب

وقت: 2½ گھنٹے　　　　　　　　　　کل نمبر:70

نوٹ: تمام سوالات کے جواب دیجیے۔

سوال نمبر1۔ جموں وکشمیر میں اردو زبان کے آغاز وارتقا کے اہم اسباب وعوامل پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔　(7 نمبر)

یا

جموں وکشمیر میں صوفیائے کرام کی اردو زبان وادب کے فروغ میں خدمات کا جائزہ لیجیے۔

سوال نمبر2۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں اردو زبان وادب کی صورتِ حال پر روشنی ڈالیے۔　(7 نمبر)

یا

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں اردو زبان کے فروغ اور سرکاری سطح پر اس کی اہمیت کا جائزہ لیجیے۔

سوال نمبر3۔ جموں وکشمیر میں اردو کے آغاز وارتقا کے تاریخی پس منظر کو واضح کرتے ہوئے مغلیہ عہد، ڈوگرہ حکمرانوں اور دیگر اہم عوامل کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔　(14 نمبر)

یا

جموں وکشمیر میں اردو کے فروغ میں مختلف حکمرانوں اور سرکاری اداروں کی خدمات کا تنقیدی جائزہ پیش کیجیے۔

سوال نمبر4۔ جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کے فروغ میں سرکاری وغیر سرکاری اداروں کی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔　(14 نمبر)

یا

جموں وکشمیر میں اردو صحافت کے آغاز وارتقا پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے اردو اخبارات ورسائل کی ادبی ولسانی خدمات کا جائزہ لیجیے۔

سوال نمبر 5۔ جموں وکشمیر میں اردو شاعری کے آغاز وارتقا کا مختصر جائزہ پیش کیجیے۔ (7 نمبر)

یا

جموں وکشمیر میں اردو افسانہ نگاری کی روایت اور اہم افسانہ نگاروں کی خدمات پر روشنی ڈالیے۔

سوال نمبر 6۔ جموں وکشمیر میں اردو کی غیر افسانوی اصناف، بالخصوص انشائیہ، سفرنامہ، خاکہ اور خودنوشت کے ارتقا کا جائزہ لیجیے۔ (7 نمبر)

یا

جموں وکشمیر میں اردو کے فروغ میں یونیورسٹیوں، دوردرشن اور دیگر ادبی وثقافتی اداروں کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

سوال نمبر 7۔ درج ذیل معروضی سوالات میں سے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔ 14 نمبر

1۔ جموں وکشمیر میں اردو زبان کے فروغ میں کس طبقے نے اہم کردار ادا کیا؟

الف۔ صوفیائے کرام　　ب۔ صرف فوجی افسران

ج۔ صرف تاجر　　د۔ صرف سرکاری ملازمین

2۔ جموں وکشمیر میں اردو کے فروغ کا تعلق کس تاریخی عمل سے بھی ہے؟

الف۔ مختلف تہذیبوں کے باہمی میل جول سے　　ب۔ صرف صنعتی ترقی سے

ج۔ صرف زرعی ترقی سے　　د۔ صرف تجارتی سرگرمیوں سے

3۔ جموں وکشمیر میں اردو کو سرکاری سطح پر فروغ دینے میں کس عہد کو خاص اہمیت حاصل ہے؟

الف۔ ڈوگرہ عہد　　ب۔ موریہ عہد

ج۔ گپتا عہد　　د۔ چولا عہد

4۔ جموں وکشمیر میں اردو صحافت کا بنیادی مقصد کیا تھا؟

الف۔ عوام تک معلومات اور خیالات پہنچانا　　ب۔ صرف تفریح فراہم کرنا

ج۔ صرف تجارتی اشتہارات شائع کرنا　　د۔ صرف سرکاری اعلانات شائع کرنا

5۔ اردو شاعری کا تعلق بنیادی طور پر کس صنف سے ہے؟

الف۔شعری ادب   ب۔نثری ادب

ج۔صحافتی ادب   د۔سائنسی ادب

6۔ افسانہ اردو ادب کی کون سی صنف ہے؟

الف۔نثری   ب۔شعری

ج۔صحافتی   د۔لغوی

7۔ سفرنامہ کس نوعیت کی ادبی صنف ہے؟

الف۔نثری   ب۔شعری

ج۔ڈرامائی   د۔عروضی

8۔ جموں و کشمیر میں اردو کے فروغ میں یونیورسٹیوں کا بنیادی کردار کیا ہے؟

الف۔تدریس، تحقیق اور اشاعت   ب۔صرف کھیلوں کا انعقاد

ج۔صرف انتظامی امور   د۔صرف ثقافتی تقریبات

9۔ دوردرشن نے اردو کے فروغ میں کس ذریعے کے طور پر کردار ادا کیا؟

الف۔ابلاغی ذریعہ   ب۔عدالتی ذریعہ

ج۔تجارتی ذریعہ   د۔انتظامی ذریعہ

10۔ جموں و کشمیر میں اردو ادب کے فروغ کا اہم ذریعہ کون سا ہے؟

الف۔ادبی و ثقافتی ادارے   ب۔صرف تجارتی ادارے

ج۔صرف صنعتی ادارے   د۔صرف زرعی ادارے

11۔ اردو صحافت کا تعلق کس شعبے سے ہے؟

الف۔ابلاغ عامہ   ب۔طب

ج۔انجینئرنگ　　　　　　　　د۔زراعت

12۔ اردو زبان وادب کے مطالعے میں تاریخی پس منظر کی اہمیت کیا ہے؟

الف۔زبان وادب کے ارتقا کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے　　　　ب۔صرف الفاظ کے معنی معلوم ہوتے ہیں

ج۔صرف شعری اصناف معلوم ہوتی ہیں　　　　د۔صرف اخبارات کا مطالعہ ہوتا ہے

13۔ جموں وکشمیر میں اردو ادب کی ترقی میں ادبی رسائل کا کیا کردار ہے؟

الف۔ادبی تخلیقات اور تنقیدی مباحث کی اشاعت　　　　ب۔صرف سرکاری احکامات کی اشاعت

ج۔صرف تجارتی اشتہارات کی اشاعت　　　　د۔صرف خبریں نشر کرنا

14۔ جموں وکشمیر میں اردو زبان وادب کی موجودہ صورتِ حال کو سمجھنے کے لیے کیا ضروری ہے؟

الف۔اس کے تاریخی اور ادبی ارتقا کا مطالعہ　　　　ب۔صرف قدیم شاعری کا مطالعہ

ج۔صرف اخبارات کا مطالعہ　　　　د۔صرف سرکاری دستاویزات کا مطالعہ

Course Contributors and Content Editing:

Dr. Chaman Lal
Associate Professor,
Department of Urdu, University of Jammu

Dr. Parshotam Paul Singh
Assistant professor,
Department of Urdu. CDOE.
University of Jammu

Content Editing/ Proofreading

Dr. Parshotam Paul Singh
Assistant professor,
Department of Urdu. CDOE.
University Of Jammu, Jammu.

© Centre for Distance & online Education, University of Jammu, 2026

* All rights reserved. No part of this work may be reproduced in any form, by mimeograph or any other means, without permission in writing from the CDOE, University of Jammu.
* The script writer shall be responsible for the lesson/script submitted to the CDOE and any plagiarism shall be his/her entire responsibility.

Printed By : Classic Printers/ 2026/50

CENTRE FOR DISTANCE & ONLINE EDUCATION
UNIVERSITY OF JAMMU

SELF LEARNING MATERIAL
FOR
M.A. URDU
SEMESTER - II
SESSION - 2025 ON WARDS

SUBJECT: STUDY OF URDU MASNAVI	UNIT I-IV
COURSE CODE URD - 202	LESSONS: 1-16

PROF. (DR.) SHOHAB INAYAT MALIK	**DR. PARSHOTAM PAUL SINGH**
COORDINATOR P.G. URDU	TEACHER INCHARGE Urdu

http:/www.distanceeducationju.in

Printed and published on behalf of the centre for Distance & Online Education, University of Jammu by the Director, CDOE, University of Jammu.